اثبات النسب

فی نسب سیّد نور محمد جیلانی جوراہی رحمۃ اللہ علیہ

نسبِ ساداتِ چورا شریف

- مؤلف -

سیّد بدر مسعود گیلانی، چورا شریف

ایم۔اے۔اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

معاون مؤلف

پیر سیّد مطیع قادر شاہ گیلانی چورا شریف

ایم۔اے۔اسلامیات، انگلش، فاضل بھیرہ شریف

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ
سیّد حسن مثنیٰ
سیّد عبداللہ المحض
سیّد موسیٰ الجون
سیّد عبداللہ
سیّد موسیٰ
سیّد داؤد
سیّد محمد
سیّد یحییٰ الزاہد
سیّد ابی عبداللہ
سیّد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست
سیّد عبدالقادر جیلانی
سیّد عبدالرزاق
سیّد ابو صالح نصر
محی الدین ابو نصر محمد
سیّد ظہیر الدین ابو سعود
سیّد حسین
سیّد موسیٰ
سیّد عبدالرسول
شیخ الاسلام عبدالسلام
سیّد شیخ سلطان
سیّد شیخ سلیمان
سیّد علی ولی محمد
سیّد خان محمد گردیزی
خواجہ سیّد فیض اللہ تیراہی
حضرت خواجہ سیّد نور محمد جیلانی جوراہی رحمۃ اللہ علیہ

C M Y K17-03-2014

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اثبات النسب

فی نسب سید نور محمد چوراہی جیلانی

نسب ساداتِ چورا شریف

مؤلف

سید بدر مسعود گیلانی، چورا شریف

ایم۔اے، اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

معاون مؤلف

پیر سید مطیع قادر شاہ گیلانی چورا شریف

ایم۔اے، اسلامیات، انگلش، فاضل بھیرہ شریف

ناشر

مشائخ عظام، چورا شریف

کتاب	''اثبات النسب''
مؤلّف	پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی، چوراشریف
معاون مؤلّف	پیر سیّد مطیع قادر شاہ گیلانی، چوراشریف
خطّاطی سرِورق	جناب محمد علی زاہد، لاہور
کمپوزنگ	ڈاکٹر قمر وحید صاحب، گوجرانوالہ
پروف ریڈنگ	خلیفہ محمّد راشد صاحب، گوجرانوالہ
	پروفیسر محمّد شفیق احمد مجدّدی صاحب، فیصل آباد
ضخامت	272 صفحات
باراوّل	ستمبر 2012ء (گیارہ سو)
باردوم	مارچ 2014ء
تعداد	گیارہ سو
ناشر	مشائخ عظام چوراشریف
ہدیہ	________ روپے
ملنے کے پتے	آستانۂ عالیہ نوریہ، چوراشریف، ضلع اٹک۔
	جلیل احمد، فیصل آباد۔ 0300 7291086
	جمیل احمد عارف، لاہور۔ 0300 4012035
	آصف سعید، سانگلہ ہل۔ 0300 7246840

کتاب ہذا کی تمام تر آمدنی جماعت خُدّامِ اہلسُنّت کے نام وقف ہے۔

بشارتِ تائید

حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

بوسیلہ حضرت سیّد مقبول حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ چورا شریف

اِنتساب

حضرت سیّدنا غوثِ اعظم، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام

حضرت سیّد نور محمّد گیلانی چُوراھی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی اَولاد کو

جن کی نسل سے ہونے کا اِعزاز حاصِل ہے۔

فہرست کتاب

منقبت

محمد خلیل مجددی عفی عنہ

جہاں میں چار سو ہے فیضِ باباجیؒ کا مے خانہ
ملے مجھ کو بھی یا مولیٰ اُنہی کی مے کا پیمانہ

یہ وہ فیضِ مجددؓ، فیضِ صدیقیؓ کا دریا ہے
پیا ہے جس نے اِک قطرہ، ہُوا وہ مست و دیوانہ

مجدد الفِ ثانیؒ کا طریقہ یاں پہ جاری ہے
وہی انداز معصومیؒ، وُہی طرزِ زبیریانہؒ

مکمل اِتباع ہے حجۃ اللہ خواجہ ثانیؒ کی
وہی ہے دیں کی پابندی، وُہی مسلک فقیرانہؒ

یہی ہے فیض، فیض اللہ تیراہی کا سر چشمہ
یہی ہے نقشبندی سلسلہ، مشربِ فقیہانہ

یاں عُرسِ پاک کی مجلس، ہے اِک غوثِ زمانہ کی
سرُور و کیف کی مجلس، عجب پُر لُطف وجدانہ

تصرُّف آج بھی جاری، ہے باباجیؒ کا دُنیا میں
کرم کرنا، عطا کرنا، وُہی لطفِ محبّانہ

فقیرانِؒ محمد[1] کے لئے، دینِؒ محمد[2] کا
کھلا ہے بابِ عالی، فیض بھی ملتا ہے شاہانہ[3]

مختارؒ[4]، محمودؒ[5] و مسعودِ[6] ملت کا
رواں فیضِ مجددؓ از بابِ سعیدانہؒ[7]

خلیلِ بے نوا بھی، ہے گدائے کوچۂ اُلفت
اِسے منظور فرمانا، اِسے در سے نہ ٹھکرانہ

عرضِ مُصنّف، طبعَ دوم

جب کتاب ”اثباتُ النَّسب“ کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو جہاں مخالفت کی بادِ سمُوم چلیں، وہاں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ کرم کے صدقہ سے اِس کتاب کو اتنی پذیرائی ملی کہ سارے غم بھول گئے۔ ہم نے سب سے پہلے پیرانِ عظام چوراشریف کی خدمت میں اِس کو پیش کیا تو سب حضرات نے اتنی دِلجوئی کی کہ راہِ خارزار کی تمام تھکن ختم ہوگئی۔ اکثر پیرانِ عظّام کی زُبان پر یہی جملے تھے کہ یہ کام قدُرت میں آپ کے نصیب میں لکھا تھا جو کوئی اور نہ کر سکا وہ آپ نے کر دِکھایا۔ ان میں پیر سیّد محمد کبیر علی شاہ گیلانی، پیر سیّد محمد شبیر علی شاہ گیلانی، پیر سیّد عابد حسین شاہ گیلانی، پیر سیّد اعجاز حسین شاہ گیلانی اور پیر سیّد منظور آصف طاہر شاہ گیلانی شامل ہیں۔

ملک کے طول وعرض سے نہایت مقتدر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور علمائے کرام و مشائخِ عظام نے اِس کتاب کو بے حد سراہا اور اس میں بیان کئے گئے دلائل کو ناقابلِ تردید قرار دیا۔ یہ بات ہمارے لئے باعثِ شکرانِ نعمت ہے کہ اہلِ علم حضرات نے ہماری بات کو وُقعت دی اور ہمارے سچ پر مبنی مؤقف کی تائید کی۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اتنی تیزی سے مقبولِ عام ہوا کہ شائع ہونے کے آٹھ ماہ بعد ہی تمام کتابیں فروخت ہو چکی تھیں جس کی وجہ سے دوسرے ایڈیشن کی تیاّری جلد شروع کرنا پڑی۔ اسی دوران میں پیرانِ چوراہیہ کی طرف سے مزید تقریظات موصول ہوئیں جن کو شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے اور ابھی چند حضرات کی طرف سے تاثرات ملنے باقی ہیں جن کو اگلے ایڈیشن میں شائع کر دیا جائے گا۔ ان تقریظات کی ترتیب بلحاظ عمر رکھی گئی ہے۔

پہلے ایڈیشن میں بعض لفظی اور کتابت کی غلطیاں تھیں جن کو دُرست کر دیا گیا ہے لیکن ابھی بھی اس کا امکان موجود ہے کہ بعض الفاظ کی غلطیاں ہوں جس کے لئے قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان کی نشاندہی کریں۔

اس کے علاوہ دوسرے ایڈیشن میں حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کے وصال کے متعلق انوارِ تیراہی میں درج عبارت کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ محققین حضرات کے لئے سب سے اہم اضافہ انگریزوں کے 1900ء میں نافذ کردہ قانون کا حوالہ ہے جس کے تحت سادات پر پابندی عائد کر دی گئی تھی کہ وہ زمینوں کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے اور جس کی زد میں باباجی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان بھی آیا تھا۔

امید ہے اس نئی اشاعت کو بھی پہلے کی طرح قبولیت عامہ حاصل ہو گی۔

سیّد بدر مسعُود شاہ گیلانی

آستانہ عالیہ چوُرا شریف

عرضِ مصنف

حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ عظیم اور عالی مرتبت ولی اللہ تھے، جن کی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں گزری۔ آپ حضرت رسولِ اکرم، نورِ مجسم، سیّدِ کونین ﷺ کے کامل متبع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے طریقت میں سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اِس سلسلۂ طریقت کو کمال تک پہنچادیا۔

آپ مقاماتِ رُوحانیہ میں قطب الاقطاب کے مقام پر فائز تھے۔ اِس کے ساتھ آپ طریقتِ نقشبندیہ کے مجدّد بھی تھے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ولایتِ عُلیا کی حامِل اِس ہستی نے اپنے ربّ سے قرب و معیت، معرفت و مشاہدہ اور حضور سرورِ کونین ﷺ کی مکمل پیروی اور سُنّتِ رسُول ﷺ کی حفاظت کا حق ادا کردیا اور یہ کہ آپ کی توجّہ اپنے ربّ اور اُس کے رسُول ﷺ کی طرف اِتنی زیادہ تھی کہ آپ نے دُنیاوی شان و شوکت، مال و اسباب، نمود و نمائش اور نام و نسب کی طرف کبھی نظرِ اِلتفات ہی نہ کی۔

یہ فیضِ نظر آپ کے بیٹوں میں بھی نظر آتا ہے جنہوں نے اپنے والد گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دینِ اِسلام اور طریقتِ نقشبندیہ مجدّدیہ کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ رسائیٔ فیض کا یہ سلسلہ آپ کی نسل میں جاری رہا اور آج بھی آپ کی اولاد میں علم و فضل اور تقویٰ و خدا خوفی کے حامل حضرات موجود ہیں۔ یہی وجہ رہی ہے کہ حضرت باباجی خواجۂ خواجگان، سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد خدمتِ دین میں منہمک و مصروف رہنے کے باعث اپنے نسب پر ہونے والی طعن و تشنیع سے اِعراض کرتی رہی اور نسب پر لگائے جانے والے اعتراضات کو کبھی درخورِ اِعتنا ہی نہ سمجھا۔

میرے مُربّی، میرے مُرشَد، والدِ گرامی حضرت علّامہ صوفی سیّد محمد مسعود الحسن گیلانی رحمۃ اللہ

علیہ مصنف ''توضیحاتِ مجددیہ'' نے بھی خانوادۂ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین ومخالفین کی اِس زبان درازی کو محسوس کرتے ہوئے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبِ پاک پر کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا اوراس پر چند اوراق لکھے بھی تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور آپ اِس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔

حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب پر جب کبھی لوگوں کے اعتراضات سننے میں آتے تو دِل میں اِرادہ پیدا ہوتا تھا کہ اِس معاملہ پر تفصیلاً لکھا جائے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ یہ کوئی ایسا موضوع نہیں، جس پر لکھنے سے آخرت میں فائدہ ہو اور حسابِ قبر سے جان چھوٹے۔اگر کچھ لکھنا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق عطا ہونے پر دینِ اسلام پر موجودہ دَور میں غیر مسلموں اور بدعقیدہ لوگوں کی یلغار کے خلاف لکھا جائے تاکہ لوگ بدعقیدہ ہونے سے بچ سکیں۔یہی بات سوچ کر اس اِرادہ کو تَرک کرتا رہا کہ کیا میری آخرت میں نجات کا دارومدار کسی کے مجھے سیّد ماننے پر ہے یا نجات کا مدار صحیح عقیدۂ اہل سُنّت پر قائم رہنے میں ہے۔یقیناً نجاتِ اُخروی دُرست عقیدہ وعمل پر ہی ہوگی۔

آج قریباً دو سال ہونے کو ہیں کہ سانگلہ ہل سے عزیزم محمد آصف سعید اور پیر اِعجاز احمد مجدّدی خلیفۂ مجاز، آستانۂ عالیہ چوراشریف نے بذریعہ ٹیلیفون بتایا کہ علی پور کے چند خلفاؑ نے سانگلہ ہل کے بھرے بازار میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کے بارے میں طعن وتشنیع کی ہے اور باباجی صاحب کی اولاد کے بارے میں بے ہودہ زَبان استعمال کی ہے۔پھر باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ساتھ بے پناہ محبت کرنے والے اور وفا شعار علاّمہ حاجی محمد خلیل مجدّدی سانگلہ ہل، خلیفۂ مجاز آستانۂ عالیہ چوراشریف نے بھی کہا کہ اب پانی سر سے گزرنے لگا ہے لہٰذا اِس سازِش کو بے نقاب کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

اِس صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ اب حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی

رحمۃ اللہ علیہ کی عزّت و آبرو پر حرف آنے لگا ہے لہٰذا غیرتِ سادات کا تقاضا ہے کہ اِس وقت سِلے لب کھل جائیں اور قلم صفحۂ قِرطاس پر حقیقتوں کو بے نقاب کر دے۔ اِس طرح اِس کتاب کی تصنیف کے اصل محرّک جناب علاّمہ محمد خلیل مجدّدی صاحب ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب اِس تمام صورتِ حال کو برادرِ عزیز علاّمہ پیر سیّد مطیع قادر گیلانی کے سامنے رکھا اور اِس موضوع پر لکھنے کا اِرادہ ظاہر کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ پہلے ہی اس معاملہ پر کام کر رہے ہیں چنانچہ ہم دونوں بھائیوں نے مل کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ برادرِ عزیز نے میرے ساتھ مختلف سفر کئے۔ ہم مختلف لوگوں کے پاس اُن کی لائبریریوں میں کُتب الانساب کی تلاش میں گئے۔ بعض مقامات پر سخت دِل آزار گفتگو کو بھی برداشت کرنا پڑا۔ بعض اوقات مایوسیوں کے بادِل بھی چھانے لگے لیکن میرے بھائی نے عزم و ہمّت میں کمی نہ آنے دی۔ پھر تحریر میں کئی مقامات پر آپ کی تجویز پر اِضافے کئے گئے، کتابوں کے حوالہ جات بھی فراہم کرتے رہے گویا کہ اِس تصنیف میں اُن کا برابر کا حصّہ ہے۔ اگر پیر سیّد مطیع قادر شاہ گیلانی میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں یہ بات برملا کہتا ہوں کہ یہ کتاب اِس طرح آپ کے ہاتھوں میں نہیں آتی۔ اِسی لئے اُن کی بے مثال معاونت پر اُن کا نام اِس تصنیف کے معاون مصنف کے طور پر کتاب کی زینت بنا ہے۔

اِس میں یہ بھی عرض ہے کہ جب یہ کتاب ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ مبارک کے سامنے پیش ہو تو وہ ہم دونوں بھائیوں پر ایک ساتھ نظرِ کرم فرمائیں اور بروزِ حشر اپنے دامنِ عاطفت میں چھپالیں۔

جب ہم نے اِس کام کی ابتدا کی تو یہ فیصلہ کیا کہ یہ کام پوری دیانت داری سے کرنا ہے اور ٹھوس شواہد کی روشنی میں کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے، اگر ہمارا نسب فارُوقی ہے جیسا کہ باباجی سیّد نور محمد

گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب پر اِلزام تراشی کرنے والوں کا خیال ہے تو ہم اِس کا برملا اظہار کریں گے اور اگر ہمارا نسب سید گیلانی ہے تو اس کو پُورے دلائل کی روشنی میں قبول کریں گے کیونکہ ہمیں اِس معاملہ پر اپنے ربّ کی بارگاہ میں جواب دِہ ہونا ہے اور ہم اپنی آخرت پر یقین رکھتے ہوئے ایسا کام نہیں کریں گے جو ہماری عاقبت تباہ و برباد کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ جب تک ہمیں شرحِ صدر حاصل نہ ہوئی ہم نے شجرۂ نسب سادات گیلانیہ چوراہیہ کو حتمی طور پر قبول نہ کیا لیکن جب اِس پر کُتبِ تاریخ و انساب کے مستند حوالے اور دیگر دستاویزی ثبوت (جو اِس کتاب کا حصہ ہیں) مِل گئے تو ہم پورے یقین کے ساتھ اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ شجرۂ نسب جس کو خاندانِ چوراہیہ کے تمام افراد درُست تسلیم کرتے ہیں اور اس کی اِشاعت کرتے ہیں، یہی ہمارا صحیح شجرۂ نسب ہے۔ اِس سلسلہ میں ہماری دیانتداری کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ہم نے حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ شجرۂ نسب میں بھی ایک مقام پر ناموں کی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو درُست کر دیا ہے اگرچہ یہ غلطی اتنی بڑی نہیں تھی کہ قابلِ گرفت ٹھہرتی کیونکہ یہ عام طور پر ہوتا ہے کہ حسن نام کی بجائے حسین لکھا جاسکتا ہے اور حسین کی جگہ کتابت کی غلطی سے حسن لکھا جاسکتا ہے۔

ہم اپنے تمام بزرگوں کا احترام کرنے والے ہیں لیکن ہم نے دیانتداری کے اُصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ شجرۂ نسب کو بھی کتبِ انساب کی روشنی میں کڑے معیار پر پرکھا ہے اور کچھ وقت کے لئے اِس بات کو فراموش کر دیا کہ اس شجرۂ نسب کو کس بُزرگ ہستی نے نقل کیا ہے۔

آپ خود اندازہ لگائیں کہ جب اِس قدر سخت شرائط پر ایک دستاویز کو پرکھا جائے اور وہ درُست ثابت ہو جائے تو پھر لامحالہ اُس کو قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی۔ موجودہ تحریف شدہ ''انوارِ تیراہی'' میں تحریر کردہ شجرۂ نسب فاروقی تو اِس قابل بھی نہیں کہ اُس کو ایک

معقول تحریر بھی تسلیم کیا جائے۔اِس کی حیثیت تو کسی اخباری خبر جتنی بھی نہیں۔

اِس کے علاوہ قارئینِ کرام کی آسانی کی خاطر ہم نے تمام دستاویزات وکتب کے حوالہ جات کی سکین شدہ فوٹو کاپیاں مطلوبہ مقامات پر لگا دی ہیں تا کہ کتاب کے مطالعہ کے دوران حوالہ تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔اِس طرح مزید تحقیق کرنے والوں کے لئے بھی راستہ آسان ہو جائے گا اور ناقدین بھی آئیں بائیں شائیں نہ کر سکیں گے۔

یہاں اِس بات کا ذکر کرنا شُکرانِ نعمت کے طور پر ضروری ہے کہ اِس کتاب کے لئے کُتبِ تاریخ وانساب سے اور مصدّقہ دستاویزات سے ثبوت اِکٹھے کرنا کوئی آسان کام نہ تھا جس سے اِس طرح کا تحقیقی کام کرنے والے ہی بخوبی آگاہ ہو سکتے ہیں۔اِس راستے پر چلتے ہوئے جب بھی کبھی مایُوسیوں نے گھیر لیا یا بعض لوگوں کے رویّوں اور حوصلہ شکنی سے دِل گرفتگی محسوس ہوئی تو مَیں اپنے جدِّ اعلیٰ خواجۂ خواجگان حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ گوہر بار میں جا کر بیٹھ جاتا،آپ کی بارگاہ میں فاتحہ ہدیہ کرتا اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کرتا تو بعض اوقات اُسی وقت عُقدہ کشائی ہو جاتی یا ایک آدھ دن میں مسئلہ حل ہو جاتا۔مَیں جہاں تحقیق کے دروازے کو بند سمجھنے لگتا تھا تو وہاں سے میرے باباجی علیہ الرحمہ کا رُوحانی تصرُّف کئی دروازے کھول دیتا رہا ہے۔ہمیں اپنی تحقیق کے لئے ایسے ثبوت ملے جس کا ہمیں وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ کتاب دراصل ہمارے جدِّ اعلیٰ کی زندہ کرامت ہے اور مَیں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا بابا زندہ ہے،ہمارے بابا کی قبر زندہ ہے۔ہمارے بابا کی رُوح اعلیٰ علییّن سے باذن اللہ تصرُّف کرتی ہے اور مانگنے والوں کی جھولی میں گوہرِ آبدار ڈال دیتی ہے۔حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نظرِ عنایت ہی تو ہے کہ اہلِ اسباب ووسائل کی موجودگی میں اِتنا بڑا کام دو بے وسائل اشخاص کے ہاتھوں کروا دیا۔

کاش باباجی علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات کے حامِل ہونے کا دُنیا میں ڈھنڈورا پیٹنے

والے آپ کے قدموں میں بیٹھ کر مراقب ہوتے تو اُن پر بھی بے شمار عقدے کھلتے۔ اللہ کریم ہمیں بھی اور اِس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو بھی آپ کے فیض سے نوازیں اور عقلِ سلیم کے ساتھ اِس معاملہ کو سمجھنے کی توفیق بخشیں۔

یہاں برادرِ محترم سیّد واجد علی شاہ گیلانی مدظلہٗ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے کمال شفقت و محبّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِنتہائی قیمتی اور نایاب دستاویزات کی اصل کاپیاں اِس بندۂ ناچیز کے حوالہ کر دیں جو اِس کتاب میں بطور حوالہ پیش کی گئی ہیں۔ مَیں تاحیات اُن کے اِس احسان اور محبّت کا شکرگزار رہوں گا۔

پیر سیّد سعادت علی شاہ گیلانی نے بھی ہماری بے لوث رہنمائی کی اور قیمتی دستاویزات فراہم کیں۔ حضرت علّامہ پیر سیّد فاروق الاسلام گیلانی مدظلہٗ نے تو بے حد شفقت و محبّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی دستاویزات فراہم کیں جن کے خلاف کوئی بھی صاحبِ علم بات نہیں کر سکے گا۔

برادرِ عزیز علّامہ سیّد فیصل محمود شاہ گیلانی نے بھی مفید مشوروں سے نوازا۔ بعض عبارات کی تصحیح میں مدد فراہم کی جس کے لئے ہم اُن کے بھی شکر گزار ہیں۔

اس کام کی اِبتداء میں برادرِ عزیز علّامہ سیّد مطیع قادر گیلانی اور مَیں، ایک عظیم محقّق سیّد علی اکبر گیلانی، حال مقیم چک شہزاد، راولپنڈی کے پاس گئے۔ ہم نے اِس سلسلہ میں جتنے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اُن سب میں سے جناب سیّد علی اکبر گیلانی مدظلہٗ کو نہایت مشفق و مہربان پایا۔ آپ نے اِس کتاب کی تحقیق کے لئے رہنمائی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا بلکہ ایک نایاب کتاب کو حاصل کرنے میں مدد فرمائی جس کے لئے ہم زندگی بھر اُن کے مشکور رہیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ اِس کام میں باباجی صاحب علیہ الرحمہ کی تمام اولاد نے ہر قدم پر ہماری حوصلہ افزائی کی۔ اُن میں حضرت سیّد طفیل حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حوصلہ افزائی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مَیں جب بھی آپ کو کسی دستاویز یا ثبوت کے ملنے کی خوشخبری سناتا تھا تو آپ کی

آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو جاتی تھی اور دُعاؤں سے نوازتے تھے ، حضرت پیر سیّد گلزار حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ، پیر سیّد ممتاز حسین شاہ گیلانی ، پیر سیّد کبیر علی شاہ گیلانی ، پیر سیّد شبیّر علی شاہ گیلانی ، سیّد محمد طیّب شاہ گیلانی ، پیر سیّد الطاف حسین شاہ گیلانی ، پیر سیّد ظاہر حسین شاہ گیلانی ، پیر سیّد شوکت حسین شاہ گیلانی ، پیر سیّد جاوید احمد شاہ گیلانی ، سیّد اِکرام حسین شاہ گیلانی ، پیر سیّد غیاث محمود شاہ گیلانی ، پیر سیّد وحید احمد گیلانی ، پیر سیّد تنویر احمد گیلانی ، پیر سیّد علی عبّاس حسینی گیلانی ، پیر سیّد رضی عباس حسینی گیلانی ، پیر سیّد اشتیاق حسین گیلانی ، پیر سیّد اشفاق حسین گیلانی ، پیر سیّد اظہار احمد گیلانی ، علّامہ پیر سیّد اویس محبوب گیلانی ، ، پیر سیّد سیف اللہ شاہ خالد گیلانی ، پیر سیّد اسد اللہ شاہ غالب گیلانی ، پیر سیّد جواد علی شاہ گیلانی ، پیر سیّد اِقتدار علی دارا شاہ گیلانی ، پیر سیّد ابو بکر شاہ گیلانی نے بھی مکمل تائید کی ۔

جب حضرت پیر سیّد عابد حسین شاہ گیلانی اور حضرت پیر سیّد اعجاز حسین شاہ گیلانی سجادہ نشینان آستانۂ عالیہ چورا شریف ، حال مقیم قصر عارِفاں گوجرانوالہ کو بذریعہ ٹیلیفون حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر تحقیق کے بارے میں بتایا تو آپ نے اِس پر بے حد خوشی کا اِظہار کیا اور دُعاؤں سے نوازا ۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اِس کتاب کی تصنیف میں ہمیں باباجی خواجہ سید نور محمد شاہ گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ کی تمام اولاد کی تائید وحمایت حاصِل رہی ۔ ہم باباجی علیہ الرحمہ کی تمام اولاد سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ اِس کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے تبصرہ سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں حضرت باباجی سیّد نور محمد شاہ گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ کی تمام اولاد کے خیالات اِس کتاب کا حصّہ بن کر تاریخ بن جائیں ۔

یہاں اپنے بھائیوں کا ذکر بھی ضروری ہے ۔ میرے بڑے بھائی حضرت پیر سیّد ظفر مسعود گیلانی کی دُعائیں ہر وقت ساتھ رہیں بلکہ آپ نے ایک بہت نایاب کتاب فراہم

کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اِس کتاب کی فراہمی کی وجہ سے ہم اپنی تحقیق کی بلندی تک پہنچے۔ اگر یہ کتاب دستیاب نہ ہو پاتی تو ہماری تحقیق اِس معیار کو نہ پہنچتی لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ اِس کتاب کی تکمیل میں آپ کا اہم کردار ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

اِس کے ساتھ برادرِ عزیز پیر سیّد طارِق مسعود گیلانی (ڈرگ کنٹرولر، ڈسٹرکٹ اٹک) کا تعاوُن بھی قابلِ قدر رہے، جن کی خدمت کے جذبے نے مجھے اِس کتاب کی تصنیف کے لئے وقت فراہم کیا اور جس بھائی کی وجہ سے مَیں فکرِ معاش سے آسودہ ہوں۔ میرے اِس عزیز بھائی کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اِتنی محبّت و خدمت کرنے والے بھائی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مقام و مرتبہ میں مزید اِضافہ فرمائے۔

قارئینِ کرام کی خدمت میں گزارِش ہے کہ اِس کتاب کے مطالعہ کے دوران کچھ باتیں تلخ بھی ہیں، جن کو برداشت کرنے کی اِستدعا ہے۔ اَخلاقِ نبوی ﷺ کا تقاضا ہے کہ کسی کی دِل آزاری نہ کی جائے لیکن ایمان کے معاملہ میں نرمی اختیار کرنا بھی بے حمیّتی ہے، جس کی غیرتِ ایمانی اجازت نہیں دیتی۔ چونکہ حضرت خواجہ سیّد نورمحمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عزّت و آبرو کا تحفُظ میرے ایمان کا حصہ ہے اِس لئے یہ تلخ نوائی میری تحریر میں اُتر آئی ہے اگر ہمارے بزرگوں کی عزّت کو اُچھالا نہ جاتا تو ہم بھی اظہارِ حقیقت میں جارحانہ رویّہ اِختیار نہ کرتے۔ مجھے اُمید ہے کہ اگر آپ ہماری گزارشات کو اِنصاف کے ترازو میں رکھ کر تولیں گے تو ہماری تحریر کی تلخی مٹھاس میں بدل جائے گی۔

کتاب کے مطالعہ کے دوران اگر کوئی کتابت یا حوالہ کی غلطی پائیں تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اِس کی تصحیح کر دی جائے۔

پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی

ایم۔ اے ، اسلامک سٹڈیز (پنجاب یونیورسٹی)

(آستانۂ عالیہ چوراشریف)

مقدّمہ

علّامہ پیر سیّد مطیع قادر گیلانی

(سجادہ نشین، آستانہ عالیہ چوراشریف)

الحمد للہ الّذی خص من شاء من عبادہٖ فی عالم القضاء بالایمان و ھداہ بجودہٖ الی معرفۃ نور وجودہٖ و ظھور شھودہٖ فی مقام العرفان والّذی خلق الانسان وفضلہٖ علیٰ سائر الخلق و جعل شعوباً و قبائل لتعارفھم بینھم والصلواۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سیّدنا و مولانا محمّد من اولاد عدنان وآلہ الکرام واصحابہ الفخام الی یوم القیام و علی اتباعہٖ خلاصۃ اھل الادیان۔ امّا بعد۔ تخلیقِ انسان کے بعد اللہ ربُّ العزّت نے شرفِ سیادت کا تاج حضرتِ اِنسان کے سر رکھااور اپنی مخلوقات میں سے اِس تخلیق کو سب سے اعلیٰ وافضل قرار دیا :

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيۡٓ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيۡلًا ۝۷۰ (بنی اسرائیل)

اور اِسی طرح فرمایا :

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ۝۱ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ۝۲ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ۝۳ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۝۴

لیکن یہ قرآنِ مجید ہی ہے جو اِنسان کو یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ اس کی اصل کیا ہے؟ اپنے مادہ کے حساب سے تو سب اِنسان ایک جیسے ہیں لیس لابن البیضاء علیٰ ابن السوداء فضل الّا بالتقویٰ (کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے)، پھر فرمایا کہ یہ جو ہم نے تمہیں خاندانوں میں بانٹ دیا۔ رنگ، نسل اور ذات برادری کی تقسیم کردی،

یہ فقط اِس لئے ہے تا کہ تمہاری پہچان ہو سکے اور تم اپنے علاقہ، اپنے خاندان کے حساب سے پہچانے جا سکو اور اپنی نسل کی حفاظت کر سکو۔قرآن تو یہی کہتا ہے کہ اِنسانوں میں نظامِ ذات و خاندان فقط پہچان کے لئے ہے۔الگ ثقافت،تہذیب وتمدّن کی پہچان اور بقا کے لئے تا کہ کائنات میں جس طرح اللہ جلّ مجدُہٗ نے مختلف رنگ و روپ کے اِنسان پیدا کر کے کائنات کو حُسن بخشا،ایسے ہی اِن ''مختلفُ الالوان'' لوگوں کے مختلف انداز،اُن کی جدا جدا تہذیب و ثقافت کائنات کے حُسن وخوبصُورتی میں اِضافہ کا باعث بنتی رہے۔

یہ نظامِ ذات و خاندان قطعاً اِس لئے نہ تھا کہ اِنسان اپنی ذات پر فخر کرے یا خود کو کمتر جانے۔قابلِ فخر تو صرف اُسی کی ذات ہے،جو اللہ کا تقویٰ اور اس کا قرب رکھنے والا ہے اور کمتر وہ ہے،جو اللہ تعالیٰ سے دُور اور اُس کی نافرمانی میں زندگی گزارنے والا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بَیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :

> ''قیامت کے دن اللہ عزَّ وجلّ فرمائیں گے،مَیں نے تمھیں حکم دیا تھا اور تم نے مجھ سے کئے ہوئے وعدے کو برباد کر دیا۔تم نے اپنے نسب بلند کئے اور آج میں اپنا نسب بلند کروں گا اور تمہارے نسبوں کو ضائع کر دوں گا۔(پھر اعلان ہو گا) کہاں ہیں متّقی؟ کہاں ہیں متّقی؟'' (شعب الایمان)

اِس تمہید کا مقصد یہ بَیان کرنا تھا کہ اہلِ حق کے نزدیک خاندانی وجاہت سوائے اللہ تعالیٰ کے اِحسان کے اور کچھ نہیں کہ اِنسان دُنیاوی طور پر ایک اچھے خاندان میں پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا ممنون و مشکور رہے لیکن خاندانی وجاہت کوئی ایسی بات بھی نہیں کہ اِنسان فخر کا اظہار کرے اور اس پر تکبّر کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری اُمت میں دَورِ جاہلیت کی چار بُرائیاں موجود رہیں گی اور اُن برائیوں میں سے ایک بُرائی اپنے نسب و خاندان پر فخر کرنا ہے لیکن یہ عمل اُن

لوگوں کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتے ہیں ۔حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت کی اِتباع سے محروم ہوتے ہیں اور فرامینِ رسول ﷺ سے بے بہرہ۔

دو صدیاں ہونے کو آئی ہیں کہ سرزمینِ چوراشریف سے اللہ کے دین کی ترویج اور سُنّتِ مصطفیٰ علیہ التحیّۃُ والثّناء کے احیاء کی تحریک جاری ہے اور ہزاروں لاکھوں غلامانِ مصطفیٰ علیٰ مولاہُم التحیّۃُ والثّناء اپنی دینی اور رُوحانی پیاس بجھانے کے لئے اِس سرزمین کا رُخ کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوگی کہ جولوگ دُوسروں کو دین کی تعلیم اور سنّتِ رسول ﷺ کی پیروی کا درس دے رہے ہوں وہ خود "لِمَ تقولون ما لا تفعلون" کا مِصداق نظر آئیں۔ بزرگانِ چوراشریف پر ایک بہت بڑا بہتان ہے کہ وہ نعوذُ باللہ اپنے نسب کی تبدیلی کا اِرتکاب کر چکے ہیں اور سادات گھرانے سے اپنا نسب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ" قیامت کے دِن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب کے۔"یعنی رسولِ کریم ﷺ کے نسب سے ہونا یا اُن کے خاندان سے تعلق جوڑنا فقط اِس لئے بہتر ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے نسب سے ہوگا یا اُس کو خاندانِ رسول علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام سے نسبت ہوگی ،اُس کو اِس نسبت کا بڑا فائدہ عنداللہ آخرت میں حاصل ہوگا۔مگر سیّد ہونا کسی طور بھی دُنیاوی اِعتبار سے فخر ومباہات کا باعث نہیں کہ اِنسان اپنا نسب چھوڑ کر خود کو سیّد کہلوانا شروع کر دے۔اِس طرح تو وہ دُہرے گناہ کا اِرتکاب کرتا ہے ایک اپنے نسب کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف خود کو منسوب کرنے کا یعنی نسب بدلنے کا گناہ اور دوسرا اُس نسب پر فخر کرنے کا گناہ ،جس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

آلِ رسول ﷺ کی تو پہچان ہی یہی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اِس راہ پر لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " مَیں تم میں

کتاب اللہ اور اپنی آل کو چھوڑے جارہا ہوں اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس حاضر کردیئے جائیں۔''

چوراشریف کی سرزمین پر جب سے باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قدم رکھا اُس وقت سے لے کر آج کے دور تک کوئی وقت بھی ایسا نہ گزرا ، جب خاندانِ چوراشریف کے بزرگوں میں کوئی عالمِ دین نہ رہا ہو بلکہ یہ تاریخ کا حصّہ ہے اور گزشتہ فرمانِ مصطفےٰ ﷺ کے مطابق سند بھی ۔ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اَسلاف اور اَخلاف سب کے سب دینِ مبین کی تعلیمات سے آگاہ اور ان کے مبلّغ رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اعتراض کرنے والوں کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ چوراشریف کے بزرگوں کا نسب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کو یہ تبدیل کرکے خود کو سیّد کہلواتے ہیں تو مَیں یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ چوراشریف والے اگر فاروقی النّسب تھے تو ان کو اپنا نسب بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے منسوب ہونا بھی تو باعثِ افتخار ہے۔ آپ کا تعلّق بھی تو عرب کے اعلیٰ قبیلہ قریش سے ہی ہے، نہ تو چوراشریف کے بزرگوں کا تعلّق کسی دُنیاوی کم مقام والے خاندان سے ہو اور نہ ہی وہ بدعقیدہ ہوں پھر سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے قدموں سے لگنے والی خاک کو بھی جو اپنے سر کا تاج سمجھیں، اُنہیں کیا عار تھی کہ وہ خود کو فاروقی النّسب کہلوانے میں شرم محسوس کرتے۔ مزید یہ کہ برِّصغیر پاک و ہند کے اولیائے کبار کی ایک کثیر تعداد کا تعلّق سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی ، حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر اور حضرت مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی نوّر اللہ مرقدُہم وغیرہ۔

چوراشریف کے بُزرگ، طریقت میں بھی حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے پیروکار ہیں تو یہ بات اُن کے لئے سرمایہ افتخار بنتی کہ اُن کا نسب بھی اُسی لڑی سے ملتا ہو۔ کسی صورت بھی

کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی کہ خاندانِ ساداتِ چوراشریف کو اپنا نسب بدلنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ہاں کوئی یہ ثابت کرتا کہ ہمارا تعلق کسی کم تر خاندان سے تھا اور پھر ہمارے آباؤ اجداد پر اِلزام تراشی کرتا تو بھی اُس کی بات پر توجُہ دینا اہلِ حق کا حق بنتا تھا مگر ہمیں سیّد نہ ہونے کا طعنہ دینے والے ہی ہمیں فاروقی النسب ثابت کرتے ہیں جو خود ایک وجیہہ اور باوقار خاندان ہے اور اِس سے تعلق رکھنے والے ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ وہ اپنا نسب تبدیل کرلیں۔ البتہ جن کے اپنے دامن تنگ اور داغدار ہوں، وہ دوسروں میں بھی وہی عیب محسوس کرتے ہیں جو اِن کی اپنی ذات میں پوشیدہ ہوں۔

زیرِ نظر کتاب، جس میں پیر سیّد بدرمسعود گیلانی عفا اللہ عنہ نے بڑی کاوِش سے خاندانِ ساداتِ چوراہیہ پر ہونے والے رکیق حملوں کا مدلّل جواب دیا ہے۔ اِس پر بحث سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ سے ملاقات کرنے والے اور اِس معاملہ پر مجھ سے سوال کرنے والے بخوبی آگاہ ہیں کہ مَیں نے ہمیشہ اُن سے یہی کہا کہ بھائی! اوّل میں جانتا ہوں کہ اگر میرا عمل اچھا ہے اور مَیں مصطفےٰ کریم ﷺ کی شریعت کی اِتّباع کرنے والا ہوں تو مجھے کچھ خوف نہیں۔ آخرت میں آپؐ کی محبت اور آپؐ کی اِتّباع ہی میرے کام آئے گی اور اگر مَیں آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والا نہیں تو پھر فقط نسبِ رسول ﷺ مجھے نارِ جہنم سے بچانے والا نہیں تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے مَیں خواہ مخواہ اپنا نسب چھوڑ کر اپنے آپ کو حضور ﷺ کے نسب سے منسوب کروں۔ دوئم یہ کہ خاندانی اِعتبار سے بھی ہم کمزور لوگ نہیں، اپنی زمینیں ہیں اور ہمارا شروع سے ہی خوشحال خاندان تھا اور یہ بھی کہ بعض لوگ اپنی پیری چمکانے کے لئے بھی اپنے آپ کو سیّد کہلوانا شروع کر دیتے ہیں لیکن یہاں یہ معاملہ بھی نہیں۔ باباجی سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی، باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہما اور آپ کے بیٹے سب کے سب بفضلِ الٰہی ایسے مقامات پر تھے کہ اُن کی اولاد کو

اپنے تعارُف کے لئے صرف اُن کا حوالہ ہی کافی تھا، اپنا نسب بدلنے کی ضرورت نہ تھی۔

ایک مرتبہ مَیں نے اپنے نانا جان پیر سیّد محمد امین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضور! آپ تو حضرت سیدفقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں اور ہمارے خاندان میں آپ سے بہتر اب کوئی نہیں جو ہمیں باباجی سیدفقیر محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے حالات سے آگاہ کر سکے، آپ ہی بتائیں کہ ہم کون ہیں؟ کیا ہم نے واقعی اپنا نسب بدلا ہے یا کہ ہم سیّد ہی ہیں؟ تو آپ فرمانے لگے کہ سچی بات یہی ہے کہ ہم سیّد ہیں اور اِس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ میرے تایا جان حضرت پیر سیّد اختر حسین شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کا واقعہ تو میرے سامنے کا ہے کہ جب گوجرہ کے قریب کے ایک مصنوعی سیّد صاحب نے آپ پر زبانِ طعن دراز کی تو آپ نے اِعلانیہ فرمایا کہ پیر صاحب کو جا کر میرا پیغام دو کہ فلاں تاریخ کو وہ بھی فلاں میدان میں آجائیں اور مَیں بھی آتا ہوں۔ دو جگہوں پر آگ جلائیں گے اور دونوں بیک وقت آگ میں سے گزریں گے جو بچ گیا وہی سیّد ہوگا۔ مگر علاقہ کے لوگ گواہ ہیں کہ اس مردِ درویش کی پکار پر اُن سیّد صاحب کو حوصلہ نہ ہوا کہ کوئی جواب بھی دے سکیں مقابلہ تو دُور کی بات ہے۔

ایک اور عقلی دلیل قارئین کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ کسی بھی بات کو سمجھانے کا طریق یہی ہے کہ وہ عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل سے سمجھائی جائے تا کہ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق سمجھ سکے۔ مَیں بھی علماء کے دسترخوان کا خوشہ چیں ہونے کی بناء پر اس نہج پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

یہ بات تو سب جانتے اور کرتے ہیں کہ جو شخص اپنا نسب بدل کر خود کو دوسرے سے منسوب کرے اللہ جلّ مجدُہٗ اور اُس کے رسول ﷺ نے اُس پر لعنت فرمائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ”جس نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُس کو علم تھا کہ وہ اُس کا باپ نہیں ہے تو اُس پر

جنّت حرام ہے۔''(متفق علیہ)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا، ''اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو۔جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا اُس نے کفر کیا۔'' (متفق علیہ) یہ فرامینِ رسول اِس بات کے شاہد ہیں کہ جو شخص اپنا نسب تبدیل کرتا ہے، اللہ جلّ مجدُہٗ اور رسول اللہ ﷺ اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اُس کے لئے ہدایت کی کوئی اُمید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔بغیر توبہ کے مرے گا تو جہنم اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔

اگر میری یہ بات صحیح ہے اور بالیقین صحیح ہے تو پھر ہونا یہ چاہیے تھا کہ جب خاندانِ ساداتِ چورا شریف کے لوگ اپنا نسب بدلتے تو اللہ تعالیٰ کے عرفان و اِنعام کا سلسلہ بند ہو جاتا۔جس کے نتیجے میں یہ لوگ بدعات کے مرتکب ہوتے، معاصی میں گم ہوتے اور راہِ ہدایت سے دُور ہو جاتے۔ایک عام گنہگار بھی اللہ کے قرب کی لذّتوں سے محروم ہو جاتا ہے تو جس کے لئے جہنم کی وعید خود رسول اللہ ﷺ سنا کر جا رہے ہوں تو اُس کے مقرب اِلی اللہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لیکن اِدھر حالت یہ ہے کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چاروں فرزند اور اُن کی تمام اولاد الحمدللہ! اِس دَور تک نہ صرف دین کی تعلیمات سے آگاہ اور سنتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر کاربند رہے بلکہ اِس خاندان کے بزرگوں نے وہ مراتب حاصل کئے کہ جن بندگانِ خدا کے تعارُف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی کام پر قسم کھالیں تو اللہ (اُن کی عزّت افزائی کے لئے) وہ کام کر دیتے ہیں۔

مثالیں اور کرامات سنانے کی طرف نہیں جاؤں گا مگر اِتنا ضرور کہوں گا کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت اور آپ کی اولاد کے اپنے موقف کے حق پر ہونے کی سب سے بڑی گواہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باباجی علیہ الرحمہ کی چھٹی پشت تک آنے والے سب لوگوں کو ایسا نورِ ہدایت نصیب فرمایا ہے کہ دُنیا میں ایسے خاندان کم کم ہی نظر آتے ہیں جہاں چھٹی پشت تک فیض کا سلسلہ جاری و ساری ہو، ورنہ عموماً ایک بزرگ کے گزرنے کے بعد

اُن کی اولاد یا پھر اُن کی اگلی اولادیں دین سے دُور اور دُنیا کے قریب ہو جاتی
چوراشریف کی سرزمین پر بسنے والے حضرات کسی دَور میں بھی دین سے نہ تو دُور رہوئے ا
دُنیا کے حریص ہوئے ۔(الحمدلِلّٰہ علیٰ ذٰلک)

پیر سیّد بدر مسعود گیلانی صاحب نے خاندانِ ساداتِ چوراشریف پر اُٹھنے والی ا
توڑنے اور کھلنے والی زُبانوں پر قفل لگانے کا بیڑا اُٹھایا تو اللہ جلّ مجدُہٗ کی مدد بھی آ
شامِل حال ہوگئی ۔عُقدے کھلتے گئے ، راستے بنتے گئے اور آج یہ کتاب مُدلّل صورت ۔
کے ہاتھوں میں ہے ، جو مؤلف کی محنت ، لگن اور محبّت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔جس اندا
اِعتراض کا جواب دیا گیا ہے اِس کے بعد بھی اگر کوئی ذہن پراگندہ رہے تو اُس کے
میں اِظہارِ تاسُف کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے ۔لوگوں کی زُبانیں تو نسب رسول ﷺ پر بھی
ہوتیں ۔محبوب نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں کہنے والے بہت کچھ
ہیں ۔ہمیں ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں ، ہمیں اِس بات کا بھی دُکھ نہیں کہ لوگ
ہیں ۔فقط اپنی تشفّی اور محبّین باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تسلّی کے لئے
حاضِر ہے اور اُمید ہے کہ مُنصِف مزاج لوگ اور مصنّفین ، اب خاندانِ چوراشریف پر
اِس کتاب کو ضرور مدِنظر رکھیں گے ۔

اِس کتاب میں سب سے پہلے تو مصنّف صاحب نے اپنے بُزرگوں کی طرف
مقامات پر خریدی جانے والی جائیداد کی نقول کو پیش کر کے بتایا ہے کہ چوراشریف کے
نے جہاں بھی زمین خریدی ، وہاں اُن کا تعارُف سیّد ہونے کی حیثیت سے ہی ہو
چوراشریف کہ جہاں پر حضرت سیّد اِمام شاہ و سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کی طر
خریدی گئی جائیداد کے اسٹام پیپرز پر قوم ''سیّد'' ہی درج ہے ۔اِس میں یہ بتانا مقصود تھا
یا ہمارے باپ دادا نے خود کو بیسویں (20) صدی میں سیّد کہلوانا شروع نہیں کیا بلکہ

پہلے ہمارے بزرگ سیّد ہی لکھواتے اور اِسی نام سے موسُوم ہوتے تھے۔ اِسی طرح سیّد گل نبی گیلانی علیہ الرحمہ جو باباجی سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں، آپ کی چکار شریف کشمیر میں خریدی گئی جائیداد کی نقول پیش کی گئی ہیں، جن میں آپ کی قوم سیّد ہی درج ہے۔

حیرت ہے کہ جو لوگ شراب اور بھنگ کے عادی ہیں، دُنیاوی لذّتوں میں ڈوبے ہوئے دُنیا کی عیش و عشرت کے مزے لے رہے ہیں اور اُن خاندانوں میں کوئی بھی شخص دین کی تعلیم سے آگاہ نہیں وہ خود کو سیّد کہیں تو مان لیا جائے لیکن جہاں خواجۂ خواجگان سیّد گل نبی گیلانی، سیّد اِمام شاہ گیلانی، سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہم الرحمہ جیسے صاحبانِ علم وتقویٰ سے دستاویزی ثبوت موجود ہوں، جس خاندان میں ہر عرصۂ حیات میں علمائ موجود رہے ہوں اور جس خاندان کا ایک بچہ بھی سُنّت مصطفےٰ ﷺ سے رُوگردانی برداشت نہ کرتا ہو، اُس کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے؟

حضرات محترم! میرے دل میں خاندانِ علی پور شریف کی بے پناہ قدر و منزلت تھی اور اُن کے بزرگوں کی ہے بھی کہ میرے باباجی علیہ الرحمہ کے خدمت گار تھے، اُنہوں نے اپنی زندگیاں یہاں اُن کی خدمت میں گزاریں۔ میرے نانا جی قبلہ پیر سیّد محمد امین شاہ گیلانی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ''پیر علی حسین جب چورا شریف آتے تو وہ میرے گھر کے دروازے کے باہر پاؤں کے بل بیٹھ جاتے اور فرماتے، پیر صاحب لنگر سے جو ٹکڑے بچ گئے ہیں وہ میری جھولی میں ڈال دیں۔'' اُن کی یہ محبتیں اور عقیدتیں مجھے اُن کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتیں لیکن کیا کیا جائے کہ جب اِس معاملہ پر نظر ڈالی جائے تو سارے حوالے اِسی شہر کے آتے ہیں۔ مَیں نے بھی جب اِس معاملہ میں کچھ قدم اُٹھایا تو میری حیرت کی اِنتہا تھی کہ ساری کتابوں میں حوالہ نام نہاد کتاب ''انوارِ تیراہی'' کا ہوتا تھا اور لکھنے والے کا تعلق پیر جماعت علی صاحب کے خلفائ یا اُن کی اولاد کے مریدین سے ہوتا۔

کاش ایسا نہ ہوتا! کاش کہ ان بُزرگوں نے بھی لکھنے سے پہلے تحقیق کر لی ہوتی! ''انوارِ تیراہی'' کو حوالہ بنانے سے پہلے اُس کو جانچ لیا ہوتا۔شاید کچھ لوگوں کو مصنّف کی زبان میں کچھ سختی محسوس ہو لیکن جب کسی کو باپ کی گالی دی جائے تو اُس کی طرف سے نرمی کی اُمید نہیں کی جانی چاہیے۔ باباجی سیّد نور محُمّد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور باباجی سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار خلفاء ہیں لیکن کسی اور طرف سے کوئی ایک تحریر بھی نہیں ملتی بلکہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی نامدار علیہ الرحمہ کی شہادت اور آپ کے خلیفہ کی لکھی کتاب کی شہادت جو اِس کتاب میں درج کی گئی ہے وہ یہ بتاتی ہے کہ دوسرے خلفاء آپ کے خاندان کا تعارُف سید ہونے کی حیثیت سے ہی کرواتے اور سیّد کی حیثیت سے ہی آپ کو پہچانتے تھے۔

اگر تو اِن تمام مصنفین نے صرف ''انوارِ تیراہی'' کو ہی مستند تحریر گردانتے ہوئے خاندانِ ساداتِ چوراشریف پر اِلزام تراشی کی تو اب اُن لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور اِس حقیقت سے آگاہ ہو جانا چاہیے کہ ''انوارِ تیراہی'' کسی طور بھی خاندانِ سادات چوراشریف کے کسی بزرگ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں کیونکہ یہ کتاب خود اپنی تحریف کی گواہ ہے جیسا کہ کتاب کے پہلے صفحہ کو بطور گواہ پیش کیا گیا ہے۔

''بار ۱۹۱۰ء اوّل'' تحریر ہی غلط ہے۔کتاب چھاپنے والا بھلا اپنا چھاپہ خانہ بدنام کرے گا؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ''باراوّل ۱۹۱۰ء'' تحریر ہوتا جیسا کہ آگے تحریر ہے ''بار دوم در مطبع آرمی پریس نکل روڈ کراچی پاکستان طبع گردید''ایک تو یہ بھی درج نہیں کہ باراوّل کہاں سے چھاپی گئی اور دوئم بار دوم کی سن نہیں تحریر کی گئی جو اِس کی تحریف اور مصنّف یا محرّف کی بدنیّتی کی خود گواہ ہے۔

میرے ملنے والے جانتے ہیں کہ میں ''انوارِ تیراہی'' کے بارے میں ہمیشہ کہتا تھا کہ بھائی یہ ہمارے خاندان کی تحریر نہیں ۔اِس میں مصنف نے بس یہ کیا کہ ہمارے شجرہ سے اوپر

حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے آبا ؑ کے شجرہ کو من وعن ذِ کر کر دیا حالانکہ یہ سراسر غلط ہے ۔ جیسے کہ قدرت نے یہ بات ذہن میں ڈالی ہو اور اِس کی تصدیق برادرِ محترم سیّد بدر مسعود گیلانی کی یہ تحقیق کر رہی ہے جو اس شجرہ میں کی گئی غلطیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالحی علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے کسی شخص کا نام عبدالرسول نہ تھا بلکہ بلاوجہ سیّد عبدالرسول گیلانی علیہ الرحمہ کو آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔اور یہی وہ جگہ ہے جہاں ہمارے شجرہ کو مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے شجرہ سے منسلک کر دیا گیا لیکن قابلِ توجّہ امر یہ ہے کہ حضرت عبدالحی علیہ الرحمہ سے نیچے کچھ غلط تحریر ہوتا تو ہم بھی تسلیم کرتے ۔حضرت عبدالحی سے اوپر حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے آبا ؑ کے نام اور درج ہیں اور ہمارے شجرہ میں اور نام درج ہیں ۔کیا منصف مزاج شخص سوچ سکتا ہے کہ حضرت مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے آبا ؑ میں شیخ عبدالحی کے والد شیخ محمد ہوں اور ہمارے آبا ؑ میں اُنہی شیخ عبدالحی کے والد شیخ حبیب اللہ ٹھہریں ۔وہاں شیخ نورالدین کے والد شیخ نصیرالدین ہوں اور ہمارے شجرہ میں شیخ نورالدّین کے والد شیخ سلیمان ہوں جیسا کہ مصنف نے کتاب میں واضح کیا ہے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایک قبیح ترین تحریف بلکہ تصنیف ہے جس کو سیّد عادل گیلانی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر کے خاندانِ ساداتِ چوراشریف کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔مگر ہمیں تو یہی خبر ہے کہ عزّت و ذِلّت اللہ جلّ مجدُہٗ کے ہاتھ ہے ۔

کیا طُرفہ تماشا ہے کہ سیّد عادِل گیلانی علیہ الرحمہ کے والد بھی سیّد ہونے کا اِعلان کریں اور اُن کی اولاد بھی ابھی تک سیّد ہی لکھواتی ہے لیکن ’’انوارِ تیراہی‘‘ کا مصنّف حضرت سیّد عادل گیلانی علیہ الرحمہ کا نام لے کر اُن سے منسوب کرے کہ وہ فاروقی النّسب ہونے کے دعویدار تھے ۔اگر یہ تحریر درست ہوتی تو ان کی اولاد بھی اِس موقف کو تسلیم کرتی ۔اگر وہ بھی اِس موقف پر نہیں تو یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ انوارِ تیراہی کسی اور ہاتھ کی تحریر ہے،جس کو اصل ’’انوارِ تیراہی‘‘ کی جگہ

کراچی سے شائع کروایا گیااور اصل نسخہ معدوم کر دیا گیا۔جب ان کی اولاد ہی اِس تحریر کو قابلِ اِعتنا نہیں سمجھتی تو کسی دوسرے یا تیسرے کے لئے یہ بات قرینِ انصاف نہیں کہ وہ اِس تحریر کو قابلِ توجہ سمجھے اور اِس سے دلیل پکڑے۔

اِس کے علاوہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ مصنّف کتاب ہٰذا مدظلہٗ نے''انوارِ تیراہی'' کے مضامین میں متضاد گفتگو کو بیان کیا جو ایک ہی وقت میں ایک ہی ہاتھ سے کسی طور ممکن نہیں ہو سکتی۔ہاں! اگر کوئی اور کسی اور وقت میں لکھے تو یقیناً اس کا دھیان ایسی غلطی پر نہیں جا سکتا کہ وہ کیا لکھنے جا رہا ہے بلکہ قدرتِ الٰہی کا اِظہار بھی ہے کہ وہ مجرم سے ہمیشہ ایسی غلطیاں کروا دیتا ہے جو اس کے جُرم تک پہنچنے میں مدد دیتی ہیں۔

کتاب کے آخر میں اُن کتابوں کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے جو اِسی معاملہ کے ثبوت میں لکھی گئیں یا ان میں یہ تذکرہ کیا گیا کہ خاندانِ ساداتِ چوراہیہ فاروقی النّسب ہیں۔اِس میں بھی عجیب معاملہ یہی ہے کہ تمام تصنیفات کا پلیٹ فارم ایک ہی ہے اور وہ علی پور والے حضرات یا ان کے خلفاء ہیں۔ہم ایسے لوگوں سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کے پاس اپنے نسب کی تصدیق کے لئے کیا دلیل موجود ہے؟ جو وہ اپنے گریبان میں جھانکنے کے بجائے دوسروں پر انگلیاں اُٹھاتے ہیں۔بہتر یہی ہوگا کہ وہ تمام لوگ جو''انوارِ تیراہی'' کی بنیاد پر خاندانِ ساداتِ چوراہیہ پر طعن زنی کے مرتکب ہو رہے ہیں، اب وہ اِس اِرادہ اور عمل سے باز رہیں اور ہمارا معاملہ عنداللہ چھوڑ دیں۔ہماری نجات اور عزّت کا راستہ تقویٰ اور علم وعمل کا ہے نہ کہ فقط نسبی تعلق پر فخر ومباہات۔اللہ کریم ہماری اس کاوِش کو قبول فرمائیں اور جن لوگوں کے دِلوں میں باباجی سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے خاندان کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں، ان کو رفع فرمائیں۔(آمین)

شجرۂ نسب خاندانِ چوُرا شریف کا
تحقیقی جائزہ

مشائخ چُوراشریف کا شجرۂ نسب

حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی بن سیّد فیض اللہ تیراہی بن سیّد خان محمد گردیزی بن سیّد علی ولی محمد بن سیّد شیخ سلیمان بن سیّد شیخ سلطان بن سیّد شیخ الاسلام عبدالسلام بن سیّد عبدالرسول بن سیّد موسیٰ بن سیّد حسین بن سیّد ظہیر الدین ابوسعود میر شہاب الدین احمد متقی بن سیّد محی الدین ابونصر محمد بن سیّد عماد الدین ابوصالح نصر بن سیّد عبدالرزاق بن سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سیّد ابی عبداللہ بن سیّد یحییٰ الزاہد بن سیّد محمد بن سیّد داوٗد بن سیّد موسیٰ بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ الجون بن سیّد عبداللہ المحض والمجل بن سیّد حسن مثنیٰ بن حضرت سیّدنا اِمام حسن رضی اللہ عنہ بن سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم واز مادر سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شجرۂ نسب خاندانِ چوراشریف کا ایک جائزہ

نسب کی حقیقت اور سادات کا مقام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات)

ترجمہ: ’’اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔‘‘

قرآنِ مجید کی اِس آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزّت کا مقام اعلیٰ نسب نہیں بلکہ اعلیٰ حسب یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اعلیٰ نسبی اور نسلی تفاخُر کے بتوں کو اپنے قدموں کے نیچے رَوند کر دَورِ جاہلیت کے اُس تعصُب و غرُور کا خاتمہ کر دیا، جس نے پورے عرب معاشرے کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ مثل مشہور ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے لہٰذا آج پھر حضرت خواجۂ خواجگان قطبِ عالم سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو دورِ جاہلیت کی اِس بُری روایت کا مقابلہ درپیش ہے۔

قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا آیت کے پیشِ نظر دِل نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و عزّت والے مقام کی بجائے ایسی بات پر بحث کی جائے جس کی دین اسلام میں کوئی اہمیت ہی نہیں۔اگر اِسلام میں رنگ و نسل وجہِ افتخار ہوتی تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''سیّدنا بلال'' کہہ کر ہرگز نہ بلاتے۔البتہ حضور ﷺ کا اِرشادِ مبارک ہے کہ روزِ قیامت کوئی نسب باقی نہیں رہے گا سوائے میرے نسب کے۔اِس موضوع پر اِمام المتاخرین حضرت علّامہ ابو یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف ''اشرف الموبد لآلِ محمد'' میں فرماتے ہیں:

''امورِ دینیہ اور عقائدِ اِسلامیہ میں اہم اور مؤکد امر یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہر فرشتے اور ہر رسول سے افضل ترین ہیں اور آپ کی اصل و فرع تمام اُصول و فروع سے اشرف ہے۔کیسے نہ ہو آپ کے آباؑ و ابنا آپ کے نسب سے منسوب ہیں اور ان کا حسب آپ کے حسب سے مربوط ہے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''حضورِ اکرم ﷺ کی اولاد اِس اُمت کے لئے برکت ہے۔آپ کے اہلِ بیت دُنیا سے ظلمتوں کو دُور کرنے والے ہیں، اِس لئے ضروری ہے ہر زمانہ میں اِس کا ایک گروہ موجود رہے اور اِس کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کی بلاؤں کو دُور فرمائے۔یہ لوگ اہلِ زمین کے لئے امان ہیں، جس طرح ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔تو جو شخص اِن کے زمانہ میں اِن کی محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے اچھے افعال سے اپنے دعویٰ کی دلیل پر قائم نہیں ہوگا، اس کے بے کار اور جھوٹے دعویٰ کو مسترد کر دیا جائے گا۔اس کا دعویٰ اس وقت درست ہوگا جب وہ ان کو زبان اور قلم سے تکلیف نہیں پہنچائے گا اور نہ ہی آنکھ اور

انگلی سے ان کی تنقیص کی طرف اِشارہ کرے گا۔"

حضرت اِمام نبھانی مزید لکھتے ہیں:

"علّامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ کے اِختتام پر رقم طراز ہیں کہ اہلِ بیتِ نبوی اور سرّ علوی کی طرف نسبت رکھنے والا کبائر ،عدم دِیانت اور بے احتیاطی کا مرتکب ہو بھی تو اِس نسبت سے خارِج نہیں ہوتا۔ یہ تو ان حضرات کے لئے ہے جن کا سادات سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو۔ اگر کسی شخص کا سیّد ہونا مشکوک ہو اور اِس کا نسب شرعاً مان لیا گیا ہو تو ہر شخص پر اس کی تعظیم واجب ہے۔ اگر کسی شخص کا نسباً سیّد ہونا شرعاً یا دعویٰ کے طور پر ثابت نہ ہو اور اس کا کذب بھی ثابت نہ ہو تو اس کے حال کو تسلیم کرنا چاہیے۔ کوئی شخص سلامتی پر ہوتے ہوئے زہر نہیں کھاتا"

مندرجہ بالا تحریر کو پیشِ نظر رکھا جائے تو نسب سادات کا تقاضا ہے کہ اس نسب سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ کردار کے مالِک ہوں اور ان کی زِندگیاں روشن شریعت کی آئینہ دار ہوں لیکن آج کے اِس دور میں جب لوگوں کے پاس علم وتقویٰ اور بلندیٔ کردار کے اوصافِ حمیدہ نہیں رہے تو وہ دُنیا میں محض نسلی تفاخُر کی بنیاد پر اپنے باعزّت مقام کی تمنّا دِلوں میں پالے ہوئے ہیں تاکہ عوام الناس کی نظروں میں اپنی نسلی حیثیت جتا کر منفعت کے سامان فراہم کیئے جاسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے احساسِ کمتری کو کم کرنے (اور احساس خودنگری کو اُجاگر کرنے) کے لئے اولیاء اللہ بالخصوص خواجۂ خواجگان ،غوثِ زماں ،قطبِ دوراں ،حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبِ سادات پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کو ایک منظم مہم کی صورت میں اپنے گروہ سے وابستہ نام نہاد مولویوں اور خلفاً ومریدین کے ذریعے آگے بڑھا رہے ہیں۔

یہ بات افسوس سے کہنی پڑ رہی ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پیش پیش ہے ، اِس کی وضاحت آئندہ صفحات میں ہو جائے گی۔ حیرت کی بات تو یہ

ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے فیض یافتہ لوگوں میں بھی شمار کرتے ہیں اور ان کے خُلفاءَ میں شمار ہونے پر سرفرازی و افتخار کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ادب و احترام کی تمام حدُود کو پامال کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔منافقت کی اِس سے بڑھ کر اور کیا دلیل دی جا سکتی ہے۔

اس سازِشی ٹولہ نے عوام النّاس کے ذہنوں میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبِ سادات پر بہت سے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے ہیں جن کا ازالہ کرنا نہایت ضروری ہو گیا ہے۔اِس کے لیے ٹھوس دلائل وشواہد پیش کئے جائیں گے تاکہ باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین ومعاندین کے بے بنیاد پروپیگنڈہ کا رڈ کیا جا سکے اور عوام کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کی اِن جھوٹ پر مبنی باتوں کو بھی بے نقاب کیا جائے،جن کی بنیاد پر وہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو غیر سیّد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

نسبِ ساداتِ گیلانیہ چوراہیہ کا تحقیقی جائزہ

یہاں حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شجرۂ نسب نقل کیا جائے گا جس کو آپ کے پوتے حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور بعد میں اِس کی ایک مقام پر غلطی کی نشاندہی کی جائے گی جس کے بعد یہ شجرۂ نسب حتمی صورت میں درج کیا جائے گا اور پھر آپ کے نسبِ سادات ہونے پر دستاویزی ثبوت مہیا کئے جائیں گے۔

شجرۂ نسب حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

(منقولہ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

''سیّد نور محمد بن سیّد فیض اللہ تیراہی بن سیّد خان محمد بن سیّد علی ولی محمد بن سیّد شیخ سلیمان

بن سیدشیخ سلطان بن سیّد شیخ الاسلام بن سید عبد الرّسول بن سید موسیٰ بن سید عبدُ القادر
بن سید حسن بن سیّد محی الدّین ابو النصر بن سید ابو صالح بن سید عبد الرّزاق بن غوث
الاعظم عبد القادر جیلانی بن سید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبد اللہ ثالث بن
یحییٰ الزّاہد بن محمد مورث بن داوٗد بن موسیٰ ثانی بن عبد اللہ الحوارث بن موسیٰ الجون
بن عبد اللہ المحض بن سیّد حسن مثنّیٰ بن سید اِمام حسن امیر المومنین بن امیر المومنین سیدنا
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ و بن سیّدۃ النّساء فاطمۃ الزّہراؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت
سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ‘‘

یہ شجرۂ طیبہ حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ ہے۔ اِس پر آپ کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ اوچ شریف میں موجود قلمی نسخہ میں بھی یہ شجرۂ نسب موجود ہے۔

حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ شجرۂ نسب پر تحقیق کے دوران بعض کُتب انسابِ کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اِس نقل کردہ شجرۂ نسب میں محی الدین ابو نصر محمد اور حضرت سیّد موسیٰ گیلانی کے درمیان واسطوں کو درست طور پر نقل نہیں کیا گیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں!

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چار شادیاں کیں۔ جن سے آپ کے ہاں 26 لڑکے اور 22 لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت بی بی مدینہ رحمۃ اللہ علیھا سے آپ کے ہاں جن بیٹوں کی پیدائش ہوئی ان کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ عبد الرّزاق 2۔ نور الدّین 3۔ ابو الفتح 4۔ شرف الدّین

ان میں سے حضرت تاج الدین ابو بکر عبد الرّزاق کے ہاں جو اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں:

1۔ ابو بکر اسماعیل 2۔ ابو القاسم عبد الرّحیم 3۔ ابو محمد عبد الرّحمٰن 4۔ شمس الدّین

5۔فضل اللہ اسحاق   6۔عماد الدّین ابوصالح نصر

حضرت عماد الدّین ابوصالح نصر کی پیدائش 14 ربیع الاوّل 534ھ بمطابق 1140ء کو ہوئی۔

حضرت سیّد عماد الدین ابوصالح نصر کے بیٹوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔محی الدّین ابونصر محمد   2۔ابوموسیٰ یحییٰ   3۔عبدالجبار   4۔داوٗد   5۔جمال الدّین علی   6۔نصر الدّین   7۔قاسم

ان میں سے حضرت محی الدّین ابونصر محمد کے تین فرزند، 1۔ظہیر الدّین   2۔عبداللہ 3۔عبدالقادر ہوئے۔

حضرت سیّد ظہیر الدین ابوسعود میر شہاب الدّین احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پانچ بیٹے پیدا ہوئے:

1۔حسن   2۔حسین   3۔علی   4۔محمد   5۔سیف الدّین

ان میں سے حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد بخارا، سمرقند، بدخشاں، خراسان اور یمن کے علاقوں میں آباد ہوئی۔ (بحر الجمان، مصنفہ سیّد محبوب شاہ گیلانی، داتہ مانسہرہ)

قارئین کرام! اِسی مقام پر حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شجرۂ نسب نقل کرتے ہوئے تسامح ہوا ہے۔ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالقادر ثانی کو حضرت محی الدّین ابونصر محمد کا پوتا نقل کیا ہے جبکہ آپ حضرت محی الدّین ابونصر محمد کے فرزند ہیں۔

حضرت سیّد عبدالقادِر ثانی اور حضرت سیّد ظہیر الدّین ابوسعود میر شہاب الدّین احمد متقی آپس میں سگے بھائی ہیں۔ حضرت سیّد موسیٰ گیلانی، حضرت سیّد ظہیر الدّین ابوسعود میر شہاب الدین احمد متقی کے پوتے ہیں یعنی حضرت سیّد عبدالقادِر ثانی کے بھائی حضرت سیّد ظہیر الدّین ابوسعود میر شہاب احمد متقی کے پوتے ہیں۔ شاید رشتہ داری کے اس قرب کی وجہ سے حضرت سیّد موسیٰ گیلانی کو سیّد عبدالقادر ثانی گیلانی کا بیٹا نقل کر دیا ہے۔

بہر حال یہ ایک صرفِ نظر ہے جس کو دیگر قرائن کی بنیاد پر نظر انداز کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ عام طور پر ہوتا ہے کہ دادا اور پوتے کا نام نقل کر دیا جاتا ہے اور بیٹے کا نام نقل کرنے سے رہ جاتا ہے۔اس لئے یہ ایسی سنگین غلطی نہیں ہے کہ جس کو ایشو بنا کر پورے شجرہ کو مسترد کر دیا جائے۔اِس وضاحت کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ ناموں کی اِس غلطی کے علاوہ باقی شجرۂ نسب عقلی و نقلی اعتبار سے درُست اور ثقہ ہے۔

حضرت سیّد حسین (بن سید ظہیر الدّین ابوسعود میر شہاب الدّین احمد گیلانی) رحمہما اللہ تعالیٰ کے فرزند حضرت سیّد موسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، جدِّ اعلیٰ حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ خُراسان میں آباد ہوئے۔یاد رہے کہ آپ کے زمانہ میں خُراسان کا علاقہ فقط ایران کے علاقہ پر مشتمل نہیں تھا بلکہ خُراسان افغانستان کے بلخ، ہرات، غزنی، گردیز، ایران کے نیشاپور اور طوس، ترکمانستان کے علاقہ مرو، سمرقند اور بخارا پر مشتمل تھا۔سمرقند میں حضرت سیّد موسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا حضرت سید حسن کی اولاد آباد ہوئی۔وِکی پیڈیا کے مطابق عرب تاریخ دانوں نے گریٹر خراسان کی سرحدوں کو موجودہ پاکستان کے دریائے سندھ (جو دریائے اٹک کے نام سے بھی مشہور ہے اور اب پنجاب اور صوبہ خیبر پختونخواہ کو الگ کرتا ہے) تک خراسان کی حدود کا تعیّن کیا ہے۔حضرت سیّد موسیٰ گیلانی رحمہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ 1747ء میں نادِر شاہ کے اِقتدار کے خاتمہ کے بعد احمد شاہ ابدالی کے خراسان کے امیر مقرر ہونے پر اس کی فوج میں شامل ہوئے۔احمد شاہ ابدالی نے قندھار کو دارالخلافہ بنایا تھا۔

حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ تیراہ کے مقامی نہیں تھے بلکہ آپ کے والد گرامی گردیز سے ڈوڈہ، نزد کرک تشریف لائے۔یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، آپ کی قبر مبارک بھی ڈوڈہ میں ہی ہے۔جب اِس علاقہ پر سکھوں کا قبضہ ہوگیا اور انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا اور نماز و اذان پر پابندی عائد کر دی تو

حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی رحمہ اللہ علیہ تیراہ ہجرت کر گئے جب کہ آپ کے دوسرے بھائی سیّد عمال علی شاہ گیلانی اور سیّد تحکیم علی شاہ گیلانی واپس اپنے آبائی علاقہ گردیز چلے گئے۔

حضرت سیّد تحکیم علی شاہ گیلانی کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی جبکہ حضرت سیّد عمال علی شاہ گیلانی کی اولاد گردیز، خوست اور کُنّڑ میں آباد ہے۔ جن سے حضرت باواجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی درسمند ضلع ہنگو (خیبر پختونخواہ) میں آباد اولاد کے روابط موجود ہیں اور ان کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا بھی رہتا ہے۔ حضرت سیّد عمال علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک خاندان درسمند، ضلع ہنگو میں آباد ہے، اِس کے علاوہ حضرت سیّد محمد نور گیلانی کی اولاد امان کوٹ گرگوری خٹک (کرک) میں بھی آباد ہے۔

علاوہ ازیں حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پشاور، سوات اور جموں کشمیر میں بھی آباد ہے، جو سب گیلانی سادات کے حوالہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت سیّد خان محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا افغانستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہونا اور گیلانی سیّد کی حیثیت سے پہچانے جانا اِس بات کی دلیل ہے کہ نسل سادات سے ہونا ساداتِ چوراشریف کا اپنا خود ساختہ دعویٰ نہیں ہے بلکہ آپ کا نسب سادات مشہورِ زمانہ ہے۔

بعد از تحقیق شجرہ نسب حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

''حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی بن سیّد فیض اللہ تیراہی بن سیّد خان محمد گردیزی بن سیّد علی ولی محمد بن سیّد شیخ سلیمان بن سیّد شیخ سلطان بن سیّد شیخ الاسلام عبدالسلام بن سیّد عبدالرسول بن سیّد موسیٰ بن سیّد حسین بن سیّد ظہیر الدّین ابوسعود میر شہاب الدّین احمد متقی بن سیّد محی الدّین ابو نصر محمد بن سیّد عماد الدّین ابو صالح نصر بن سیّد عبدالرّزاق بن سیّد شیخ

عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سیّد ابی عبداللہ بن سیّد یحییٰ الزاہد بن سیّد محمد بن سیّد داوٗد بن سیّد موسیٰ بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ الجون بن سیّد عبداللہ المحض والمجل بن سیّد حسن مثنیٰ بن حضرت سیّدنا اِمام حسن رضی اللہ عنہ بن سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و از مادر سیّدۃالنساءَ فاطمۃ الزہراؑبنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''

باباجی حضرت سیّد نورمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد اور مریدین و محبّین سے گزارش ہے کہ اگر آئندہ کوئی باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہَ نسب کو شائع کرنا چاہے تو اِس تحقیق شدہ شجرہ ٔنسب کو ہی شائع کرے۔

حضرت خواجہ سیّد نورمحمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے آباوٗ اجداد میں سے کسی نے اپنے نام کے ساتھ''سیّد'' نہیں لکھا جبکہ آپ کی موجودہ اولاد اپنے آپ کو سیّد کہلواتی اور لکھتی ہے۔اس اعتراض کو اِس کتاب میں موجود دستاویزات کے ذریعے ردّ کر دیا گیا ہے۔یہ اعتراض حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر کئے جانے والے اعتراض کی طرح ہے جس کو سیّد محبوب شاہ گیلانی داتوی مانسہروی نے اپنی کتاب بحرالجمان میں یوں تحریر کیا ہے :

''اِسی فرقہ (شیعہ) کے بعض حضرات ،غوث الاعظمؓ کی شان کم کرنے کے لئے جب حضرت اِمام حسن رضی اللہ عنہ سے ان کے نسبی تعلق کو تاریخی حقائق کی روشنی میں بیّناً نہیں دیکھ سکتے تو وہ ایک اور بھونڈہ،لایعنی اور ناقابل اِلتفات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم دستگیر نے اپنی زندگی مبارک کے دوران اپنے نسب کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے پوتے حضرت ابوصالح نصر نے اپنا نسب

لکھا۔‘‘ (بحرالجمان صفحہ 229)

قارئین کرام خود اندازہ کریں کہ حضور باباجی خواجہ سید نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر اور حضرت سیّدنا غوث الاعظم علیہ الرحمہ کی اولاد پر کئے جانے والے اعتراض میں کتنی مماثلت ہے ۔اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اس معاملہ میں ہمیشہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کے طعن کا نشانہ بنتی رہی ہے ۔اسی طرح حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں بعض ناموں کے ساتھ لفظ شیخ سے بھی آپ کے نسب پر طعن کیا جاتا ہے حالانکہ حضور سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ بھی شیخ لکھا جاتا ہے ۔کسی کے نام کے ساتھ لفظ شیخ اس کے نسب کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس کے علمی وروحانی مقام کا آئینہ دار ہوتا ہے ۔

کسی سیّد کا اپنے نام کے ساتھ ’’سیّد‘‘ لکھنا اگر اتنا ضروری ہوتا تو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کی اولاد اپنے نام کے ساتھ سید ضرور لکھتے لیکن اہل بیت کے بارہ اِماموں اور دیگر آلِ رسول ﷺ نے اپنے وقتوں میں اپنے ناموں کے ساتھ سیّد نہیں لکھا تو کیا لوگ ان کو بھی اس لئے سید نہیں مانیں گے کہ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ سید نہیں لکھا ۔اس سے ثابت ہوا کہ کسی کا اپنے نام کے ساتھ سید نہ لکھنا اس کے غیر سید ہونے کی علمی دلیل نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کے عجز و انکسار کا اظہار ہوتا ہے ۔

حضرت سیّد عبدالوہاب بن حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہما

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں گیلانی سادات کی اکثریت حضور سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت سیّد عبدالرزاق سے ہی منسوب ہے ۔حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیٹے حضرت عبدالعزیز کی نسل سے لوگ دمشق ،قاہرہ میں آباد ہیں ۔

حضرت سیّد سیف الدّین عبدالوہاب کے دوفرزند حضرت سیّد ابوالفتح سلیمان (متوفی 9 جمادی الآخر 611ھ) اور حضرت سید ابومنصور عبدالسّلام صوفی (متوفّی 548ھ) تھے، ان دونوں حضرات کی وفات بغداد میں ہوئی۔ ساتویں صدی ہجری میں ہلاکو خان کے فساد کے دوران عبدالسّلام صوفی کے بیٹے اپنے بھائی سیّد ابوالعبّاس کے ساتھ رُوم چلے گئے۔ فساد کے ختم ہونے کے بعد آپ حلب میں سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت سیف الدّین عبدالوہاب کی اولاد میں سے صرف حضرت شاہ محمد غوث حلبی الاوچوی ہی برِّصغیر تشریف لائے۔ حضرت سیف الدّین عبدالوہاب کی اولاد میں سے صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کی اولاد پاکستان میں آباد ہے بلکہ ''بحرالجمان'' کی روایت کے مطابق ان کی اولاد کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ کتبِ تاریخ و انساب میں حضرت سیّد عبدالوہاب صاحب کی کسی اولاد کا ذکر نہیں ملتا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ کتبِ تاریخ و انساب میں حضرت سیّد عبدالوہاب صاحب کے دو بیٹوں ابوالفتح سلیمان اور ابومنصور عبدالسّلام صوفی کے سوا کسی اور بیٹے کا نام و تذکرہ بھی نہیں ملتا۔ اگرچہ بعض حضرات مؤرخین کا یہ خیال بھی ہے کہ حضرت سیّد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی نسل آگے نہیں چلی لیکن یہ غلط فہمی سقوطِ بغداد کے دوران حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے بہت سے افراد کو شہید کر دیئے جانے اور بقیہ کے بغداد چھوڑ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ (ماخوذ از بحرالجمان، مصنفہ مولانا سیّد محبوب شاہ گیلانی، داتہ مانسہرہ)

ضروری وضاحت

عموماً ماہرینِ انساب اور تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ ایک صدی میں تین نسلیں گزرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی وہ کسی شجرۂ نسب پر نظر کرتے ہیں تو اس پر یہی اُصول لاگو کرتے ہیں یعنی جن دو بزرگوں کے درمیان جتنی صدیاں گزری ہوتی ہیں ان کو تین سے ضرب دے

لیتے ہیں ۔تاریخِ انساب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ بعض حضرات نے اس فرق کو پورا کرنے کے لئے خواہ مخواہ اپنے شجروں میں بعض ناموں کا تکرار کر کے اور بعض ناموں کے ساتھ ثانی، ثالث اور رابع بلکہ خامس لگا کر اِس گنتی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ تنقید سے بچ سکیں۔

عمومی طور پر یہ اُصول درست ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر جگہ یہ اُصول لاگو ہوتا ہو۔اس کی واضح مثال حضرت سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت غوث الاعظم کے درمیان گیارہ (11) واسطے ہیں جبکہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصالِ مبارک 561ھ یعنی چھٹی صدی ہجری میں ہوا۔اگر مذکورہ بالا اُصول سامنے رکھا جائے تو یہ واسطے کم از کم اٹھارہ ہونے چاہئیں۔

حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تیرہ (13) واسطے ہیں ۔حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال تیرھویں صدی ہجری (1286ھ) میں ہوا۔اِس طرح شجرہ نسب میں واسطوں کی تعداد بھی حضرت غوث اعظم کے شجرہ نسب سے گہری مطابقت رکھتی ہے۔واسطوں کی کم تعداد کا اندازہ حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد اور آپ کی اولاد کی طویل عمروں سے لگایا جاسکتا ہے۔حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے اکثر بزرگوں کی عمر سو سال کے قریب ہوئی اور بعض حضرات نے تو ایک صدی سے بھی زیادہ عمر پائی۔اس کی مثال حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت سیّد محمد امین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے چند سال پیشتر سو سال سے زائد عمر میں وصال فرمایا۔اس کی اور بھی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں ۔کتبِ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان و ایران میں بسنے والے لوگ اپنی سخت کوش زندگی اور سادہ خوراک کی بنا پر لمبی عمریں پاتے ہیں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ ہم سے یہ توقّع نہ رکھیں کہ ہم ثالث و رابع و خامس کے چکروں میں پڑ کر یا دوسرے شجروں سے نام اکٹھے کر کے فقط اپنی گنتی پوری کریں گے بلکہ ہم اپنے شجرہ کے اُن اصل ناموں پر اعتماد کرتے ہیں جو ہمارے بزرگوں سے منقول ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد

پاکستان کے قبائلی علاقہ کی اورکزئی ایجنسی میں وادی تیراہ کے مقام تیزئی شریف کی ایک بستی اخوندکوٹ میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادت باسعادت ہوئی۔

اِس علاقہ کے رہنے والے اکثر لوگوں نے اِس بات کی تصدیق کی ہے کہ اِس علاقہ میں اخوندکوٹ سادات کے گاؤں کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اس گاؤں میں باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علاوہ اور کوئی سادات خاندان آباد نہیں تھا۔

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ باباجی خواجۂ خواجگان حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کسی مفقود الخبر (گمنام) خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بلکہ آپ کے والد گرامی حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اعزّہ کے مزاراتِ مقدسہ اِسی گاؤں میں آج بھی موجود ہیں جبکہ باقی خاندان کے مزارات گردیز میں موجود ہیں۔ اِس علاقہ کے رہنے والے لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کے خاندان کا نسب کیا ہے؟ اُن لوگوں نے اِس بات کی تصدیق کی ہے کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سادات نسب سے ہیں۔

تیراہ شریف کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ عبدالمالک، جو کہ آجکل جنڈ شہر میں آباد ہیں، انہوں نے بھی بتایا ہے کہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علاقہ تیراہ میں ایک سیّد خانوادہ کی حیثیت سے اب بھی قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے اور اِس علاقہ کے تمام لوگ آپ کو سیّد مانتے ہیں۔ انہوں نے اِس بات کی بھی تصدیق کی کہ حضرت سیّد

فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت سیّد خان محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ گردیز افغانستان سے علاقہ ڈوڈہ میں تشریف لائے ۔حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی حضرت سیّد عمال علی شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کی اولاد ابھی بھی گردیز ،خوست اور کُنّڑ افغانستان میں آباد ہے جوکہ اس وقت کم از کم تین سو خاندانوں پر مشتمل ہے ۔

یاد رہے کہ اخوند کوٹ قبائلی علاقہ میں واقع ہے اور یہاں کی پشتو زبان میں اخوند کا مطلب سیّد، بزرگ اور اُستاد ہیں ۔اور یہ تینوں لفظ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ پر صادِق آتے ہیں ۔اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے جو مذکورہ بالا موقف کی تائید کرتی ہے کہ صوبہ خیبر پختون خواہ کے کئی سادات اپنے نام سے پہلے سیّد کی بجائے اخوند کا لفظ لگاتے ہیں ۔

اہلِ علم کی توجہ کا طالب ہوں کہ غور فرمائیں کہ حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان گردیز ،خوست ،کنڑ افغانستان ، تیراہ شریف ، درسمند ، دوآبہ ، کرک ، چارسدہ ، جموں کشمیر اور چکار آزاد کشمیر تک تو سادات گیلانی ہو اور صرف چورا شریف میں بسنے والے فاروقی النّسب ہوں ۔کیا ایک باپ کی اولاد میں دو نسب ہو سکتے ہیں ؟ اہلِ علم تو اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے بلکہ وہ اس تاریخی حقیقت کو ہی مانیں گے کہ حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا تمام خاندان سادات گیلانی ہی ہیں ۔

آج کے اِس دَور کی اس سے زیادہ عجیب وغریب کیا بات ہو سکتی ہے کہ خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر سیّد ہونے کا پروپیگنڈہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کو اپنے باپ دادا کی قبروں کا بھی علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ۔

شجرۂ نسبِ ساداتِ چوُراشریف کے

دستاویزی ثبوت

1۔حضرت خواجہ سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ شجرۂ نسب

حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اور روحانی مقام

حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ،غوثِ زماں، حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی بن خواجۂ خواجگان،قطب الاقطاب سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کے سب سے بڑے فرزند تھے۔

حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چورا شریف تشریف لانے کے بعد کافی عرصہ تک اخوند کوٹ تیراہ شریف میں مقیم رہ کر باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی اُمور کی نگرانی کرتے رہے۔اس سے آپ کی عظمت و بزرگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔آپ خاندانِ باباجی صاحب علیہ الرحمہ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت تھے۔تقویٰ و پرہیزگاری آپ کا وصفِ خاص تھا۔آپ کی دِیانت و امانت ہر شک وشبہ سے بالاتر تھی۔

حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک زندہ کرامت

علم وعمل کے اِس مجسّم نمونہ کی زندگی جس طرح قربِ خُداوندی کا مظہر تھی اِسی طرح آپ کا وِصال بھی ایک کرامت نشان تھا۔آپ کا اِنتقال 1308ھ بمطابق 1891ء کو ’’چکار،آزاد کشمیر‘‘ میں ہوا اور وہیں آپ کو امانتاً دفن کر دیا گیا۔آپ کے وِصال کے کافی عرصہ بعد آپ کے جسمِ اطہر کو چکار شریف آزاد کشمیر سے چورا شریف منتقل کیا گیا۔جب آپ کی قبر کشائی کی گئی تو وہاں موجود سینکڑوں لوگوں کو بعد از جنازہ دیدار کرایا گیا۔جب آپ کا تابوت مبارک کھولا گیا تو آپ اس میں دوزانو قبلہ رُخ ہو کر تشریف فرما تھے۔اِس منظر کو دیکھ کر لوگوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

پھر آپ کا جسدِ اطہر جب راولپنڈی پہنچا تو یہاں بھی ایک کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کا

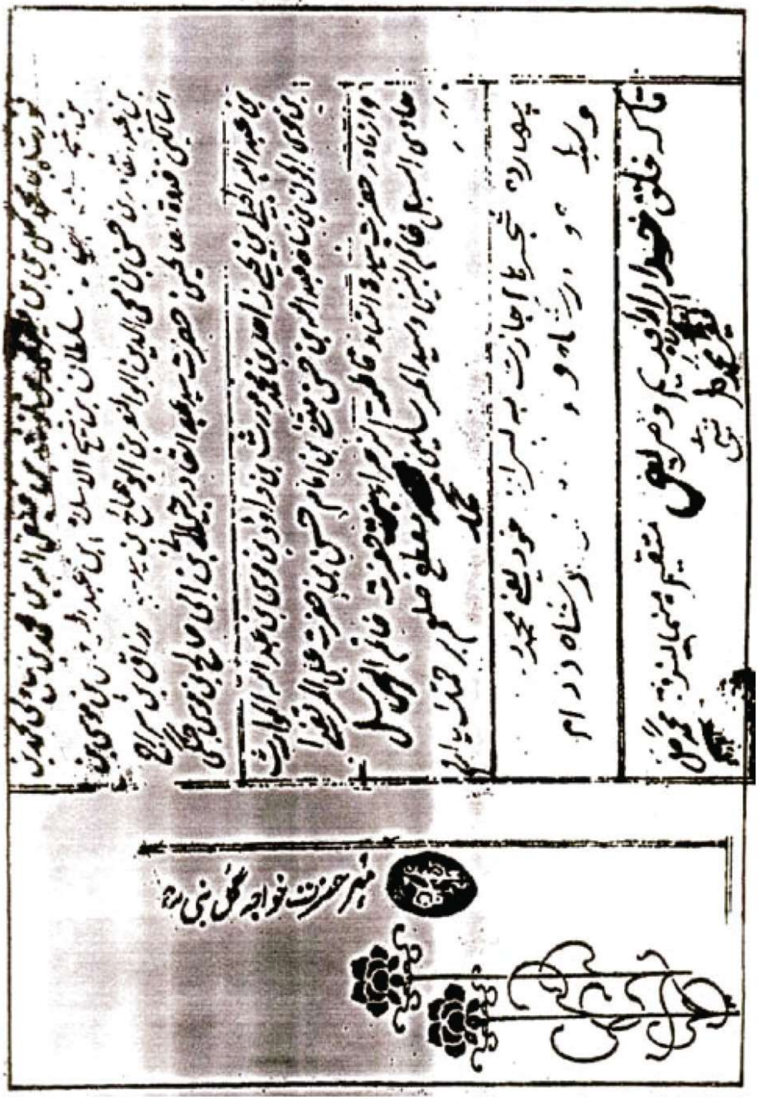
دیدار کیا اور اِس کرامت کو دیکھ کر کئی غیر مسلم ایمان لے آئے۔ یہی صورتِ حال چورا شریف پہنچنے کے بعد پیش آئی جب آپ کا تابوت حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھولا گیا تو اپنے بیٹے کی اِس کرامت پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

یہ آپ کے دُنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ تشریف لے جانے کی کھلی دلیل ہے کیونکہ کرامت وِلایت کا نشان ہے اور وِلایت شریعت کی تابع فرمانی کے بغیر نہیں ملتی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اپنی زندگی میں کوئی غیر شرعی فعل نہیں کیا۔

اس صاحبِ کرامت ہستی نے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب نقل فرمایا جس پر آپ کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ یہ شجرۂ نسب سادات آج بھی موجود ہے۔ شجرۂ نسب میں تبدیلی ایک غیر شرعی فعل ہے جس کے نتیجے میں مقامِ ولایت سلب ہو جاتا ہے۔ جو لوگ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے شجرۂ نسب میں تبدیلی کرنے کا الزام لگاتے ہیں، ان کو اِس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آپ کی یہ کرامت بعد از وِصال ظاہر ہوئی تھی جب کہ اس وقت معاملہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کو شریعت سے واقف کوئی شخص استدراج کہہ ہی نہیں سکتا۔

معاندین ومخالفین سے گزارش ہے کہ وہ اس ولی اللہ پر الزام عائد کرنے سے پہلے کچھ تو غور کر لیں، ان بزرگوں کو اپنی مخاصمت کا نشانہ بنانے سے اپنے آپ کو باز رکھیں اور اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

(اِس کی فوٹو کاپی کتاب کا حصہ بنائی جا رہی ہے۔ صفحہ....53)



عکس شجرۂ نسب سادات چورا شریف از سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک قابلِ توجُہ بات

حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال 29 محرم 1308ھ بمطابق 1891ء کو ہوا جبکہ آپ کے والد حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی بن حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کا وِصال 28 ذوالحجہ 1315ھ بمطابق 1898ء کو ہوا۔اس طرح حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سب سے بڑے صاحبزادے کے وِصال فرمانے کے بعد قریباً سات (7) سال تک حیات رہے۔ یہ زمانہ حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے عروجِ قطبیت اور مرجع خلائق کا ہے اور اِس دوران آپ کے خلفاءَ کی ایک کثیر تعداد آپ کے گرد موجود و حلقہ بگوش تھی جس میں پیر جماعت علی شاہ (امیر ملت) اور پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہما بھی موجود تھے۔

سیّد فقیر محمد گیلانی رحمہ اللہ علیہ کا طرزِ عمل

ان سات (7) سالوں کے دوران ،حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے نقل کردہ شجرۂ نسب سادات آپ کی اولاد کے پاس موجود تھا۔اس کے علاوہ چکار شریف والی زمین بھی آپ کے نام موجود تھی (جو اب تک چکار آزاد کشمیر میں آباد آپ کی اولاد کے نام ہے) جس کی دستاویزات پر آپ کی ذات ''سیّد'' لکھی ہوئی ہے۔حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے اِن سات سالوں میں اپنے سب سے بڑے فرزند کی اِن دستاویزات کی تحریری اور زُبانی کسی بھی صورت میں تردید نہیں فرمائی۔اس کا مطلب ہے کہ حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عالم و متقی اور سراپا کرامت بیٹے (جن کی بوقت وِصال کرامت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کی عملی تائید فرمائی۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ممکن ہے حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس معاملہ پر توجُہ ہی نہ فرمائی ہو تو عرض یہ ہے کہ حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت سے اِس بے احتیاطی کا تصوّر بھی ممکن نہیں کہ آپ اِتنے بڑے معاملہ پر اپنی زندگی

کے سات سال خاموش رہے اور اس سے صرفِ نظر کئے رکھا اور تحریری وتقریری کسی طرح بھی اپنے نہایت پرہیزگار فرزند کے اس عمل سے برأت ولاتعلقی کا اظہار واعلان نہیں فرمایا کیونکہ یہ معاملہ محض دُنیاداری کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک شرعی قضیہ بھی ہے جس سے اہلِ ایمان کا صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں۔

حضرت خواجہ سیّدفقیرمحمد گیلانی اور حضرت سیّدگل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کے نسبِ سادات کے متعلق یہ دستاویزی اور تاریخی حقائق ان لوگوں کے خلاف ایک مضبوط دلیل فراہم کرتے ہیں جو حضرت خواجہ سیدنور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبِ سادات پر نہ صرف یہ کہ اعتراضات کرتے ہیں بلکہ آپ کو غیر سید ثابت کرنے کے لئے ایک منظّم مہم چلانے کے بانی و محرِّک بھی ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت سیّدفقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نمک خوار اور خلیفہ بھی کہتے ہیں۔

یہ لوگ دراصل اپنے مرشد کے سب سے بڑے صاجزادے کو نعوذُ باللہ جھوٹا، دغاباز اور جعل ساز قرار دیتے ہیں۔ ان نام نہاد مریدین وخلفاء کے سامنے یہ سوال ہے کہ جس بزرگ ہستی سے ایک زمانہ (کے کثیر طالبین وسالکین) نے فیض پایا ہے کیا ایسی ہستی کا فرزند و نائب ایسے قبیح غیر شرعی فعل کا مرتکب ہوسکتا ہے جس کی حدیث رسول ﷺ میں سخت وعید بھی آئی ہو؟ ان لوگوں کے ضمیر اِتنے مُردہ کیوں ہو چکے ہیں جو اپنی اِس ناپاک جسارت کے ذریعے حضرت سیّدگل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر براہِ راست اور حضرت سیّدفقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر بالواسطہ طور پر کذب وفریب اور جعل سازی کا الزام عائد کرتے ہیں۔

جو لوگ حضرت سیّدفقیرمحمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند کو جھوٹا سمجھتے ہیں وہ دراصل حضرت سیّدفقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیّت کو باطل قرار دیتے ہیں۔ گویا وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص اپنی اولاد کی اَخلاقی تربیّت نہ کرسکا، وہ دوسروں کو فیض پہنچانے کی کیا سکت رکھتا ہوگا۔ اِس لئے ان سے فیض پانے والے پہلے ہی ''تیل اور

بتّی‘‘ اپنے پاس رکھتے تھے، بس صرف اس کو سُلگانے کی دیر تھی تو وہ ولی اللہ بن گئے۔

کاش ان کے ہاتھوں میں کھیلنے والے لوگ اِس حقیقت کو سمجھ جائیں اور خواجہَ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عزّت و ناموس کو سرِ عام نیلام نہ کریں۔

باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد کا یقین کامل ہے کہ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ قول میں راست باز، عمل میں پاکباز، صاحب علم وتقویٰ بزرگ تھے، جو دُنیاوی خُرافات اور آلودگیوں سے بہت دُور تھے۔ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے والی ایسی شخصیت سے کسی بھی قسم کے غیر شرعی فعل کے ارتکاب کا دُور دُور تک کوئی واسطہ نہیں بلکہ ہم تو اس کے تصوّر کو بھی گناہ سمجھتے ہیں کہ یہ مجسّم شریعت حضرات ایسے افعال کے مرتکب ہوئے ہوں۔ یہ خیال اُن کو مبارک ہو جو اپنی دُنیاوی اغراض کو پورا کرنے کے لئے بزرگ ہستیوں پر کیچڑ اُچھال کر اپنے ظاہر و باطن کو ناپاک کرتے ہیں۔

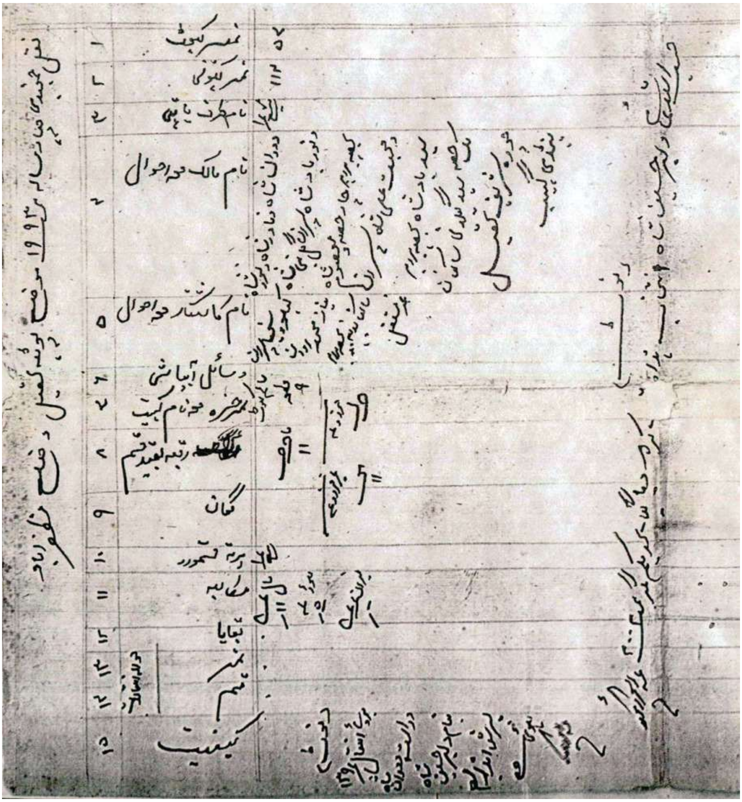
اس طرح کے لوگ خارج از طریقت تو ہیں ہی، اُن کو اپنے ایمان بچانے کی بھی فکر کرنی چاہیے۔

2۔ دستاویزی شہادت، پرچہ بندوبست 1988 بکرمی، 1931ء ونقل جمع بندی 1993 بکرمی، 1936ء

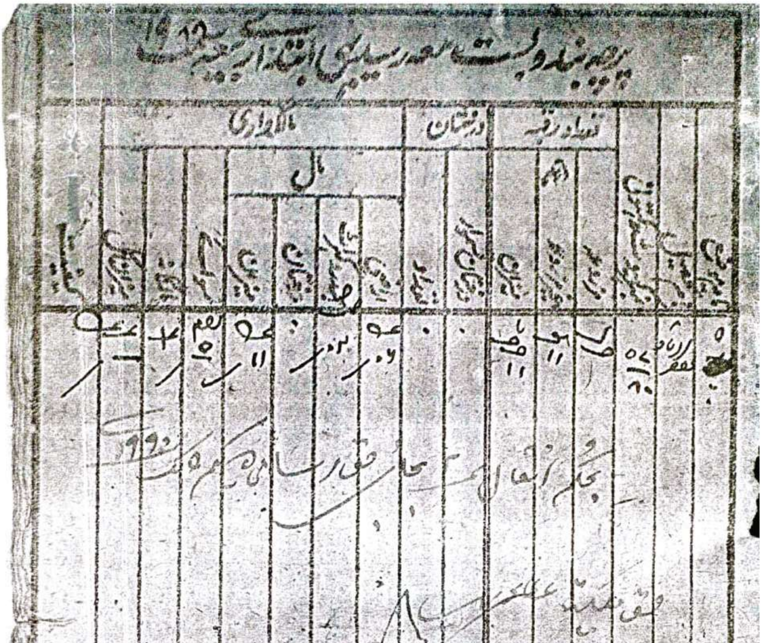
حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی برمالہ چکار آزاد کشمیر میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ ڈوگر راجہ (جو اس وقت کشمیر کا حکمران تھا) آپ کی خدمت میں حاضِر ہوا اور اپنے لئے اولادِ نرینہ کے لئے دُعا کی درخواست کی۔

جیسا کہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے دربار سے کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا اور یہاں بلا اِمتیاز رنگ ونسل اور مذہب کے عطا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی سُنّتِ مبارکہ ہے کہ آپ کے دربار سے آپ کے سخت ترین مخالف اور منکر بھی اپنے دامن مُراد بھر کر لے جاتے تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کی اِسی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے اس کے لئے دُعا کی اور فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو ایک ٹانگ سے لنگڑا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا جو کہ ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا۔ اِس خوشی میں اس نے ایک تلوار اور چکار آزاد کشمیر میں زمین بطور ہدیہ پیش کیں۔ یہ تلوار جناب پیر سیّد واجد علی شاہ گیلانی نے کچھ عرصہ پہلے اِسلام آباد میوزم کو بطور تحفہ عطا فرمادی۔

اس راجہ کی نذر کردہ جو زمین حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام رجسٹر ہوئی اور اس کے کاغذات پر آپ کی ذات سیّد تحریر ہے۔ یہ جائیداد آپ کے وِصال کے بعد آپ کے فرزندان پیر سیّد دوران بادشاہ گیلانی، پیر سیّد نادِر شاہ گیلانی المعروف بانکے پیر، پیر سیّد نور بادشاہ گیلانی اور آپ کے پوتوں پیر سیّد محمد معصوم بادشاہ گیلانی و پیر سیّد محبّت علی شاہ گیلانی پسران سیّد سَید بادشاہ گیلانی بن سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہم کے نام منتقل ہوئی۔ یہ تحریر 1988 بکرمی بمطابق 1931ء کی ہے۔ جبکہ اس کتاب کی تحریر 2069 بکرمی سن بمطابق 2012ء ہے یعنی یہ دستاویز آج سے اِکیاسی (81) سال پہلے تحریر کی گئی تھی۔ (اس کی فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔)



نقل جمع بندی 1993 بکرمی سال 1936ء



پوٹھ برمالہ چکار ضلع مظفر آباد کی زمین کی رجسٹری کی نقل 1988 بکرمی بمطابق 1931ء

3۔رجسٹرانتقال 1991ء کی دستاویز

حضرت پیر سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منتقل ہونے والی جائیداد، ان کے فرزند پیر سیّد دوران شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منتقل ہوئی اور پھر سید دَوران شاہ کے فرزند پیر سیّد دِلبر حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منتقل ہوئی ۔ اِس انتقالِ زمین کی دستاویز پر تحریر ہے:

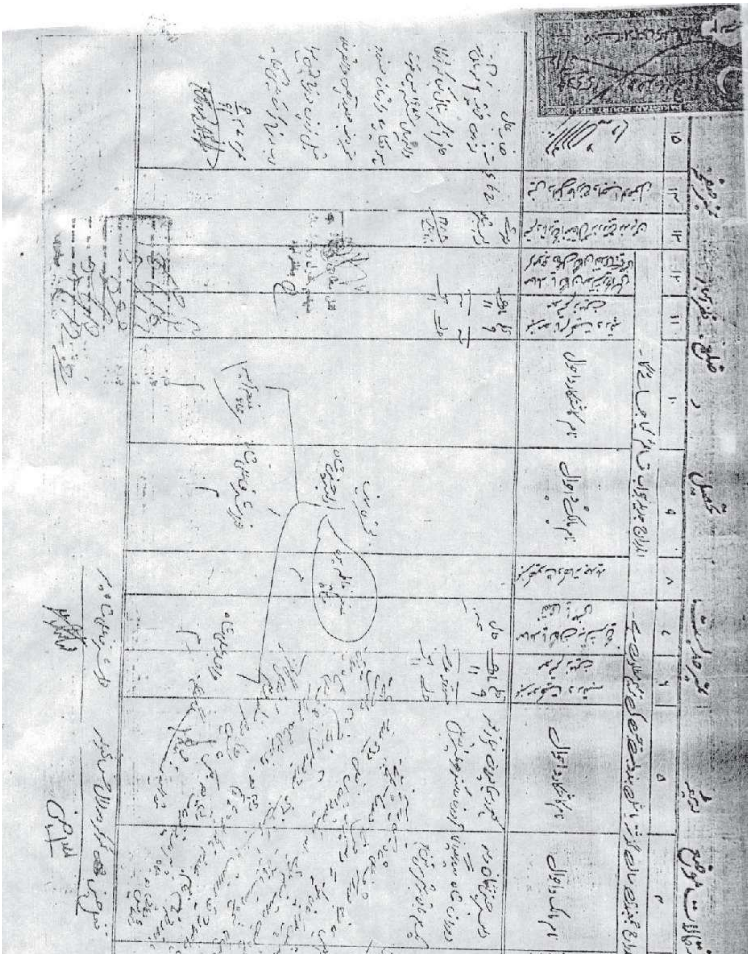
''دلبر حسین شاہ ولد دوران شاہ سیّد گیلانی۔''

یہ زمین پوٹھ برمالہ چکار ضلع مظفر آباد میں ہے۔ اِس دستاویز میں بھی اِس بات کا ثبوت موجود ہے کہ حضرت سید گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سید ہیں۔ اِس دستاویز میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ یاد رہے کہ چکار شریف والی اِس زمین پر حضرت پیر سیّد سرور شاہ گیلانی بن سیّد احمد نبی شاہ گیلانی بن سیّد فقیر محمد شاہ گیلانی کی اولاد ابھی تک آباد ہے۔

اِس مستند دستاویز کی موجودگی میں اگر کوئی ناعاقبت اندیش شخص حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی پر جعلی شجرۂ نسب نقل کرنے کا الزام لگاتا ہے تو نہایت احمق اور جاہل ہے۔اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف شجرۂ نسب کی دستاویز غلط طور پر منسوب ہے تو وہ پہلے چکار آزاد کشمیر کی زمین کا ریکارڈ دیکھے اور پھر حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی ،حضرت سیّد دوران شاہ گیلانی اور حضرت سیّد دِلبر حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیھم پر نعوذ باللہ جھوٹا ہونے کا الزام لگائے۔

بغیر ثبوت ہمارے عظیم بزرگوں پر اِلزام لگانا بہت بڑی بدبختی ہے۔ہم نے اِس زمین کے کاغذات کی نقول پیش کر دی ہیں۔اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کی کوئی زمین چکار میں نہیں تھی وہ اپنی بات کا ٹھوس ثبوت پیش کریں جو کہ وہ کبھی پیش نہ کر سکیں گے تو بہتر یہ ہے کہ اپنے موٴقف سے رجوع کر کے آخرت میں اپنے گناہوں کا بوجھ کم کریں۔

(اِس دستاویز کی فوٹو کاپی بطورِ ثبوت منسلک ہے۔صفحہ۔۔۔۔ 61)



نقل انتقال 1991ء

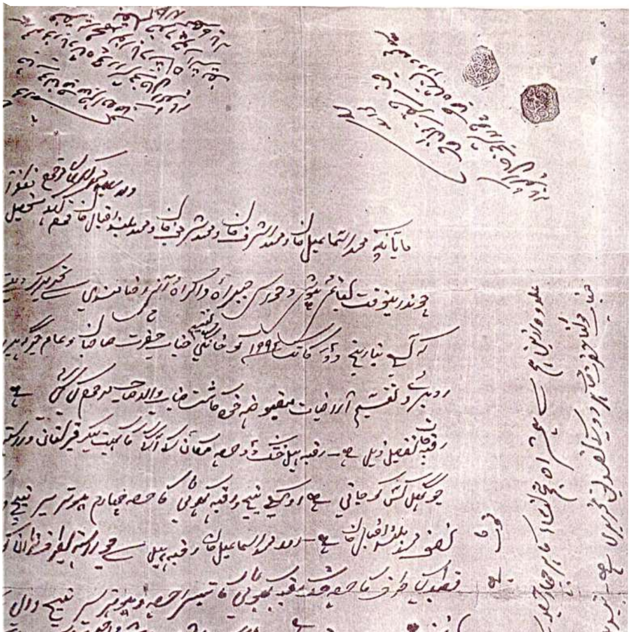
4۔ایک اور دستاویز،(1939ء میں لکھا گیا بیع نامہ)

یہ دستاویز محمّد اِسماعیل خان ومحمد اشرف خان ومحمد شریف خان ومحمد بلند اقبال خان ساکنان چکار آزاد کشمیر کے درمیان ایک بیع نامہ کی ہے۔اِس بیع نامہ کو 2 کاتک 1995 بکرمی کو بمطابق 1939ء لکھا گیا۔یہ تحریر آج سے تہتّر (73) سال پہلے کی ہے۔اِس پر حضرت سیّد نور بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد دوران بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔

اِس دستاویز میں اِن حضرات کے ناموں کے ساتھ ان کی ذات سید تحریر ہے۔اگر وہ سید نہ ہوتے تو اپنے ناموں کے ساتھ سید نہ لکھتے۔

یاد رہے کہ حضرت سیدنور بادشاہ گیلانی اور حضرت سید دَوران بادشاہ گیلانی،حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہم کے پوتے ہیں۔جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جھوٹ نہیں بول سکتے وہ بالیقین سچ کہتے ہیں لیکن وہ حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان پوتوں کو جھوٹا قرار دے کر اپنی ہی بات کے خلاف کرتے ہیں۔یہ دستاویزی ثبوت ایسے بیمار ذہنوں کے لئے دعوتِ فکر ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔

(اِس دستاویز کی فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔صفحہ۔۔۔ 63)



نقل بیع نامہ 1939ء

حضرت سیّد اِمام شاہ گیلانی و
حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما

حضرت سیّد اِمام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما ، باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاجزادے حضرت سیّد شاہ محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔

حضرت سیّد اِمام شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اپنے ربّ کی یاد میں رہنے والے نہایت متّقی اور دُنیاوی معاملات سے کنارہ کش شخصیت تھے۔آپ تقویٰ و پرہیزگاری کا کامل نمونہ اور یادگارِ اَسلاف تھے۔

حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالمِ دین تھے۔آپ ہندوستان کی ایک بہت بڑی درسگاہ سے علوم اِسلامیہ میں فارغ التحصیل تھے۔آپ کی شخصیت جمال و جلال کا حسین امتزاج تھی۔آپ بے مثال خطیب، عظیم مبلّغ اِسلام اور فخر السّادات تھے۔جموں کشمیر اور وسطی پنجاب کے علاقے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے مرکز رہے۔اِن علاقوں کے سینکڑوں غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرّف بہ اِسلام ہوئے۔

آپ کا ایک مشہور واقعہ ہے، جو نہ صرف قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا بلکہ اِس مضمون کے ساتھ ایک تعلق بھی رکھتا ہے۔

آپ ایک مرتبہ کوٹ سونڈکی ،نزد حسن ابدال بغرض تبلیغ تشریف لے گئے۔وہاں ایک مزار(جو تکیہ کے نام سے مشہور ہے) کے قریب ایک جلسہ ہو رہا تھا جس سے ہزارہ کے علاقہ سے تعلق رکھنے والے ایک سیّد صاحب خطاب کر رہے تھے۔حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ

علیہ اُونٹنی پر سوار تھے ۔جب آپ اِس اجتماع کے پاس سے گزرے تو پوچھا کہ یہ اجتماع کیسا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں جلسہ ہو رہا ہے ۔اِسی اثنا میں آپ کی سواری جلسہ گاہ کے قریب آ گئی ،سیّد صاحب کی نظر آپ پر پڑ گئی ۔دورانِ تقریر وہ مِنبر سے نیچے اُتر آئے اور آپ کے قدموں میں گر گئے اور فرمانے لگے مجھے اِن کی پیشانی میں آلِ رسولؐ ہونے کی چمک نظر آ رہی ہے ۔جب لوگوں نے اُن کو آپ کے بارے میں بتایا کہ یہ ساداتِ چوراشریف میں سے ہیں تو انہوں نے مزید عقیدت و احترام کا مظاہرہ کیا۔

5۔حضرت سیّد اِمام شاہ گیلانی وحضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کے نام رجسٹری دستاویز 1304ھ، بمطابق 3 مارچ 1887ء

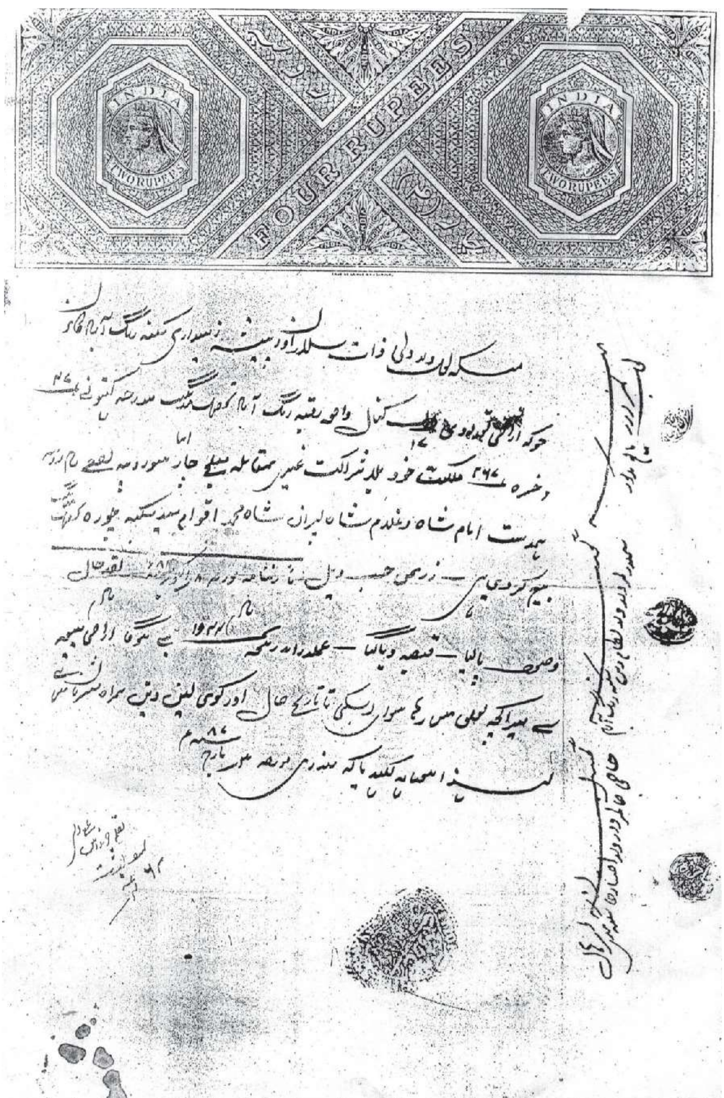
حضرت سید امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما نے 3 مارچ 1887ء کو نواب ولد ولی، سکنہ اورنگ آباد، نزد چوراشریف سے ایک قطعہ زمین خریدا۔ جس کے اسٹام پر تحریر ہے:

''17 کنال رقبہ رنگ آباد تحصیل پنڈی گھیب مندرجہ کھتونی نمبر 47 و خسرہ نمبر 247 ملکیت خود بلا شرکت غیر بمقابلہ مبلغ چارسو روپیہ ہمدست امام شاہ و غلام شاہ پسران شاہ محمد، ذات سیّد سکنہ چورہ تحصیل پنڈی گھیب بیع کر دی ہے۔''

اِس دستاویز پر نواب نمبر دار، سمندر ولد نظام سکنہ اورنگ آباد اور حاجی عالم داد ولد امتیاز خان سکنہ پنڈی سرہال کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔

اس اسٹام پیپر کو 3 مارچ 1887ء کو رجسٹر کیا گیا جس کا سرٹیفکیٹ بھی دیا گیا اور تحریر کیا گیا ہے کہ ''دستاویز نمبر 70 بہی نمبر 1 جلد نمبر 14 صفحہ جات نمبر 317 ,316 پر رجسٹری ہوئی۔''

(اس دستاویز کی فوٹو کاپی برائے ثبوت منسلک ہے۔ صفحہ۔۔۔۔ 67)



رجسٹری دستاویز 1304ھ بمطابق 3 مارچ، 1887ء

6۔ دستاویز رجسٹری 13 اگست 1888ء بمطابق 1305ھ

دوسری زیرِکاشت زمین 13 اگست 1888ء کو سید احمد ولد احمد ذات اعوان سکنہ چورا سے خریدی جس کے اسٹام پیپر پر بھی اسی طرح درج ہے:

''19 کنال رقبہ چورہ مندرجہ کتونی نمبر 57 وخسرہ نمبر 40 مِلک خود بلاشرکت غیر بمقابلہ مبلغ ایک سو ساٹھ روپیہ ہمدست مسمیان امام شاہ و غلام شاہ پسران شاہ محمد ذات سیّد سکنہ چورہ بھر مساوی جو درختان واقعہ درج وشاملات بیع کر دی۔''

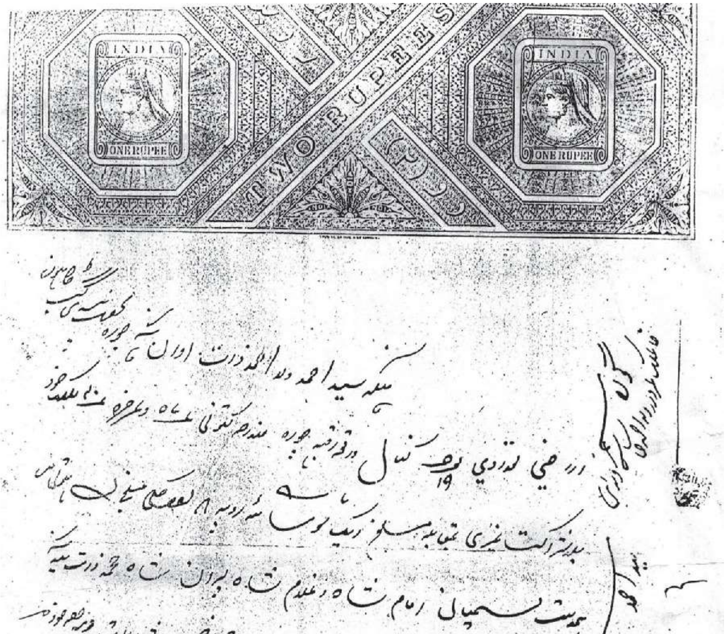
اِس دستاویز پر بھی متعدد گواہوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔

اِس دستاویز کے آخر میں رجسٹری کا سرٹیفکیٹ اس طرح درج ہے:

''یہ دستاویز نمبر 479 بہی نمبر 1 جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 150، نمبر 151 بتاریخ 15 اگست 88ء یوم ہفتہ درج ہوئی''۔

رجسٹر کرنے والے کے دستخط اور مہر بھی واضح نظر آتی ہے۔

(اس کی فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔ صفحہ۔۔۔۔ 69)



دستاویز رجسٹری 13 اگست 1888ء بمطابق 1305ھ

یہ دستاویزات اصل حالت میں پیر سیّد سیف اللہ شاہ خالد گیلانی چوراہی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کے پاس موجود ہیں۔

حضرت سیّد امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما بھی حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ دونوں بھائی نہایت پرہیزگار اور شریعت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق زِندگیاں گزارنے والے تھے۔ ایک زمانہ آپ دونوں بھائیوں کے کردار کی پاکیزگی کا گواہ رہا ہے۔ ایسی صاحبِ علم و عمل شخصیات سے کسی بھی جھوٹ، فریب اور جعل سازی کا امکان بھی نہیں ہوسکتا۔

افسوس تو اِس بات کا ہے کہ آج کے دَور کی بُرائیوں اور دُنیاوی حرص و ہوس، دجل و فریب میں ملوث اور آلودہ لوگ اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان متّقی و پارسا حضرات کی متبرّک و مقدّس زندگیوں کو اپنے ناپاک عزائم کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتے ہیں۔ محض اپنے آپ کو برتر ثابت کرنے کے لئے خانوادۂ باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نسبِ سادات پر رکیک و گستاخانہ حملے کرتے ہیں اور خود صاحبانِ روحانیت و طریقت اور بلند درجہ پر فائز ہونے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

قارئینِ کرام! پوری توجُہ اور عدل سے کام لے کر خود فیصلہ کریں کہ جو لوگ اپنے مرشدانِ طریقت اور ان کی اولاد کو جھوٹا اور جعل ساز ثابت کرنے کے لئے مسلسل کوشاں ہوں اور اپنے آپ کو مسندِ اِرشاد پر فائز بھی سمجھیں وہ خود کتنے جھوٹے اور فریبی ہیں۔ یہ لوگ نہ تو اَخلاقی اقدار سے واقف و متّصف ہیں اور نہ ہی روحانیت ان کے پاس سے بھی گزری ہے۔ یہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے گستاخ ہیں اور اپنے قول و فعل سے خواجگان چوراشریف کی ارواحِ مقدّسہ کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

7۔ رجسٹرڈ دستاویز 1312ھ بمطابق جولائی 1895ء

یہ دستاویز ایک قطعۂ زمین رہن رکھنے کے معاملہ پر لکھی گئی۔ یہ معاملہ نور حسین ولد محمد قوم اعوان ساکن چورہ تحصیل پنڈی گھیب اور سید غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان طے پایا تھا۔اس اسٹام پیپر پر تحریر ہے :

''مزروعہ کھاتہ نمبر 105 نمبر خسرہ 44,56 ملک خود بلاشراکت غیر پاس غلام شاہ ولد شاہ محمد قوم سیّد ساکن بھورا مار داخلی چورہ بمقابلہ دو سو روپیہ نصف یکصد روپیہ رہن کرتا ہوں۔''

اِس دستاویز پر بھی گواہوں کے دستخط موجود ہیں اور اِس کے آخر میں بھی ایک سرٹیفکیٹ دیا گیا ہے۔جو کہ اس طرح ہے:

''یہ دستاویز نمبر 192 بہی نمبر 1 جلد نمبر 44 صفحہ 417 پر بتاریخ 9 جولائی 1895ء یوم سہ شنبہ رجسٹری ہوئی''

(اِس دستاویز کی فوٹو کاپی بھی بطور ثبوت منسلک ہے۔ صفحہ ۔۔۔۔ 72)


2 Rs.
INDIA
ONE RUPEE
TWO RUPEES
INDIA
ONE RUPEE

رجسٹرڈ دستاویز 1312ھ بمطابق جولائی 1895ء

یہاں تک باباجی خواجہ سیّد نورمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین پوتوں کی براہِ راست دستاویزی شہادتیں سامنے آچکی ہیں اور حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے فرزند کے حق میں خاموش تائیدی شہادت بھی موجود ہے۔ یہاں ایک ایسی دستاویز کو نذرِ قارئین کرتا ہوں جس کو جھٹلانا کسی بھی صاحبِ علم شخص کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ جولوگ علمِ قانون رکھتے ہیں اور وکالت کے پیشہ سے وابستہ ہیں، ان کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

8۔ ڈسٹرکٹ کورٹ اٹک کا فیصلہ 1929ء

حضرت سیّد نادر شاہ گیلانی المعروف ''بانکے پیر'' بن حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی اور حضرت سیّد معصوم بادشاہ گیلانی بن حضرت سیّد سَید بادشاہ گیلانی بن حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہم نے چوراشریف میں ایک زمین خریدی، جس کے خلاف ایک ماتحت عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔ اِس عدالت نے آپ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اِس فیصلہ کے خلاف متعلقہ لوگوں نے میاں احسان الحق، بارایٹ لاء ڈِسٹرکٹ جج اٹک کی عدالت میں اپیل کی جس پر عدالت نے فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ چونکہ انگریزی زبان میں تحریر کیا گیا ہے اِس لئے پہلے اِس فیصلہ کو اصل زبان میں لکھا جاتا ہے اور پھر عام قاری کی آسانی کے لئے اُردو میں ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا۔

Appeal

Ladhu son of Hayat, Awan by caste resident of Chura, Tehsil Pindigheb. .... Plaintiff .... Appellant.

Agianst

1.Mst: Mehr Nishan widow of Ahmed.

2.Mohd. Nadir Shah son of Gul Nabi Shah.

3.Masum Shah son of Sayed Badshah, redidents of Chura, Tehsil Pindigheb.

Judgment

By means of a mutation sanctioned 29/5/27 Mst: Mehr Nishan respondent the widow of Ahmed Khan, Awan of Chura, sold 4 kanals and 1 marla of Lapara land to Mohammad Nadir Shah and Masum Shah sayyads of her village for Rs. 650 /- ....

ترجمہ۔ لدھو ولد حیات ذات اعوان، سکنہ چورا تحصیل پنڈی گھیب نے مندرجہ ذیل افراد کے خلاف اپیل کی ہے:

1۔مسماۃ مہر نشاں بیوہ احمد 2۔محمد نادِر شاہ ولد گل نبی شاہ 3۔معصوم شاہ ولد سَید بادشاہ، سکنہ چورا تحصیل پنڈی گھیب

فیصلہ

ایک انتقال جس کی تصدیق 29.5.1927 کو ہوئی، کے مطابق مسماۃ مہر نشاں بیوہ احمد خان مدعا علیہا ذات اعوان سکنہ چورا نے چار 4 کنال اور ایک 1 مرلہ لپاڑ اراضی محمد نادر شاہ اور معصوم شاہ، جو اس کے گاؤں کے سیّد خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کو -/650 روپے کے عوض فروخت کی۔

اِس فیصلہ کی سرٹیفائیڈ کاپی نمبر 397 dt. , 30.8.1929 کو پیر سیّد معصوم بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام جاری کی گئی۔

(دو صفحات پر مشتمل اِس فیصلہ کی فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔۔۔صفحہ نمبر، 75, 76)

For private use,
Attock District.

In the Court of Mian Ahsan-ul Haq , Bar-at-Law , District Judge , Attock District at Campbellpur .

Civil appeal No: 118 of 1929.

NUMBER AND DATE OF THE ORIGINAL SUIT.						
No:	Date of institution in first court.	Date of decision in first Court.	Date of institution of appeal.	Value of suit and appeal for purposes of Jurisdiction.	Value of appeal for purposes of court fee-	Amount of Court fee on appeal.
1079	29-5-28	28-5-29	10-6-29	Suit 14/8/6 Appeal 15/-	5/-	-/6/-

Ladhu son of Hayat , Awan by caste resident of Chura Tahsil Pindigheb - - - - - - Plaintiff - - - - - - - Appellant.

Against.

1. Mst: Mehr Nishan widow of Ahmad 2. Mohd: Nadir Shah son of Gul Nabi Shah 3. Masum Shah son of Sayed Badshah, residents of Chura tahsil Pindigheb - - - Defendants--Rs - - Respondents

Appeal filed by Ch: Mohammad Asghar Advocate .

App eal from the order of S. Gurcharan Singh B.A.,L.L.B. Sub Judge 4th Class in the district of Attock at Campbellpur dated the 28th day of May 1929 .

Claim in appeal for reversal of lower Court's order .

PUNJAB

* Pages not given.

*
Judgment.

By means of a mutation sanctioned on 29/5/27 Mst: Mehr Nishan respondent the widow of Ahmed Khan, Awan of Chura sold 4 kanals and 1 marla of Lapara land to Mohammed Naidr ~~Sh~~ Shah and Masum Shah Sayyads of her village for Rs 650/- . On 29/5/1928 Ladhu instituted a suit for possession by preemption of this land on payment of Rs 100/- . The vendees resisted the suit on grounds which will be apparent from the following issues :-

1. Whether the plaintiff has got a superior right or pre-emption to that of vendee defendants ?
2. Whether the sale price of Rs 650/- was fixed in good faith or was paid in its entirety by the vendees to the vendor?
3. If issue No: 2 is not proved , then what is the market value of the suit land ?
4. What improvements if any the vendee defendants have ma de

ڈسٹرکٹ کورٹ اٹک کا فیصلہ 1929ء پہلا صفحہ

I therefore, hold that the sum of Rs 650/-was fixed in good faith and actually, and is the fair market price as far as the vendees are concerned.

For the above reasons I set aside the decision of the Trial Court and accepting the appeal award the appellant a decree for possession by preemption of the four kanals and one marla of land on payment of Rs 650/- on or before 15th October 1929, failing which payment his suit shall stand dismissed with costs throughout. Parties will bear their own costs in appeal.

Announced.

30th August, 1929.

Sd. Ahsan-ul Haq,
District Judge,
Attock.

Certified to be a true Copy
[illegible]
Clerk of Court
Distt. and Sessions Court, Attock Distt.
Dated 30-8-1929
Authorised Under Section [illegible] Indian Evidence Act [illegible]

Register No. 397
Name of applicant Mohd Masum Shah
Copy applied for on 30/8/29
[illegible] 30
[illegible] received on 30
[illegible] completed on 31
Copy examined & certified on 31
Copy made over on 30
No. of words 1032
Fees due 5/24
Copying fees 4/21
Urgent fees [illegible]
Search —
Whether the copy is to be posted —
Cause of delay if any —
Prepared by [illegible]

ڈسٹرکٹ کورٹ اٹک کا فیصلہ 1929ء دوسرا صفحہ

اِس سرکاری دستاویز کے بعد مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہاں صرف اِتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ ہمیشہ بزرگوں کی بات کو اہمیت وفوقیت حاصل ہوتی ہے۔ موجودہ دَور کے حضرات کے مؤقف کو حضرت سیّد نادِرشاہ گیلانی المعروف بانکے پیر اور حضرت پیر سیّد معصوم بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کے خلاف کسی طرح کی بھی کوئی اَہمیت حاصل نہیں ہے۔ کتنی نادانی ہے کہ لوگ اپنے آپ کو دُرست کہیں اور ان بزرگانِ دین کو ایک غیر شرعی فعل کا مرتکب تصوّر کریں۔ مجھے اُمید ہے کہ بُزرگوں کے ادب و اِحترام کا دم بھرنے والے اپنے مؤقِف پر نظرِ ثانی کریں گے اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کے فیض رُوحانی سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔

قارئین کرام! یہ دستاویز 1927ء میں رجسٹر ہونے والے اِنتقال کے خلاف دائر ہونے والے مقدمہ کی ہے جس کا فیصلہ 1929ء میں ہوا۔ اِس سرکاری دستاویز میں حضرت سیّد نادر شاہ گیلانی اور حضرت سیّد معصوم بادشاہ گیلانی کی ذات سیّد تحریر ہے۔ اگر یہ حضرات سیّد نہ ہوتے تو اپنے آپ کو ہرگز سیّد نہ کہلواتے اور نہ لکھواتے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی کی اولاد نے اپنے نسب کو تبدیل نہیں کیا۔ اعتراض کرنے والوں سے میرا سوال یہ ہے کہ وہ اِس کے بارے کیا کہتے ہیں کہ کیا یہ حضرات صاحبانِ علم نہ تھے؟ کیا ان کے پیشِ نظر وہ احادیث نہیں تھیں جن میں نسب تبدیل کرنے والے کو جہنمی قرار دیا گیا ہے؟

میرا تو یہ جواب ہے کہ یہ حضرات قرآن وسُنت کے عالم باعمل تھے اور وہ ان تمام وعیدات سے واقف بھی تھے۔ میں ان حضرات کو جنّتی مومن سمجھتا ہوں۔ مخالف مؤقف رکھنے والے حضرات اگر اِن عظیم بزرگوں کو اِس کے برعکس سمجھیں تو ان کے لئے ہدایت کی دُعا ہی کی جا سکتی ہے۔

9۔منظوم شجرۂ طریقت 1309ھ بمطابق 1892ء

حضرت پیر شاہ عبدالہادی المعروف شاہ نامدار رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفۂ مجاز تھے۔ آپ نے تیراہ میں اپنے مرشد کی خدمت میں کئی سال رہ کر منازلِ سلوک طے کیں۔ آپ کے خلیفۂ مجاز حضرت پیر سیّد حبیب اللہ شاہ اترولی شریف علی گڑھ، بھارت نے ایک منظوم شجرۂ طریقت 1309ھ بمطابق 1892ء میں طبع کروایا جس کے آخر میں مشائخِ عظام سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تاریخ وصال دی گئیں ہیں، اِس میں تحریر ہے:

''حضرت سیّد محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ وفات 20 ربیع الاوّل 1245ھ
مزار تیزئی شریف''

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت شاہ نامدار ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اخوندکوٹ تیزئی شریف میں بھی عرصۂ دراز تک رہے تھے، اِس لئے آپ اپنے مرشد کے نسب سادات کو زیادہ بہتر طور پر جانتے تھے۔ حضرت ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ کے توسّط سے ہی حضرت سیّد حبیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب معلوم ہوا ہے۔

حضرت ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجۂ خوجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے براہِ راست تربیّت وفیض یافتہ تھے اِس لئے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے جملہ خلفاۂ سے آپ کا مقام و مرتبہ ہزار درجہ زیادہ ہے۔ حضرت ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حضرت پیر الطاف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہی ہے، بالخصوص شاہ حسین شاہ صاحب سجادہ نشین ہتھیال شریف اپنے والد کی پیروی کر رہے ہیں اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت عقیدت ومحبّت رکھتے ہیں۔ حضرت ہادی

شاہ نامدار رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر حضرت سیّد شمس الہند چنن شاہ آلومہاروی رحمۃ اللہ علیہ اوران کی اولاد نے آج تک اپنے مرشد کی اولاد کا ادب و احترام کیا ہے اور اپنے مرشد سے وفا کو نبھایا ہے۔

حضرت سیّد چنن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ پیر جماعت علی شاہ صاحبان رحمۃ اللہ علیہما سے ہزار درجہ بلند ہے۔آپ کی اولاد نے آج تک اپنے مرشد خانے کی کوئی توہین نہیں کی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خاندان حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہونے والے فیض کا سچا امین ہے۔

(منظوم شجرہ کا متعلقہ صفحہ بطور ثبوت منسلک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ 80)

مزار	تاریخ وفات	اسمائے بزرگان
سہرند	۲۸- صفر سنہ ۱۰۳۴ھ	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندی رحمۃ اللہ علیہ
سہرند	۹- ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ	حضرت محمد معصوم الملقب بعروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ
سہرند	۲۹- محرم سنہ ۱۱۱۴ھ	حضرت محمد نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سہرند	۴- ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۲ھ	حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ
مدینہ منورہ قریب مزار خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ	۱۱- رجب سنہ ۱۱۸۰ھ	حضرت قطب الدین محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ
رامپور	۴- صفر سنہ ۱۲۰۹ھ	حضرت سید شاہ جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ
گنڈہ پور در بلاد ملتان موضع چوڈہ	۷- ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۰ھ	حضرت شاہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
تیزے شریف	۲۰- ربیع الاولی سنہ ۱۲۴۵ھ	حضرت سید محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ
چوگزہ شریف	۱۲- شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ	حضرت باباجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ
ریتال شریف	۷- جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۵۹ھ	حضرت شاہ نامدار رحمۃ اللہ علیہ

منظوم شجرۂ طریقت طبع، 1309ھ بمطابق 1892ء

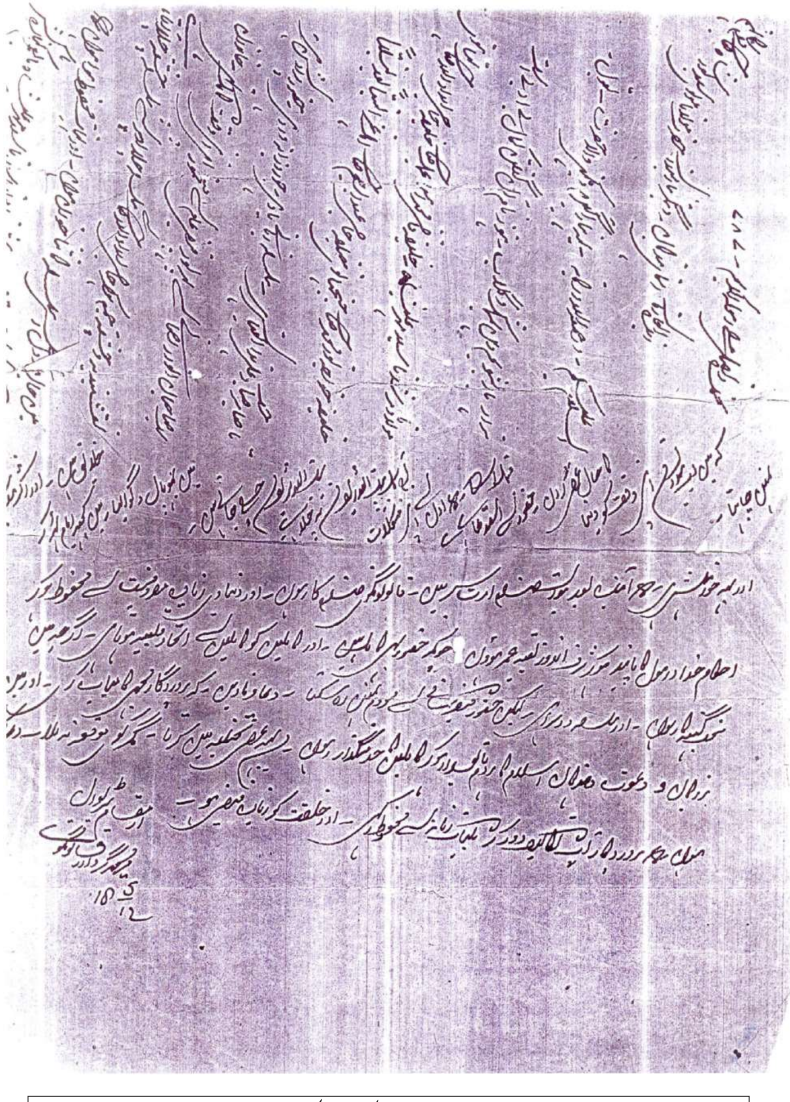
10- سال 1912ء میں لکھا گیا ایک مکتوب

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید میر محمد گرد، قانون گو نے حضرت علاّمہ مولوی پیر سیّد نور شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو 18.5.1912 کو ایک خط لکھا جس کے متن کا کچھ حصہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے:

نَحمدُہٗ ونصلی علیٰ رسُولہ الکریم۔ زُبدۃ العارفان، رہنمائے بندگان، دستگیرِ نیازمندان، حضرت مولانا مولوی سیّد نور شاہ صاحب دامت برکاتہم!

> مولانا و مرشدنا سیّد مہر علی شاہ، خلیفہ قاضی محمد اسماعیل صاحب، خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی، خلیفہ خواجہ نور محمد جنجھانوی خلیفہ حاجی عبدالرّحیم صاحب نسبتاً بعد نسبتاً تا صابر صاحب وعلیٰ ہٰذالقیاس۔ سلسلہ زبانی یاد ہے جو روزانہ وِرد ہے۔۔۔
>
> مَیں جان و دل سے اِس سلسلہ کا ثناخواں ہوں اور نہایت محظوظ ہوا ہوں۔ حضور کی زِیارت سے بھی مستفید ہوں۔ مرشدنا مولانا سیّدنا سیّد مہر علی شاہ کنارہ کش خلائق ہیں۔۔۔ چونکہ حضور بہرِ کامل ہیں اور کاملین کو کاملین سے اتحادِ قلبیہ ہوتا ہے، اگرچہ مَیں بہت گنہ گار ہوں اور سلسلہ دوسرا ہے لیکن حضور کا فیض کمانے سے محروم نہیں رہ سکتا۔ دُعا فرماویں کہ پروردگار مجھے کامیاب کرے۔

اس مکتوب سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ میر محمد صاحب حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور فیض یافتہ ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت سیّد نور شاہ گیلانی چوراہی کا نسب سادات لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان پر تبدیلیِ نسب کا جھوٹا الزام عائد کیا جاتا ہے، جو اس ولیِ کامل کی بہت بڑی توہین ہے۔



1912ء میں لکھا گیا مکتوب

11۔ اوچ شریف کی دستاویز میں شجرۂ نسب کی موجودگی

حضرت پیر سیّد عجائب علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سلسلہ میں اوچ شریف کا سفر کیا اور وہاں موجود قلمی نسخوں سے اپنے شجرۂ نسب کو پرکھا اور ان قلمی نسخوں کے امین سے تصدیقی سند و مہر حاصل کی۔

(اس مصدقہ شجرۂ نسب کی کاپی بھی بطورِ ثبوت منسلک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ 85)

یہاں اِس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں نے اور پیر سیّد مطیع قادر گیلانی صاحب نے اوچ شریف جا کر ان قلمی نسخوں کا خود مطالعہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ اِس سفر میں سانگلہ ہل سے جناب حاجی محمد خلیل مجدّدی اور ملک امیر حسین صاحبان اور احمد پور شرقیہ سے غلام شبیر صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ پہلے ہم نے مزارات پر حاضری دی۔ اِسی اثنا میں ہمیں معلوم ہوا کہ پیر سیّد افتخار گیلانی صاحب سجادہ نشین اوچ شریف بھی تشریف لے آئے ہیں۔ غلام شبیر صاحب نے پیر صاحب سے ملاقات کر کے قلمی نسخوں تک رسائی حاصل کرنے کی تجویز دی، جس سے سب نے اِتفاق کیا۔

جب ہم پیر صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے کمرہ میں پہنچے تو ہمارے علاوہ بھی متعدّد لوگ وہاں موجود تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ان کے پاس جو قلمی نسخے ہیں وہ چوری کے خطرے کے پیشِ نظر صندوقوں میں مقفل کئے ہوئے ہیں جن کو کھولا نہیں جا سکتا۔ دورانِ ملاقات ایک عجیب صورت حال پیش آئی جب آپ نے فرمایا کہ وہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو گیلانی سیّد تسلیم نہیں کرتے اور ان کا شجرہ نسب مستند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کشمیر سے ہجرت کر کے ہندوستان اور پھر پاکستان آئے تھے جو کہ سیّد نہیں تھے۔ ہم سب لوگ یہ سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور ہم پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ہم نے

اِس موضوع پر مزید گفتگو کرنی مناسب نہیں سمجھی اور کسی حد تک بوجھل دل کے ساتھ پیر صاحب سے اِجازت لے کر باہر نکل آئے۔ مجھے احساس ہوا کہ اس معاملہ میں ہم اکیلے نہیں ہیں کہ جن کے شجرۂ نسب کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے بلکہ اس خار زار میں اور بھی ہستیاں ہیں جن کے راستوں پر اہلِ دل نے کانٹے بچھا رکھے ہیں حالانکہ کسی کے تسلیم کرنے اور نہ کرنے سے کسی کا نسب تبدیل نہیں ہو جاتا۔ جب ہم نے حضرت غوث بندگی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی تو وہاں ایک بزرگ بھی موجود تھے جن کے سامنے ہم نے اوچ شریف حاضری کا مدعا بیان کیا تو انہوں نے ایک اور بزرگ کے بارے بتایا کہ ان کے پاس سادات کے شجرۂ نسب کے پرانے قلمی نسخے موجود ہیں اور یہ خاندان جدّی پشتی سیّد غوث بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائیں میں سے ہے۔ پیر صاحب کے کمرہ سے نکل کر ہم اوچ شریف میں ان بزرگوں کے پاس گئے جن کے بارے میں ہمیں بتایا گیا تھا۔ان کے پاس موجود قلمی نسخوں کا مطالعہ کیا جن میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب موجود ہے۔

ان قلمی نسخوں کے امین بزرگ نے ہمیں بتایا کہ وہ نسل در نسل ان قلمی نسخوں کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں، جن میں تمام سادات خاندانوں کے شجرۂ نسب موجود ہیں۔انہوں نے کمال مہربانی کرتے ہوئے ان قدیم قلمی نسخوں کی زیارت کا موقع بھی عنایت فرمایا۔ہمارے ساتھ جانے والے تمام حضرات نے بھی ان کا مطالعہ کیا اور ان قلمی نسخوں میں حضرت سید نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب سادات گیلانیہ کو ملاحظہ کیا۔

عکس شجرہ نسب مصدقہ اُچ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نسب سیادت [illegible] کا

[illegible] علی حضرت [illegible] شاہ عباس [illegible] سید بادشاہ [illegible]

محمد بادشاہ [illegible] بن [illegible]

خواجہ نور محمد بن فیض اللہ بن محمد بن علی ولی محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ [illegible]

بن عبدالرسول بن موسیٰ بن عبدالقادر بن حسن بن محی الدین بن [illegible]

بن عبدالرزاق بن حضرت عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح بن موسیٰ جنگی

بن عبداللہ جیلی بن یحییٰ بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ

بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ از مادر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چند اہم نکات

مندرجہ بالا دستاویزات اور شواہد کی روشنی میں چند اہم نکات سامنے آتے ہیں جن پر مختصر تبصرہ نذرِ قارئین ہے:

1......... حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی برمالہ چکار آزاد کشمیر میں خرید کردہ زمین کا انتقال 1308ھ مطابق 1891ء سے پہلے کا ہے کیونکہ 1891ء میں حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال ہوگیا تھا۔

اِس زمین کے انتقال کے کاغذات میں حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی بن سیّد فقیر محمد شاہ گیلانی کی قوم "سیّد" درج ہے۔ اگر حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سیّد نہ ہوتے تو آپ کے پوتے سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ زمین کے کاغذات میں اپنی ذات سیّد ہرگز نہ لکھواتے۔ جب آپ حق پر تھے تو آپ نے ایسا کیا اور حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند کے حق پر ہونے کی تائید اِس عمل کی تردید نہ کرتے ہوئے کی۔

وہ شخص کتنا بد بخت ہے جو حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس عمل کی نفی کر کے ان پر جعل سازی کا الزام عائد کرتا ہے۔ ان پاکیزہ کردار ہستیوں کو اپنی بے کردار ذات کے آئینے میں دیکھنا کتنا گھناؤنا جُرم ہے جس کا احساس ان مُردہ ضمیر لوگوں کو نہیں ہے۔

یہاں یہ حقیقت بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اخوندکوٹ سے چورا شریف ہجرت کے بعد سب سے پہلی جو زمین خریدی گئی وہ یہی زمین ہے جبکہ اسی عرصہ میں چورا شریف میں حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی اور حضرت سیّد امام شاہ گیلانی علیہما الرحمہ کی خریدی گئی زمینوں کی دستاویزات کا حوالہ بھی ہم نے دیا ہے، جن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ

چوراشریف میں ابتداءً خریدی گئی یارہن رکھی گئی جائیداد پر بھی ان حضرات کی قوم سیّد ہی درج ہے۔

اب ہم ذرا اُن لوگوں کی بات کرتے ہیں جو ہمیں افغان قریشی لکھتے اور لکھواتے ہیں اور اِس بات کا چرچا کرتے ہیں کہ ہمارے کاغذاتِ مال میں قوم افغان قریشی درج ہے اِس سلسلہ میں عرض ہے کہ چوراشریف کی وہ زمینیں جو اِس کے کافی عرصہ بعد خریدی گئیں۔ان زمینوں کے کاغذات کو اگر کوئی شخص اپنے مؤقف کے لئے دلیل بنائے تو وہ سراسر جہالت کی بنیاد پر مبنی مؤقف ہوگا کیونکہ کتب انساب میں نسب قریش پر سب سے بڑی کتاب ''انساب القریش'' ہے جس میں قبیلۂ قریش کی تمام شاخوں کا ذکر موجود ہے لیکن اِس کتاب میں اور دیگر کتب انساب میں کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جس میں قبیلہ قریش کی کسی افغان قریش شاخ کا تذکرہ ملتا ہو۔ویسے بھی اگر یہ قبیلہ قریش کی کوئی ذیلی شاخ ہوتی تو یہ صرف ایک خاندان تک محدود نہ ہوتی بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ افغانستان میں سب سے پہلے 642ھ میں مسلمان ہرات پر قابض ہوئے۔اِتنے لمبے عرصہ میں کسی قبیلے کی شاخ کا صرف ایک گھر تک محدود رہنا نہ صرف بعید از عقل ہے بلکہ یہ نقل کے بھی خلاف ہے۔

اِس سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ افغان قریش قبیلے کا دُنیا میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔اگر کسی کے پاس اِس قبیلہ کے متعلق کتب انساب میں سے کوئی حوالہ موجود ہے تو وہ پیش کرے ورنہ اپنے بے علمی پر مبنی مؤقف پر نظرِ ثانی کرے کیونکہ کسی دعویٰ کا ثبوت دلیل اور مستند حوالہ کے بغیر اہل علم حضرات کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا۔

ازالۂ وہم

اِس بات کے امکانات ہیں کہ مخالفین کاغذاتِ مال اٹک میں درج قومیّت کا حوالہ اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کریں لہٰذا اِس تمام صورتِ حال کو پوری دِیانت داری کے ساتھ

واضح کرنا ضروری ہے لیکن اِس کے لئے پہلے ”شرعی اُصولِ توریہ وحیلہ“ کو بیان کیا جائے گا تاکہ بزرگانِ چوراشریف کے اختیار کردہ شرعی فیصلہ کی حقیقت سے آگاہی ہو سکے۔

اِس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے حیلۂ شرعی پر حضرت علّامہ مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ” جاءالحق “ سے حوالہ دیا جائے، آپ فرماتے ہیں:

” كُلُّ حِيلَةٍ يَّحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِإِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ اَوْ لِإِدْخَالِ شُبْهَةٍ فِيْهِ اَوْلِتَمْوِيْهِ بَاطِلٍ فَهِيَ مَكْرُوْهَة وَّ كُلُّ حِيلَةٍ يَحْتَالُ بِهَا الرَّجُلُ لِيَتَخَلَّصَ بِهَا عَنْ حَرَامٍ اَوْ لِيَتَوَصَّلَ بِهَا اِلٰى حَلَالٍ فَهِيَ حَسَنَةٌ وَالْاَصْلُ فِيْ جَوَازِ هٰذاالنَّوْعِ... “(کتاب الحیل عالمگیری)

ترجمہ: جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اِس لئے کیا جائے کہ اِس سے آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے۔ اِس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو، اِس سے مار دو یہ حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ”شرح الشباہ والنظائر“ میں اور ” فتاویٰ تاتارخانیہ“ میں جوازِ حیلہ کی بہت نفیس تقریر فرمائی ہے، چنانچہ بحث کے دوران میں فرماتے ہیں:

”وعن ابن عباس اَنَّہٗ قَالَ وَقَعَتْ وَحْشَةٌ بَيْنَ هٰجِرَةَ وَّ سَارَةَ فَحَلَفَتْ سَارَةُ اِنْ ظَفَرَتْ بِهَا قَطَعْتُ عُضْوًا مِنْهَا فَاَرْسَلَ اللهُ جِبْرِيْلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلام اَنْ يُّصْلِحَ بَيْنَ هُمَا فَقَالَتْ سَارَةُ مَا حِيْلَةُ يَمِيْنِيْ فَاَوْحَى اللهُ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّاْمُرَ سَارَةَ اَنْ تَثْقُبَ اُذُنَىْ هَاجَرَ۔ “

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہوگیا۔ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقعہ ملا تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹوں گی۔ ربّ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کرادیں۔ حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت سارہ کو حکم دیں کہ وہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔ (جاءالحق۔مفتی احمد یارخان نعیمی)

قارئین کرام! قرآن وسُنّت کی روشنی میں کسی حرام سے بچنے اور حلال کو پالینے کے لئے اگر کوئی ایسا عمل کیا جائے جو اس فعل کا نعم البدل بن جائے تو اس کو شرعی حیلہ کہا جاتا ہے جس کا جواز کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر ایک ایسا لفظ یا جملہ بولا جائے جس سے سامع اس کے ظاہر اور عمومی معنی کو سمجھے لیکن بولنے والا اس کے دوسرے معنی مراد لے تو یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ اس کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل سے بھی ہوتا ہے۔ اس کو ’’توریہ‘‘ کہتے ہیں۔ امام راغب اِصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ’’مفردات القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں: وَرّٰی الْخَبَرَ کے معنی توریہ کرنے کے ہیں۔ یعنی اصل بات کو چھپا کر اسے کسی اور طریقہ سے ظاہر کرنا اِس طور پر کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور اصل مقصد بھی ظاہر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ امام اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری شریف میں باب من اراد غزوۃ فَوَرّٰی بِغَیْرِھَا میں حضرت کعب بن مالک کی رِوایت بیان کرتے ہیں وَلَم یَکُنْ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ یُرِیْدُ غَزْوَۃً اِلَّا وَرّٰی بِغَیْرِھَا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بھی کبھی کسی غزوہ کا اِرادہ کرتے تو دوسروں سے اس کو چھپاتے یعنی آپ غزوہ کے لئے توریہ کرتے تاکہ اصل اِرادہ کسی پر ظاہر نہ ہوجائے۔ اس کا مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بر بنائے مصالحِ دین وملّت ایسا لائحہ عمل اختیار کرتے، جس کی وجہ سے دشمن آپ کے اِرادۂ اصلی کو سمجھ نہ پاتا اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے۔ یہ بحث اہلِ علم کی توجہ کے لئے ہے

کیونکہ عوام النّاس اس کی گہرائی کو شاید نہ پاسکیں لیکن اگر تھوڑی سی توجّہ دی جائے تو معاملہ کو سمجھنا آسان ہوگا۔

اب جس بات کیلئے یہ تمہید باندھی گئی ہے، اس کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے کہ اِس بات کی توقع ہے کہ اِس کتاب کے جواب میں مخالفین باباجی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کاغذاتِ مال ضلع اٹک کو پیش کر کے اپنے بے دلیل موٗقف کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اِس لئے یہاں اِس بات کی وضاحت ضروری ہے تا کہ اصل صورتِ حال قارئین کرام کے ذہن میں موجود رہے۔ کاغذاتِ مال میں اِختیار کئے گئے موٗقف کے اصل پسِ منظر کو جاننا ضروری ہے جو یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ تیراہ شریف سے چوراشریف تشریف لائے تو آپ کی اولاد نے یہاں اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے زمینیں خریدنا شروع کیں۔ اِس سے مقامی لوگوں میں بے چینی پیدا ہوگئی اور ان میں سے تین ناعاقبت اندیش لوگوں (سردار فتح محمد، قاسم اور کرم خان) نے آپ کی اولاد کے خلاف مقدّمہ دائر کر دیا کہ چونکہ آپ سیّد ہیں اور سیّد غیر کاشتکار قوم ہے اِس لئے ان کو زمینوں کی خرید کرنے سے روکا جائے۔ اِس مقدّمہ کو سمجھنے کے لئے انگریزوں کے نافذ کردہ قانون (ایکٹ 1900ء) پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

نسلی امتیاز پر مبنی 1900ء میں نافذ کردہ انگریزی قانون

سیّد اکبر زیدی اپنی کتاب، ’’ISSUES IN PAKISTAN'S ECONOMY‘‘ میں لکھتے ہیں:

In the Punjab, the British went one step further. They were quite disturbed about the fact that, due to a debt market emerging and with landlords unable to pay their taxes and loans, agricultural land was going to non-agricultural users.

They felt that this would undermine the position of the agrarian castes' on whom the British relied. Thus, they implemented the 1900 Punjab Land Alienation Act, which prohibiited the passing of Land from agriculltural to non-agricultural castes and permitted land transfers only within the related agricultural cast group in each district.

ترجمہ۔ پنجاب میں انگریزوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ وہ اِس بات پر بہت پریشان تھے کہ منڈیوں کے مخدوش حالات اور جاگیرداروں کی طرف سے ٹیکسز اور قرضہ جات ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے زمینیں غیر کاشتکار لوگوں کے ہاتھوں میں (فروخت ہوتی) جارہی تھیں۔ اُنہوں نے محسوس کیا کہ (اگر یہی صورتحال برقرار رہی تو) وہ کاشتکار ذاتیں کہ جن پر انگریز تکیہ کیئے ہوئے تھے، اُن کی حالت کمزور ہو جائے گی۔ پس انہوں نے پنجاب لینڈ الائنیشن ایکٹ 1900ء نافذ کردیا جس کی بنا پر کاشتکار ذاتوں سے غیر کاشتکار ذاتوں کو زمینوں کی منتقلی ممنوع قرار پائی اور (اِس ایکٹ کی رو سے) زمین کی منتقلی صرف کاشتکار ذاتوں کے درمیان ہی ہو سکتی تھی۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نافذ کردہ ایکٹ جس کے ذریعہ سادات کو زمینوں کی خرید و فروخت محروم کردیا گیا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

THE PUNJAB ALIENATION OF LAND ACT, 1900
(Act XIII of 1900)
Para 4. Agricultural tribes

(1) The (Board of Revenue) shall, by notification in the (Official Gazette) determine what bodies of persons in any district or group of districts are to be deemed to be agricultural

tribes or group of agricultural tribes for the purposes of this Act.

(2). If any question or doubt should arise as to whether a person is or is not a member of a notified agricultural tribe, the District Officer Revenue shall, after such enquiry as may be prescribed, determine whether that person is to be deemed to be member of the said agricultural tribe for the purpose of this Act.

ترجمہ۔ پنجاب الائنیشن آف لینڈ ایکٹ 1900ء کے پیراگراف 4 کے عنوان ایگریکلچرل ٹرائبز (کاشتکار قبیلے یا ذاتیں) کے تحت تحریر ہے کہ،

(1) بورڈ آف ریونیو ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعے (سرکاری گزٹ میں) واضح کرے گا کہ کسی ضلع یا ضلعی گروپوں میں کون سے لوگوں پر مشتمل گروہ کاشتکار ذاتیں متصوّر ہوں گی جو اس ایکٹ کے مقاصد کو پورا کریں گی۔

(2) اگر کوئی سوال یا شک اٹھے کہ کیا کوئی شخص نوٹیفائیڈ کاشتکار ذات میں سے ہے یا نہیں تو ڈسٹرکٹ ریونیو آفیسر ایک انکوائری کرے گا جس کے ذریعہ واضح کرے گا کہ وہ شخص اس کاشتکار ذات سے تعلق رکھتا ہے (یا نہیں) جو کہ اس ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرتا ہو۔

معزز قارئین! 1900ء میں انگریزوں کا یہ نافذ کردہ قانون تھا جس کی زد میں حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان آتا تھا اور اِسی غیر منصفانہ قانون کے تحت باباجی علیہ الرحمہ کے خاندان کے خِلاف مقدمہ قائم کیا گیا تھا تا کہ اِس خاندان کو اِس علاقہ میں زمینوں کی خریداری سے روکا جاسکے۔

قارئین کرام! اُس وقت حالات ایسے تھے جب انگریز بے شمار گدی نشینوں کو اپنے دربار

کے خدمتگاروں میں شامل کر چکے تھے۔مسلمانوں کو ورغلانے اور اپنے مریدوں کو انگریز کی اطاعت پر اُبھارنے کے صلہ میں بے شمار خانقاہوں والے جائیدادیں بٹور رہے تھے لیکن سرزمینِ چوراشریف سے انگریزی اِستعمار کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا گیا تھا اور ہمارے بزرگ ڈنکے کی چوٹ پر مسلم لیگی قائدین کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔

ایسے حالات میں جب عدالت میں مقدمہ دائر ہوا تو ہمارے بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ انگریز شاید اِس بات کو بہانہ بنا کر ہماری معاشی مشکلات میں اضافہ کر دے۔اِس صورتِ حال سے نبٹنے کے لئے کاغذاتِ مال میں تبدیلی کے ساتھ اپنی قوم افغان قریشی ظاہر کر کے ایک شرعی حیلہ اختیار کیا گیا تا کہ وقتی طور پر موجودہ صورت حال سے نکلا جا سکے۔جہاں تک والیٔ کابل سے سرٹیفکیٹ کا تعلق ہے اس کی حقیقت اِتنی ہے کہ اِس تصدیق کا مقصد یہ تھا کہ باباجی علیہ الرحمہ کا خاندان مہاجرین افغانستان میں سے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے قبائلی علاقہ کے رہائشی ہیں۔اِس طرح ہمارے بزرگوں نے قبیلۂ قریش سے تعلق ظاہر کر کے اپنی اصل پہچان اور نسب کو قائم رکھا کیونکہ سیّد ہونے کے ناطے بھی ہم قبیلۂ قریش کے ہی فرد تھے۔اس طرح یہ معاملہ خوش اُسلوبی سے حل ہو گیا۔

قارئینِ محترم !اپنی غیرت وحمیّت کا سودا باباجی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے لئے خودکشی کے مترادف ہوتا کیونکہ اُنھیں غیرتِ سادات بہرصورت عزیز تھی۔اِس لئے اِس مقدمہ کے جواب میں جو موقف اختیار کیا گیا وہ حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت اور احکاماتِ فقہ کے عین مطابق تھا۔پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اپنے جائز حق اور حلال کو پانے کے لئے توریہ اور حیلہ کرنا شریعت کے مطابق جائز ہے۔لیکن اِختیار کئے گئے شرعی حیلہ کو عدم فہمی کی بنا پر حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر تنقید کے لئے استعمال کیا گیا۔

اِس صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے مدعا علیہان نے کاغذاتِ مال میں قوم

افغان قریشی درج کروا کر اپنی بہترین علمی صلاحیّتوں کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ انہوں نے ایک حیلہ کے ذریعے اپنے اصل نسب کو بھی قائم رکھا کیونکہ سادات کے نسب کی اصل قریش ہی ہے۔ اور دوسری طرف افغان قریشی کے لفظ سے اہلِ علم کو بتا دیا کہ اس نام کی کوئی قوم دنیا میں موجود نہیں۔ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر کسی کے پاس کتبِ تاریخِ انساب میں سے افغان قریشی قوم کا کوئی حوالہ موجود ہے تو پیش کرے۔ یقیناً کسی بھی انساب کی کتاب بالخصوص نسب قریش پر سند کا درجہ رکھنے والی کتاب ''انساب القریش'' میں اِس کا کوئی بھی حوالہ موجود نہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح کی جاتی ہے کہ جو لوگ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کو فاروقی کہتے ہیں وہ کاغذاتِ مال میں درج افغان قریشی کے تضاد کو کس طرح دُور کر سکیں گے۔ اِن کو یا تو ''انوارِ تیراہی'' میں درج شجرۂ نسب کو درست ماننا پڑے گا جو کہ قطعی طور پر غلط ثابت کیا جا چکا ہے یا پھر کاغذاتِ مال میں درج افغان قریشی نسب کا کتب انساب سے ثبوت دینا پڑے گا۔ جس کا کتب انساب میں کوئی ثبوت ہے ہی نہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کوئی ایک بھی شاخ افغان قریشی نہیں کہلاتی بلکہ ان کو فاروقی ہی کہا اور لکھا جاتا ہے۔ اگر حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فاروقی ہیں تو پھر افغان قریشی کیوں لکھا جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس اس کے شواہد موجود ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد افغان قریشی نسب سے تعلق رکھتی ہے تو اُن کو سامنے لائے۔ ویسے بھی نسل ونسب، صُلب ورحم کے سلسلہ بہ سلسلہ تعلق قائم ہونے کی وجہ سے وُجود میں آتا ہے نہ کہ کسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھنے سے نسل ونسب کا تعیّن ہوتا ہے۔ اگر کسی ارائیں نسب والے کو کاغذات میں ہاشمی لکھ دیا جائے تو وہ ہاشمی نہیں ہو جائے گا اور اگر کسی سیّد کو حوادثِ زمانہ کی بنا پر جٹ یا سندھو لکھ دیا جائے تو اس کی صُلبی نسل بدل نہیں جائے گی۔ اہلِ علم کو اِس بات پر غور کرنا چاہیے اور جہلاء کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔

ایک اور بات یہ عرض ہے کہ علماً کے علم میں ہے کہ عرب سادات کو کبھی سید تحریر نہیں کرتے بلکہ سادات بھی قریش کی حیثیت سے ہی پہچانے جاتے ہیں البتہ کبھی ان کے نام کے ساتھ ''الشریف'' کا لفظ لگا دیتے ہیں تا کہ قریش میں سے نسل آنحضرت ﷺ کی تخصیص ہو سکے۔ عرب حضور سرورِ کونین ﷺ کے نسب میں آنے والوں کو ''قریش'' ہی کہتے ہیں۔

ہمیں جب اپریل 2006ء میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی تو مساجدِ سبع کی زیارت کے دوران مسجد قبا شریف کے باہر پہنچے تو ہم درختوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ وہاں میں نے اپنی بیٹی افرع مسعود (جو اس وقت چار سال کی تھی) کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ اتنے میں ہماری گاڑی اور ساتھ کھڑی دوسری گاڑی کے ڈرائیور آپس میں باتیں کرتے ہوئے ہمارے قریب آ گئے اور ان میں ایک افرع مسعود کی ناک پر انگلی رکھ کر دوسرے کو کہنے لگا:

من القریش، من القریش۔

مجھے اُن کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ عربوں کا خاصہ ہے کہ وہ علم نسب پر مہارت رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے ناک کی بناوٹ سے ہمارے نسب کا اندازہ لگا لیا ہے۔ وہ کافی دیر تک ہمیں بڑی محبّت بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔ شاید یہ بھی محبت رسول ﷺ کا ایک انداز تھا۔

2.... حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید، حضرت سید امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کی خرید کردہ زمین کی دستاویزات سے بھی ہو جاتی ہے۔ یہ دستاویزات حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دستاویزات کے قریب کے زمانہ کی ہیں۔ یہ دستاویزات 1887ء بمطابق 1304ھ اور 1888ء بمطابق 1305ھ اور 1895ء بمطابق 1312ھ میں تحریر کی گئیں جن میں حضرت سیّد امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کی ذات ''سیّد'' درج ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دستاویزات انوارِ تیراہی (جس کی تحریر کے

ذریعے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب ثابت کیا جاتا ہے) سے تیئس (23) سال پہلے کی ہیں۔جبکہ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دستاویزات ان سے بھی پہلے کی ہیں۔اس طرح ان دستاویزات کا عرصہ ''انوارِتیراہی'' سے کم ازکم پچیس سے تیس سال پہلے کا ہے۔اگر بالفرض انوارِ تیراہی کو تحریف سے پاک بھی سمجھ لیا جائے تب بھی کوئی صاحبِ علم شخص ان دستاویزات پر انوارِ تیراہی کی تحریر کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

3 ....ان دستاویزات پر کئی گواہوں کے دستخط اور مہریں موجود ہیں جبکہ سرکاری عہدیداران کے دستخط اور مہریں بھی ثبت ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان تمام لوگوں نے آنکھیں بند کر کے ان دستاویزات پر دستخط کئے تھے اور مہریں ثبت کی تھیں یا ان سے زبردستی دستخط کروائے گئے تھے۔جب مذکورہ بالا دستاویزات پر ایک کثیر تعداد میں لوگوں کی شہادتیں موجود ہیں تو ان کو نہ ماننا سوائے ہٹ دھرمی اور جہالت کے اور کچھ نہیں۔

4....اِن دستاویزات کی روشنی میں اُن حضرات کو دعوتِ فکر ہے جو حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی ،حضرت سید امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہم کو دِیانتدار،متقی ،قرآن و حدیث کا علم رکھنے والے اور خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس سلسلۂ فیض سے مستفیض مانتے ہیں جبکہ وہ اپنے طرزِ عمل سے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو براہِ راست اور حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بالواسطہ طور پر جھوٹا اور جعل ساز ثابت کرتے ہیں۔اِس طرح وہ بزرگانِ دین کے ادب کو ملحوظ نہ رکھ کر دین و دُنیا میں

اپنی شقاوت و بدبختی کا سامان کر رہے ہیں۔اُن کو اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

5 .... حضور باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تین پوتوں کی دِیانت داری و ایمانداری تقویٰ و پرہیزگاری پر شک بھی کرنا طریقت کے کفر کے مترادف ہے،نعُوذ باللہ! اِن حضرات کو کذّاب و جعل ساز ثابت کرنے والے بالواسطہ طور پر حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیّت کی تکذیب کر رہے ہیں۔

6 .... اِن دستاویزات کی روشنی میں ایک اور بات سامنے آتی ہے کہ خواجۂ خواجگان حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اپنی تحریرات و دستاویزات میں اپنی ذات سیّد ہی درج کرتی تھی۔مُنصف مزاج حضرات خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سیّد نہ ہوتے تو آپ کے پوتے جو علم و عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر تھے کس طرح ایک ایسا عمل کر سکتے ہیں جو نہ صرف غیر اَخلاقی بلکہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی خلاف ہے۔

7 .... حضرت سیّد نادر شاہ گیلانی المعروف بانکے پیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد معصوم بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ہونے والے ڈسٹرکٹ کورٹ اٹک کے فیصلہ 1929ء میں بھی خواجگانِ چورا شریف کی ذات سیّد لکھی ہوئی ہے۔یہ ایک سرکاری دستاویز ہے جس کو جھٹلانا آسان نہیں ہے۔

8 .... حضرت سیّد حبیب اللہ شاہ اترولی علی گڑھ بھارت کے منظوم شجرہ مرتبہ 1309ھ بمطابق 1892ء میں بھی حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سیّد لکھی ہوئی ہے۔

9.... حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مرید کا مکتوب جو 1912ء میں لکھا گیا، جس پر حضرت مولوی پیر سیّد نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سیّد تحریر ہے۔ یہ دستاویز ایک ایسی شخصیت کی ہے، جو حضرت خواجہ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے براہِ راست کوئی نسبت طریقت نہیں رکھتے تھے۔ اِس کا مطلب ہے کہ وہ آپ کے نسب سے اپنے مرشد کے ذریعہ واقفیت رکھتے تھے، جس کی بنا پر حضرت سیّد نور شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کو ذکر کیا گیا۔

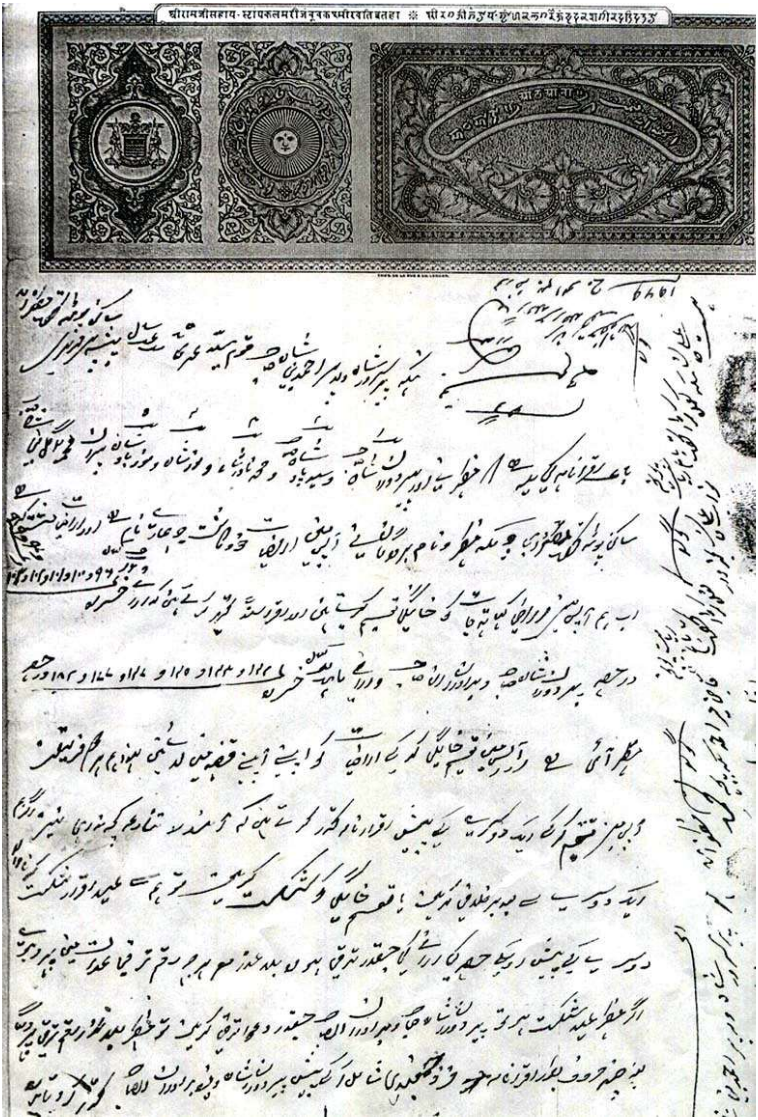
10.... یہ تمام دستاویزات ''انوار تیراہی'' سے کئی سال پہلے اور کئی سال کے بعد کے زمانہ کی ہیں جن کی موجودگی میں ایک ایسی تحریر کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی جس میں بہت سی ترامیم وتحاریف کر دی گئی ہوں۔

12- معاہدہ 1969 بکرمی بمطابق 1912ء

اہلِ علم جب کسی معاملہ کے درست اور حق ہونے کو معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا تاریخی جائزہ لیتے ہیں۔ جب ایک بات سابقہ زمانے سے موجودہ زمانے تک ایک تسلسل کے ساتھ تسلیم کی جاتی رہی ہو تو اس کے حق ہونے کی تصدیق کی جاتی ہے۔ اس تسلسل کو ثابت کرنے کے لئے یہاں ایک اور شہادت پیش کی جاتی ہے۔

حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت پیر سیّد سرور شاہ گیلانی بن سیّد احمد نبی گیلانی بن سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت پیر سیّد دوران شاہ گیلانی وحضرت پیر سَید شاہ گیلانی وحضرت پیر سیّد نادر شاہ گیلانی وحضرت پیر سیّد نور شاہ گیلانی وحضرت پیر سیّد نور بادشاہ گیلانی پسران حضرت پیر سیّد گل نبی شاہ گیلانی بن حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مابین پوٹھ علاقہ چکار ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر کے مقام پر موجود ایک قطعہ زمین کی خرید وفروخت کا معاہدہ 1969 بکرمی بطابق 1912ء میں ہوا جس پر ان حضراتِ بزرگانِ چوراہیہ کی قوم ''سیّد'' تحریر ہے۔

(اس کی فوٹو کاپی بھی منسلک ہے۔۔۔ صفحہ 100)

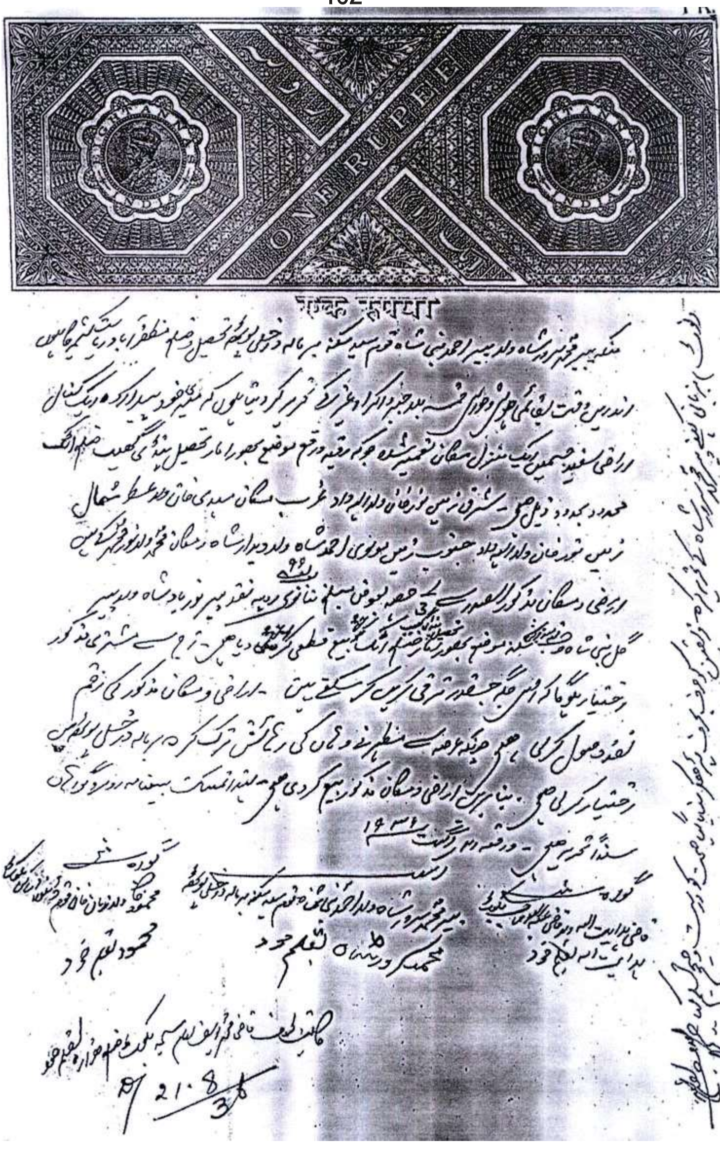


معاہد1969 بکرمی بمطابق 1912ء

13۔ بیع نامہ 1936ء

حضرت پیر سیّد سرور شاہ گیلانی بن حضرت سیّد احمد نبی شاہ گیلانی اور حضرت پیر سیّد نور بادشاہ بن حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان ایک زمین کی خرید و فروخت کا بیع نامہ لکھا گیا، جس بھی اِن حضرات کی قوم "سیّد" تحریر ہے۔

(فوٹو کاپی۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ 102 پر منسلک ہے۔)



بیع نامہ 1936ء

قارئین کرام! یہ 1877ء(حضرت سیّد اِمام شاہ گیلانی وحضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کی دستاویزات) سے 1936ء کی اِن دستاویزات تک قریباً ساٹھ 60سال کا ایک تسلسل ہے۔اور یہ زمانہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے اور قیام پاکستان کے بعد تک محیط ہے۔اور یہ زمانہ"انوارِ تیراہی" کے شائع ہونے سے تیئیس (23) سال سے بھی پہلے اور چھبیس (26) سال بعد کے عرصہ پر مشتمل ہے ۔اِس دوران میں باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ایک ہی موقف رکھتی تھی۔

اِن تمام دستاویزی شہادتوں کے بعد اگر کوئی شخص باواجی صاحب کی اولاد کی تکذیب کرتا ہے تو دراصل وہ کبر ونخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ دلیل سے بات کرنا اور دلائل وشواہد کو تسلیم کرنا اہلِ علم کا شیوہ ہے اور اپنی غلط بات پر ڈٹ جانا انتہائی درجے کی نادانی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ سیّد نُور مُحمّد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ قادریہ

ایک تاثر یہ بھی دیا جاتا ہے کہ جس شجرۂ نسب کو حضرت سیّد گل نبی شاہ گیلانی علیہ الرحمہ نے نقل کیا، وہ درحقیقت شجرۂ نسب نہیں بلکہ حضرت سید نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت قادریہ ہے جس کو سلسلۂ نسب بنا کر پیش کر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت قادریہ کا ثبوت نہیں تھا، جس کو آج کے دَور میں دریافت کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بالکل بے بنیاد الزام ہے۔

مؤلف کتاب ہٰذا کے پاس ایک قلمی کتاب موجود ہے، جس کو حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مست علی بن مولوی معنوی شیخ نادِر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے 1293ھ بمطابق 1876ء میں لکھا۔ اِس میں حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ قادریہ کے شجرۂ طریقت دِیئے گئے ہیں۔ اِن شجرۂ طریقت میں کسی ایک میں بھی ''حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ'' سے نسبت قادریہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک نہیں پہنچتی۔ اِس بات کا اِمکان بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ نسبت اگر حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتی تو اِس کا ذکر نہ کیا جاتا۔ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ اعلیٰ تھے۔ جہاں تیرہ (13) شجرۂ طریقت کا ذِکر موجود ہے وہاں اپنے اجداد کی نسبت کا ذکر نہ کرنا حیران کن ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا شجرۂ نسب ملتا ہے جبکہ شجرۂ طریقت میں سیّد عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں آتا۔

اِس سے رِسالہ ''رابطہ روح'' کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے جدّ اعلیٰ حضرت سیّد موسیٰ گیلانی علیہ الرحمہ کے فرزند نہیں تھے۔ اپنے جدّ اعلیٰ کی بات کو چھوڑ کر کسی نامعلوم مصنف کی بے سند تحریر پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔

مندرجہ ذیل تین شجرۂ طریقت قادریہ حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض سے نقل کئے جاتے ہیں۔

1۔شجرہ قادریہ صالحیہ

الحمد للہ القادر المقتدر العزیز الغفار والصلواۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد سیّد الابرار وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ الاخیار الیٰ یوم الحساب امّا بعد **میگوید فقیر خاکسار**

شاہ محمد کہ داخل شدم و ارادت آوَردم بجناب مرشد و والد خود برگزیدہ صمد حضرت **نور محمد** وایشان از والد خود **محمد فیض اللہ** وایشان از فقیر کبیر روشن ضمیر حضرت سید شاہ **محمد عیسیٰ** بن محمد بشارت وایشان از پیرِ خود سیّد **جمال اللہ** وایشان از پیرِ خود **قطب الدین محمد اشرف** وایشان از پیرِ خود خلیفۃ اللہ **خواجہ محمد زبیر** وایشان از جدّ خود حجۃ اللہ **محمد نقشبند ثانی** وایشان از پدرِ خود قیوم زمانہ **خواجہ محمد معصوم** وایشان از پدرِ خود اِمام ربانی **شیخ احمد سرہندی** وایشان از پیرِ خود سیادت پناہ **شاہ سکندر** وایشان از جد خود **شاہ کمال کیتھلی** وایشان از پیرِ خود حضرت سیّد **شاہ فضیل** وایشان از پیرِ خود حضرت **شاہ گدا رحمان** بن محبوب علی وایشان از سید **شاہ شمس الدّین العارف** وایشان از سیّد **شاہ گدا رحمان ثانی** بن ابوالحسن بن ابوالفضل وایشان از سیّد **شمس الدّین صحرائی** وایشان از سید حضرت **شاہ عقیل واصل** وایشان از سیّد **شاہ حضرت عبدالوہاب** وایشان از سید **شاہ حضرت شرف الدین قتّال** وایشان از سیّد **شاہ حضرت عبدالرّزاق** وایشان از **غوثِ صمدانی محبوبِ ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی** وایشان از پدرِ خود حضرت **ابوصالح بن موسیٰ جنگی** وایشان از پدرِ خود **شاہ عبداللہ الجیلی** وایشان از پدرِ خود سیّد **شاہ یحییٰ زاہد** وایشان از پدرِ خود سیّد **شاہ مورث** وایشان از پدرِ خود حضرت سیّد **شاہ داوٗد**

وایشان از پدرِخود سیّد شاہ موسیٰ وایشان از پدرِخود شاہ عبداللہ المورث وایشان از پدرِخود سیّد شاہ موسیٰ الجون وایشان از پدرِخود سیّد شاہ عبداللہ المحض وایشان از پدرِخود سیّد شاہ حسن مثنیٰ وایشان از پدرِخود امام حسن وایشان از مادرِخود فاطمۃ الزّہراؓ و از پدرِخود حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ وھو من خاتم النّبیّین والمرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

2۔ شجرۂ قادریہ ثانیہ اِسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ العظیم والصلواۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ العظام واصحابہ الکرام اما بعد میگوید بندہ احد شاہ محمد کہ اِجازت یافتم طریقہ قادریہ اِسلامیہ از والدخود نور محمد وایشاں از والدخود محمد فیض اللہ وایشاں از پیرِخود محمد عیسیٰ وایشان از پیرِخود حافظ شاہ جمال اللہ وایشان از پیرِخود سیّد قطب الدین محمد اشرف وایشان از پیرِخود قیوم الزمان خواجہ محمد زبیر وایشان از جدخود حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی وایشان از پدرِخود خواجہ محمد معصوم وایشان از پدرِخود شیخ احمد سرہندی وایشان از پدرِخود شیخ عبدالاحد بن زین العابدین وایشان از پیرِخود رکن الدین بن عبدالقدوس گنگوہی وایشان از ابراہیم الحسنی الایراجی القادری وایشان از شیخ بہاؤالدین انصاری القادری وایشان از شیخ احمد جیلی القادری وایشان از والدخود سیّد عبدالقادر وایشان از والدخود سیّد شاہ حسن وایشان از والدخود سیّد محی الدین ابوالنصر وایشان از والدخود سیّد شاہ ابوصالح وایشان از والدخود سیّد شاہ عبدالرزاق وایشان از والدخود غوث الاعظم شیخ عبدالقادر وایشان از پیرِخود حضرت شیخ الاسلام مصلح الدین بن علی حسین مخزومی وایشان از شیخ ابوالحسن علی محمد بن یوسف ہنکاری وایشان از ابوالفرح عبدالرحمٰن بن عبداللہ طرطوسی وایشان از شیخ ابوالفضل عبدالاحد بن عبدالعزیز التمیمی وایشان از شیخ ابوبکر شبلی وایشان از شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی وایشان از پیرِخود سری سقطی وایشان از خواجہ معروف کرخی وایشان از سلطان امام علی موسیٰ رضا وایشان از والدخود امام موسیٰ کاظم وایشان از والدخود امام جعفر

صادق وایشان از والدخود **ابوجعفر امام محمد باقر** وایشان از والدخود **امام زین العابدین** وایشان از والد خود **امام حسین** وایشان از والدخود **امیر المومنین علی المرتضیٰ** وایشان از **سید المرسلین محمد مصطفےٰ** صلی اللہ تعالی علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

3۔شجرۂ قادریہ سعیدیہ ثالثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمد للہ الذی شرفنا بھدایۃ الاسلام والصلواۃ علیٰ نبیہٖ محمد وعلیٰ آلہ البررۃ الکرام اما بعد یقول العبد الضعیف **شاہ محمد** قد وصلنی عن والدی العارف باللہ ھادینا ومولینا **نور محمد** وھو یقول قد وصلنی خرقہ القادریہ السعیدیہ من والدی **محمد فیض اللہ** وھو من مولائی و شیخی سید **شاہ محمد عیسٰی** و ھو من شیخہ **حافظ** سید **شاہ جمال اللہ** و ھو من شیخہ **قطب الدین حضرت محمد اشرف** و ھو من شیخہ **خلیفۃ اللہ حضرت شیخ محمد زبیر** و ھو من شیخہ و جدہٖ **شیخ محمد نقشبند ثانی** و ھو من شیخہ و ابیہ **حضرت خواجہ محمد معصوم** و ھو من شیخہ و ابیہ **شیخ احمد سرہندی** وھو من شیخہ و ابیہ **حضرت شیخ عبدالاحد** و ھو من شیخہ **شیخ رکن الدین بن عبدالقدوس گنگوہی** و ھو من شیخہ **عبدالقدوس بن اسماعیل گنگوہی** و ھو من شیخہ **شیخ درویش بن قاسم اودہی** و ھو من شیخہ **شیخ بھمن بہرانجیو** ھو من شیخہ و ابیہ سید **اجمل بہرانجیو** ھو من شیخہ سید السادات **جلال الدین بخاری** وھو من شیخہ **حضرت شیخ محمد عبید عیسیٰ** وھو من شیخہ **شیخ عبید فاضل** وھو من شیخہ **حضرت شیخ ابوالمکارم فاض** وھو من شیخہ **حضرت شیخ قطب الدین ابوالغیب** وھو من شیخہ **شیخ شمس الدین بن علی الافلح** وھو من شیخہ **شیخ شمس الدین بن الھدادؒ** وھو من شیخہ **شیخ عبدالقادر جیلانیؒ** وھو من شیخہ **شیخ ابوسعید مخزومیؒ** وھو من شیخہ **شیخ ابوالحسن علی الھنکاریؒ** وھو من شیخہ **شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ** وھو من شیخہ **شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمیؒ** وھو من شیخہ **شیخ ابوالعباسؒ** وھو من

شیخه **شیخ الفضلؒ** وھو من شیخه **ابو بکر عبداللہ شبلیؒ** وھو من شیخه **ابوالقاسم شیخ جنید بغدادیؒ** وھو من شیخه **شیخ سری سقطیؒ** وھو من شیخه **شیخ معروف کرخیؒ** وھو من شیخه **شیخ داوٗد الطائی** وھو من شیخه **شیخ حبیب عجمیؒ** وھو من شیخه **خواجہ حسن بصریؒ** وھو من شیخه **امیرالمومنین علیؓ** و ھو من **سیّد المرسلین و شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

مندرجہ بالا شجرہ ہائے طریقت قادریہ حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ قادریہ کا بیّن ثبوت ہیں۔ یہی نسبت ان کی تمام اولاد کو بھی ان کے سلسلۂ طریقت میں آنے کی وجہ سے حاصل ہے۔ اگر حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتِ قادریہ ان کو حاصل ہوتی تو یہ شجرۂ طریقت ضرور اِس کتاب میں شامل کیا جاتا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے ہیں اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے سلسلۂ طریقت میں منسلک ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔

حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی نسخہ میں تیرہ (13) شجرۂ طریقت نقل کئے گئے ہیں، جن میں ایک بھی شجرۂ طریقت حضرت سیّد شیخ عبدالرسول گیلانی رحمۃ للہ علیہ کی نسبت سے نہیں ہے۔ اس لئے کسی نامعلوم مصنف کی معدوم تحریر کی بنیاد پر کہی گئی بات کو اہلِ علم تسلیم نہیں کرسکتے۔

"انوارِ تیراہی" معروف بہ گلزارِ نوری کا

جائزہ

''انوارِ تیراہی'' معروف بہ گلزارِ نوری میں درج شجرہ نسب کا تنقیدی جائزہ

حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ سیّد دین محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔آپ اپنے والدِ گرامی کی طرح ایک جیّد عالم دین تھے۔اِس کے ساتھ آپ روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔''انوارِ تیراہی'' آپ کی طرف منسوب کردہ کتاب ہے جس میں تحریفات کر دی گئی ہیں۔اِس کتاب پر تفصیلی تبصرہ حاضرِ خدمت ہے۔

حضرت خواجۂ خواجگان سید نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانِ سادات کو فاروقی النّسب ثابت کرنے کے لئے جس کتاب کا حوالہ بڑی شدّ و مدّ سے دیا جاتا ہے وہ سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتاب ''انوارِ تیراہی'' ہے لیکن کسی بھی تصنیف کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد ہی اس کی صداقت اور اصل ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس میں مندرج اہم نکات کو تسلیم یا مسترد کرنے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔غیر محتاط تذکرہ نگار واقعاتی صداقت کا لحاظ نہیں رکھتے کیونکہ ان کا مقصد تاریخی حقائق پیش کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی بجائے ان کے پیشِ نظر محض واقعات کو پیش کرنا ہوتا ہے۔

جب اس تصنیف کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے تو اس عدم احتیاط کی وجہ سے اس تحریر میں ایسے سُقم ظاہر ہوتے ہیں کہ یہ تصنیف یا تالیف کسی ٹھوس شہادت کے طور پر پیش کرنے کے قابل ہی نہیں رہتی اور اہلِ علم ایسی تصنیف یا تالیف کو قابلِ اعتبار تسلیم کرنے کے لیئے قطعی طور پر تیار نہیں

ہوتے جوخود اپنی بیان کردہ باتوں میں ہی تضادات کا شکار ہو اور اپنی بیان کردہ باتوں کی خود ہی تردید بھی کرتی ہو۔

یہاں ''انوارِ تیراہی ،معروف بہ گلزارنوری'' کا جائزہ اِسی مذکورہ اُصول کی بنیاد پر لیا جائے گا تا کہ اس کے تصنیفی معیار کو پرکھا جائے اور معلوم کیا جاسکے کہ اس میں بیان کی گئی باتیں کس قدر لائقِ اعتبار ہیں اور کیا ان کو ایک ایسے معاملہ کی شہادت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جس کو وہ خود بھی درست طور پر پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ یہاں یہ واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اس کتاب کے فنی پہلوؤں پر غور کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ''انوار تیراہی'' جس عظیم صاحب علم ہستی کی طرف منسوب ہے، ان کی توہین وتضحیک کی جائے اور ان کے علمی مقام میں کمی کی جائے ۔ہم اپنے بزرگوں کے بارے میں ایسے کسی خیال کو بھی گناہ سمجھتے ہیں ۔ اِس کتاب کے بعض مقامات پر تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ اِس بات کو ثابت کیا جاسکے کہ یہ موجودہ ''انوارِ تیراہی'' وہ نہیں ہے جس کے مصنف حضرت سیّدمحمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں بلکہ اس کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ حضرت سیّدمحمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتاب میں اپنی مقصد برآری کے لئے بہت سی تحریفات وترامیم کر دی گئیں ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ حضرت سیدنور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب پر طعن کرنے والے لوگ اگر اس کتاب (انوارِ تیراہی) کو غور سے پڑھتے تو منبع وِلایت ،قطب عالم ،غوثِ زماں حضرت سیّدنور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب مبارک پر ہرگز زبانِ طعن دراز نہ کرتے لیکن یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ ہدایت اُسی کو ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے ۔بہت مشہور بات ہے کہ ابولہب ،حضور ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود ہدایت سے محروم رہا جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دُور دراز کے علاقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود حضور ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہونے کا اعزاز پا گئے۔

''انوارِ تیراہی'' میں تحریف کے شواہد

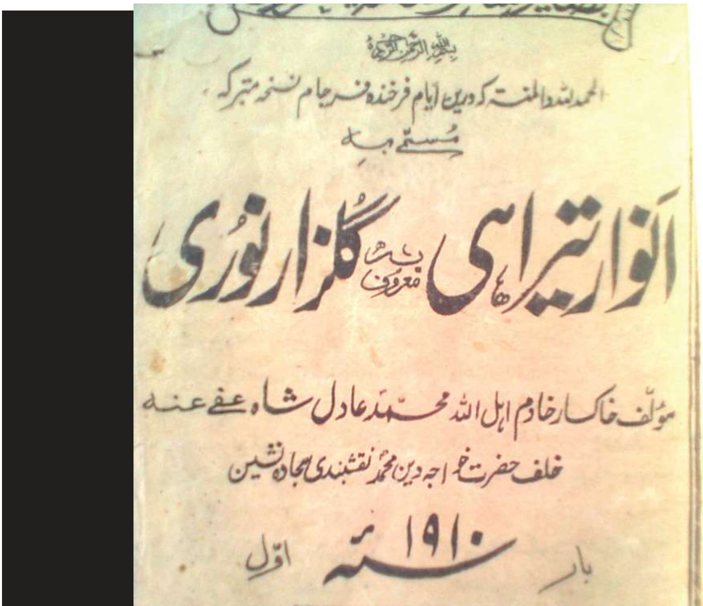
1۔کتاب ''انوارِ تیراہی'' کا پہلا صفحہ (ٹائیٹل)

اِس کتاب کا پہلا صفحہ ہی اہلِ علم کو اپنے اندر کی گئی تحریف کی داستان سنا رہا ہے۔اس کتاب کے پہلے صفحہ کے آخر میں تحریر ہے۔''بار 1910ء اوّل ''اس کا مطلب ہے کہ یہ کتاب پہلی بار 1910ء میں شائع ہوئی۔ جبکہ اِسی صفحہ کی اگلی لائن پر لکھا ہے:

''بار دوم در مطبع آرمی پریس نکل روڈ کراچی پاکستان طبع گردید''

یعنی یہ کتاب دوسری مرتبہ آرمی پریس نکل روڈ کراچی پاکستان سے شائع ہوئی۔

(فوٹو کاپی بطورِ ثبوت منسلک ہے۔)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام نسخہ متبرکہ

مسمّٰے بہ

انوارِ تیراہی بہ معروف گلزارِ نوری

مؤلف خاکسار خادم اہل اللہ محمد عادل شاہ عفی عنہ

خلف حضرت خواجہ دین محمد نقشبندی سجادہ نشین

بار اوّل سنہ ۱۹۱۰ء

بار دوم در مطبع آرمی پریس نکل روڈ کراچی پاکستان طبع گرد[ید]

اِس بات کا فیصلہ تو کتاب ''انوارِ تیراہی'' کا پہلا صفحہ ہی کر رہا ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں موجود کتاب وہ نہیں جو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی۔ ''انوارِ تیراہی'' کا وہ نسخہ جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ یہی ہے اور اس کی تحریر ''بار دوم در مطبع آرمی پریس نکل روڈ کراچی پاکستان طبع گردید'' اِس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ یہ ''انوارِ تیراہی'' جو ہمارے پاس ہے یا کسی لائبریری میں موجود ہے، وہ نہیں جو 1910ء میں شائع ہوئی بلکہ اِس کتاب پر جس پریس کا ایڈریس لکھا ہوا ہے اس پر ملک کا نام پاکستان لکھا ہوا ہے جبکہ 1910ء میں پاکستان معرضِ وجود میں بھی نہیں آیا تھا بلکہ پاکستان 1947ء میں معرض وجود میں آیا جبکہ ''انوارِ تیراہی'' اِس سے سینتیس (37) سال پہلے شائع کی گئی۔

اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ موجودہ ''انوارِ تیراہی'' پاکستان بننے سے پہلے شائع ہوئی یا بعد میں۔ اگر پہلے شائع ہوئی تو اس وقت پاکستان کہاں تھا اور اگر بعد میں شائع ہوئی تو حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی علیہ الرحمہ اس سے پہلے 1912ء میں وصال فرما چکے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ دوسری بار شائع کی گئی تو ناشر نے اس پر کوئی مہینہ، سن یا تاریخ تک نہ لکھ کر خود ہی اس کی حیثیت کو مشکوک بنا دیا ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اِس کتاب کو خاندان چورا شریف پر طعن و تشنیع کی راہ کھولنے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ شائع کیا گیا اور اِس تحریف شدہ کتاب کا اُس کتاب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں جو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی تھی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ''انوارِ تیراہی'' کا اب وجود ہی مفقود ہے جس میں صرف خاندانِ باباجی چوراہی علیہم الرحمہ کے فضائل و کرامات کا تذکرہ تھا جبکہ شجرۂ نسب کا دخول اور کچھ حقائق کے منافی واقعات جن کا آگے چل کر تذکرہ ہوگا بعد والوں کی کارِستانیاں ہیں۔ ان بے سروپا واقعات اور اس شجرہ کا سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ

علیہ کی تحریر سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 1912ء میں ہوا۔ یہ کتاب 1910ء کو پہلی بار شائع ہوئی اور پھر 1910ء میں ہی اس کو دوسری مرتبہ بھی کیسے شائع کر دیا گیا؟۔ ایسا تو آج کے ترقی یافتہ دَور میں بھی ممکن نہیں کہ ایک کتاب کو ایک ہی سال میں دو بار شائع کیا جاسکے۔ ایک تو کتابت کے مرحلہ میں ہی کئی مہینے صرف ہو جاتے تھے اور پریس بھی اِتنے ترقی یافتہ نہیں تھے کہ اِتنی جلدی دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیں۔ پھر اِس کتاب کا کسی قریبی شہر کو چھوڑ کر کراچی جیسے دُور دراز شہر سے شائع کروانا بھی محلِ نظر ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصل ''انوارِ تیراہی'' نہیں ہے بلکہ یہ تحریف شدہ ایڈیشن ہے۔

2۔مقدمہ نہیں لکھا گیا

یہ رِوایت صدیوں سے موجود ہے کہ جب بھی کوئی کتاب لکھی جاتی ہے تو اس کا مؤلف یا مصنف کتاب لکھنے کے مقصد کو بیان کرنے کے لئے پیش لفظ یا مقدمہ ضرور لکھتا ہے۔ اِس کا اِمکان ہی نہیں کہ حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عالم شخصیت کتاب پر مقدمہ لکھنے کی اہمیت سے واقف نہ ہو۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ کتاب میں تحریف کرنے والوں نے اِس قدر جلد بازی سے کام لیا کہ مقدمہ کو سرے سے ہی حذف کر دیا گیا۔

3۔تائید کے بغیر

''انوارِ تیراہی'' پر باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے کسی ایک شخصیت کی تائید بھی موجود نہیں حالانکہ جب اس کتاب کو شائع کیا گیا تو اس وقت حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں کئی صاحبِ علم بزرگ موجود تھے۔ یہ بات بھی اِس مؤقف کی تائید کرتی ہے کہ اِس کتاب کو بہت خفیہ انداز میں لکھا اور شائع کیا گیا اور اِس تحریف شدہ کتاب کو

خاندانِ چوراہیہ کے کسی ایک بزرگ کی بھی حمایت و تائید حاصل نہ ہو سکی ۔

4۔ شجرۂ نسب

''انوارِ تیراہی'' کے صفحہ 3 پر دو شجرۂ نسب درج کئے گئے ہیں ۔ایک حضرت شیخ احمد، مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ یہی وہ شجرۂ نسب فاروقی ہے جس کی بنیاد پر باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوارہی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النسب ثابت کیا جاتا ہے ۔ اِس شجرۂ نسب کو خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین ومخالفین اپنے سب سے بڑے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ اِس کو حرفِ آخر اور ناقابلِ تردید ثبوت سمجھتے ہوئے سالانہ زرِ کثیر خرچ کیا جاتا ہے اور اپنے خلفاءً ومریدین کے ذریعے مکروہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تاکہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے مقابل اپنی نام نہاد سیادت اور برتری کو اُجاگر کیا جائے ۔لیکن ان لوگوں کو علم ہی نہیں کہ جس شاخِ نازک پر انہوں نے آشیانہ بنایا ہے وہ کتنا ناپائیدار ہے ۔ اِس تحریر کردہ شجرۂ نسب میں اِتنی بڑی بڑی غلطیاں ہیں کہ اِس کو بطور ثبوتِ دعویٰ کے پیش کرنا ہی پرلے درجے کی جہالت اور حماقت ہے اور اِس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ شجرۂ نسب حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ نہیں ہے کیونکہ ایک بہت بڑے عالمِ دین سے اِس طرح کی غلطیوں کا ہرگز اِمکان نہیں ہے ۔ اِس شجرۂ نسب کا تجزیہ اِس کے ناقابلِ اِعتبار ہونے کا ثبوت فراہم کردے گا اور یہ ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہوگا جو اپنے دعویٰ کی بنیاد ''انوارِ تیراہی'' کے اِس شجرہ نسب پر رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو صاحبِ علم ہیں اور حقیقت کے واضح طور پر سامنے آنے کے بعد اس کو تسلیم کرنے کی جرأت رکھتے ہیں ان کے لئے حق کو جاننے کا وسیلہ بھی ثابت ہوگا ۔

جو شجرۂ نسب ''انوارِ تیراہی'' میں درج ہیں، پہلے ان کو نقل کیا جاتا ہے پھر ان میں کی گئی فروگزاشتوں اور فاش غلطیوں کی نشاندہی کی جائے گی تاکہ تحریف کرنے والوں کی سازش بے نقاب ہو جائے۔ ''انوارِ تیراہی'' میں نقل کئے گئے شجرے ایک ہی صفحہ پر درج کئے گئے ہیں:

(اس کی فوٹو کاپی منسلک ہے۔۔۔۔۔۔۔صفحہ 118)

''حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت اِمام ربانی، مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی ابن شیخ عبدالاحد بن زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ حبیب اللہ ابن حضرت شیخ رفیع الدین بانیٔ سرہند بن حضرت خواجہ نورالدین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت خواجہ محمد یوسف بن حضرت خواجہ محمد اسحاق بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ شعیب بن حضرت احمد بن حضرت یوسف بن حضرت فرخ شاہ کابلی بن حضرت نصیر الدین بن حضرت محمد سلیمان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن حضرت عبیداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت ابوالفتح بن حضرت محمد اسحاق بن حضرت ابراہیم ابن حضرت نصیر الدین بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔''

شجرہ نسب مؤلف (انوارِ تیراہی)

''محمد عادل شاہ بن خواجہ دین محمد المعروف بحضرت ملا صاحب سجادہ نشین بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت فیض اللہ صاحب بن حضرت خان محمد صاحب بن حضرت علی محمد بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت شیخ سلطان بن حضرت شیخ الاسلام بن حضرت شیخ عبدالرسول بن حضرت شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدین بن حضرت نورالدین بن حضرت نصیر الدین بن حضرت شیخ

شجرہ نسب

حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی ابن شیخ عبد الاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ حبیب اللہ ابن حضرت شیخ رفیع الدین بانی سرہند بن حضرت خواجہ نور الدین بن حضرت شیخ سلیمان ابن حضرت خواجہ محمد یوسف بن حضرت خواجہ محمد اسحاق بن حضرت شیخ عبد اللہ بن حضرت شیخ شعیب ابن حضرت، احمد بن حضرت یوسف بن حضرت شہاب الدین فرخ شاہ کابلی بن حضرت نصیر الدین ابن حضرت محمد سلیمان بن حضرت محمود مسعود بن حضرت عبد اللہ الواعظ الاصغر بن حضرت عبد اللہ الواعظ الاکبر بن حضرت ابو الفتح بن حضرت محمد اسحاق بن حضرت ابراہیم ابن حضرت نصیر الدین بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب -

شجرہ نسب مؤلف

محمد عادل شاہ بن خواجہ دین محمد المعروف بحضرت ملا صاحب سجادہ نشین بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت فیض اللہ صاحب بن حضرت خان محمد صاحب ابن حضرت علی محمد بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت شیخ سلطان بن حضرت شیخ الاسلام بن حضرت شیخ عبد الرسول بن حضرت شیخ عبد الحی بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدین ابن حضرت نور الدین بن حضرت نصیر الدین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت یوسف بن محمد اسحاق ابن حضرت عبد اللہ بن حضرت شعیب بن حضرت احمد بن حضرت یوسف بن حضرت محمد فرخ شاہ شہاب الدین کابلی بن حضرت نصیر الدین بن حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ مولی بن شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الاکبر بن حضرت اسحٰق بن حضرت ابراہیم ۔ بن حضرت سیدنا نصیر الدین بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکینہ رضی اللہ عنہا آئی تھی ۔ جن کے بطن سے حضرت نصیر الدین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تھے ۔

اجازت بیعت ہر چہاردہ خانوادہ کہ جو چہاردہ طریقے سے مشہور اور معروف ہیں ۔ خاندان سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مجدد صاحب امام ربانی غوث صمدانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سے لے کر تا حال حضرت جناب پاپا جیو صاحب کی اولاد اور خلفائے میں سے بھی بعض بہ تعیض ہیں ۔ خصوصاً طریقہ صدیقیہ ۔ نقشبندیہ اور قادریہ ۔

شجرہ نسب از انوار تیراہی

سلیمان بن حضرت یوسف بن محمد اسحاق ابن حضرت عبد اللہ بن حضرت شعیب بن حضرت احمد بن حضرت یوسف بن حضرت محمد فرخ شاہ شہاب الدین کابلی بن حضرت نصیر الدین بن حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ مولی بن شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الاکبر بن حضرت اسحٰق بن حضرت ابراہیم بن حضرت سیّدنا نصیر الدین بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت ابن الخطاب اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکینہ رضی اللہ عنہا آئی تھی جن کے بطن سے حضرت نصیر الدین تولد ہوئے تھے۔"

یہاں وہی شجرہ نقل کیا گیا ہے جو"انوارِ تیراہی" میں لکھا ہوا ہے۔ بعد میں لکھی جانے والی کتابوں میں ان نقائص کو چھپانے کے لئے اس میں ضرورت کے مطابق من پسند تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔ بعض ناموں کو حذف کیا گیا اور بعض ناموں کا اضافہ کیا گیا ہے تا کہ عوام النّاس کو دھوکا دیا جا سکے، لوگوں کو اس شجرۂ نسب کے غلط ہونے سے بے خبر رکھا جا سکے، مذموم مقاصد رکھنے والوں کی جعلی سیادت کو قائم کیا جا سکے اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو بے توقیر کیا جا سکے لیکن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

واللہ متم نورہٖ۔ (الصف، 8/161) **اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔**

"انوارِ تیراہی" میں نقل کئے گئے شجرۂ نسب پر بہت سنگین اعتراضات عائد ہوتے ہیں۔ اِن سنگین غلطیوں کے پیشِ نظر، یہ شجرۂ نسب اپنے اندر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود محرفین ان خامیوں کو دُور نہ کر سکے، جس نے ان کی اِس سازش کو طشت

از بام کر دیا ہے۔ اگر چہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو شجرۂ نسب نقل کیا گیا ہے اس میں بھی کافی غلطیاں ہیں لیکن یہاں صرف حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ کا شجرۂ نسب ہی موضوعِ سخن ہے، اِس لئے اسی کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا شجرۂ نسب کو سامنے رکھیں تا کہ اس پر کی جانے والی بحث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اِس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات نہایت قابلِ توجہ ہیں۔

''انوارِ تیراہی'' میں درج شجرۂ نسب میں سنگین غلطیاں

1--------- جملہ مؤرخین کے مطابق امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیارہ (11) صاجزادگان تھے جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں :

1۔زید الاکبرؓ 2۔زید الاصغرؓ 3۔عبداللہؓ 4۔عاصمؓ 5۔عبدالرحمٰن اکبرؓ
6۔عبدالرحمن اوسطؓ 7۔عبدالرحمن اصغرؓ 8۔عبیداللہؓ 9۔عیاضؓ 10۔عبداللہ اصغرؓ
11۔عبداللہ اوسطؓ (مقاماتِ خیر، صفحہ 37، ابوالحسن زید فاروقی)

''انوارِ تیراہی'' میں اس شجرۂ نسب کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کے نکاح میں حضرت امام حسینؓ کی صاجزادی حضرت سیدہ سکینہؓ بنت حضرت امام عالی مقام سیّدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئی تھیں جن سے حضرت نصیر الدّین تولد ہوئے۔ تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح میں حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں۔

حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجذری معروف بہ ابن الاثیر اپنی مشہورِ زمانہ کتاب'' اسد الغابہ''میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات تحریر

فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: توفی سنة ثلاث و سبعین و عمرہ اربع و ثمانون سنة یعنی آپ کا وصال 73ھ میں ہوا، اُس وقت آپ کی عمر چوراسی 84 سال تھی۔ اِس کا مطلب ہے کہ واقعۂ کربلا (61ھ) کے وقت آپ کی عمر بہتّر 72 سال تھی جبکہ اس وقت حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کم سِن تھیں۔عمروں کے درمیان اِتنا زیادہ فرق تھا کہ عقلی طور پر بھی ان کے درمیان نکاح ہونا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔''انوارِ تیراہی میں نقل کئے گئے شجرۂ نسب (جس کی بنیاد پر حضرت سید نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب قرار دیا جاتا ہے) کو حرفِ آخر سمجھنے والوں پر حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنے کو ثابت کرنا قرض ہے۔''

تاریخِ اسلامی میں حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

یہ ایک ایسی سنگین غلطی ہے کہ جس کا کتب تاریخ و سیر میں کہیں ذِکر تک موجود نہیں۔اِس سے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب ''انوارِ تیراہی'' حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی نہیں ہے کیونکہ آپ جیسی علمی شخصیت اتنی بڑی غلطی نہیں کرسکتی۔یہ کام محرّفین کتاب کا ہی ہے جنہوں نے بعد میں لکھی ہوئی کتابوں میں اس تحریر کو حذف کر دیا تا کہ اس شجرۂ نسب کو درست ثابت کیا جاسکے کیونکہ اِس عبارت کی موجودگی میں اہلِ علم ان کی بات کو کبھی بھی تسلیم نہ کرتے۔

آئندہ صفحات میں ان لوگوں کی ان کوششوں پر بھی تفصیلی بحث کی جائے گی جن کے ذریعہ انہوں نے اپنی غلطیوں پر پردا ڈالنے کی ناکام کوششیں کیں۔

2 --------- ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا نام حضرت

سیّدنا نصیر الدین لکھا گیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے تیرہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

1۔ابوبکرؓ 2۔ابوعبیدہؓ 3۔واقدؓ 4۔عبداللہؓ 5۔عبیداللہؓ

6۔عمرؓ 7۔عبدالرحمنؓ 8۔سالمؓ 9۔ حمزہؓ 10۔زیدؓ

11۔بلالؓ 12۔ابوسلمہؓ 13۔عاصمؓ

(مقاماتِ خیر، صفحہ 37 تالیف ابوالحسن زید فاروقی)

حضرت پیر غلام دستگیر نامی صاحب نے ایک کتاب "نسب نامۂ رسولِ انام" لکھی ہے جس میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد کے شجرۂ نسب بھی نقل کیے گئے ہیں۔اس میں بھی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے یہ نام لکھے ہیں:

1۔عبداللہ 2۔عبیداللہ 3۔عاصم 4۔زید 5 ۔عبدالرحمن

6۔عبدالرحمن ابوبکر 7۔عبداللہ اصغر 8۔سالم 9۔عاصم 10۔حمزہ

11۔بلال 12۔واقد 13۔عمر (نسبِ نامۂ رسولِ انام، صفحہ 55)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے ان تیرہ بیٹوں میں کسی ایک کا نام بھی نصیر الدّین نہیں ہے۔اس شجرۂ نسب کو نقل کرنے والے محرّفین، تاریخِ اسلام سے اتنے ناشناس ہیں کہ ان کو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے بیٹے کا درست نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔اس سے بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ شجرۂ نسب حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جیّد عالم دین کا نقل کردہ نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام سے بھی بے خبر ہوں۔

3 --------- اِس سے آگے حضرت نصیر الدین کے بیٹے کا نام ابراہیم لکھا ہے۔اگر اِس کو درست تسلیم کیا جائے تو یہ نسب یوں بنتا ہے: ابراہیم بن نصیر الدین بن عبداللہ بن عمر

فاروق رضی اللہ عنہ جبکہ حضرت ابراہیم کا صحیح شجرۂ نسب اِس طرح ہے: ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

(مقاماتِ خیر، صفحہ 38)

اِس طرح حضرت ابراہیم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان چھ (6) واسطے بنتے ہیں جبکہ ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت ابراہیم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف دو واسطوں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ نصیر الدّین نام کا کوئی بیٹا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نہیں ہے۔ کتنی حیران کن بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم کے پانچویں (5) دادا ہیں جبکہ ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم کا دوسرا (2) دادا بیان کیا گیا ہے۔ ذہن اِس بات کو قبول کرنے سے قاصر ہے کہ حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اِتنے بڑے فرق کو بھی نہ جان سکے۔ اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی بڑی غلطی ہوسکتی ہے۔ دراصل یہ ان لوگوں کی کارِستانی ہے جو خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور اِس کے لئے سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام استعمال کرتے ہیں۔

4 --------- یہاں ''انوارِ تیراہی'' میں نقل کردہ شجرۂ نسب میں ایک ایسی شدید غلطی کی نشاندہی کی جارہی ہے جس کو علم الانساب سے ذرا سا بھی مَس رکھنے والا شخص کسی صورت قبول نہیں کرسکتا۔ ''انوارِ تیراہی'' میں عبداللہ الواعظ الاصغر کے بیٹے کا نام محمد مسعود لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسی مضحکہ خیز صورت حال سامنے آتی ہے جس کا کسی کے پاس بھی کوئی جواب نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اور توجیہہ ممکن ہے، ملاحظہ فرمائیں!

''انوارِ تیراہی'' میں حضرت مؤلف کے شجرۂ نسب میں حضرت محمد مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر کے بیٹے کا نام ''شیخ پٹھان'' لکھا گیا ہے۔ ایک تو یہ نام بھی بہت عجیب و

غریب ہے جو کسی پڑھے لکھے خاندان کا نہیں ہو سکتا کیونکہ لفظ پٹھان تو افغانستان اور پاکستان کے ایک صوبہ میں بسنے والے لوگوں کی لِسانی پہچان ہے اور اس سے مراد ایک مخصوص ثقافت اور پشتو زبان بولنے والی قوم ہے۔تمام اہلِ علم جانتے ہیں کہ اس لفظ سے مراد کوئی نسل ونسب نہیں بلکہ اس علاقہ میں بسنے والے تمام لوگ پٹھان کہلاتے ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی رنگ ونسل سے ہو۔اگر پٹھان نسب ہے تو پھر پنجابی،بلوچی،سندھی ،کشمیری،کوہستانی وغیرہ بھی نسب ہونے چاہئیں جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مختلف علاقوں اور زبانوں کی پہچان ہیں۔تمام اہلِ علم جانتے ہیں کہ جغرافیائی حدُود کسی کی ماں باپ نہیں ہوتیں کہ جن سے نسب چلے بلکہ نسب مرد و زن کے ازدواجی تعلُق سے وجود پاتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر کا بیٹا نہیں ہے۔اس کا کوئی ثبوت کسی بھی کتاب الانساب میں نہیں ملتا۔

’’سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت شیخ مسعود بہت بڑے عالم دین اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔آپ حجاز میں رہنے والے خالِص عرب تھے۔عباسی خلفاَ آپ کے علم وزُہد کی وجہ سے آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے عبّاسی خلیفہ نے آپ کو مکّہ مکرّمہ سے دارالخلافہ بغداد آنے کی درخواست کی،جس کو قبول کرلیا گیا۔‘‘

(حضرت مجدد الف ثانی صفحہ 43 ازمولانا سیّد زوّار حسین شاہ)

اِس عبارت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تمام اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ حضرت شیخ محمد مسعود مکہ مکرّمہ کے رہنے والے بہت بڑے عالم دین ہیں اور وہ اپنے بیٹے کا نام شیخ پٹھان رکھ رہے ہیں جو کہ اُردو زبان کا ایک لفظ ہے۔مزے کی بات یہ بھی ہے کہ جن کو اُردو زبان میں پٹھان کہا جاتا ہے وہ بھی اپنے آپ کو پٹھان نہیں

کہتے بلکہ وہ اِس کے لئے لفظ ''پختون'' استعمال کرتے ہیں۔

''انوارِ تیراہی'' میں درج کئے گئے شجرہ نسب کو درست سمجھنے والے اس کی وضاحت نہیں کر سکتے کہ ایک عرب عالمِ دین اپنے بیٹے کا نام پٹھان رکھتا ہے جو ایک عجمی زبان کا لفظ ہے جس کو آپ نہ جانتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

ایک خالص عربی شخص اپنے بیٹے کا نام شیخ پٹھان کیسے رکھ سکتا ہے جو اپنے نسب اور عرب ہونے پر فخر کرتے ہیں اور آج تک اپنے جیسا کسی کو گمان بھی نہیں کرتے۔ وہ کیسے ''مولوی پٹھان'' ہو سکتے ہیں جو نہ تو مولوی ہوتے ہیں اور نہ ہی پٹھان۔

اِس ثبوت کے بعد کسی مُنصِف مزاج اہلِ علم کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ اس شجرہَ نسب کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرے البتہ ہٹ دھرمی کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا۔

5 --------- اس کے بعد پہلے کی گئی غلطی میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ شیخ پٹھان کے بیٹے کا نام شیخ مولی لکھا گیا ہے۔ اس کا حوالہ بھی انساب کی کسی کتاب میں موجود نہیں کہ حضرت محمد مسعود کے کسی پوتے کا نام شیخ مولی ہے۔ حضرت ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب ''مقاماتِ خیر'' کے صفحہ 35 پر خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے محمد مسعود کے بیٹے کا نام سلیمان لکھا ہے اور یہی نام درست ہے۔

اِس سنگین غلطی کا احساس شاید باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین ومعاندین کو ہو گیا تھا جس کا ان لوگوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا تو ان لوگوں نے اِس غلطی کو چھپانے کے لئے اس میں ترمیم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ادبی چوری بھی آخرکار بے نقاب کی جاتی ہے تاکہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے خلاف کی

جانے والی سازش کے کرداروں کے چہروں کے نقاب اُلٹ دیئے جائیں۔

''برکاتِ علی پور''المعروف،خزانہ تیراہ شریف

مولوی محبوب احمد المعروف خیر شاہ حنفی نقشبندی مجدّدی امرتسری نے اپنے ممدوحین کے ایما پر ایک کتاب''برکاتِ علی پورالمعروف خزانہ تیراہ شریف''لکھی جس میں اس نے خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب لکھا اور ان کا شجرہَ نسب لکھتے ہوئے''انوارِ تیراہی''میں تحریر کردہ شجرہَ نسب میں ترمیم کرکے اپنے نقل کردہ شجرہ کو ناقابلِ اعتبار ہونے سے بچانے کی کوشش میں اپنی چال بھی بھول گیا۔اس نے اِس کتاب کے صفحہ سولہ (16) پر جو شجرہ لکھا،اس میں ایک نئی صورت حال پیدا کردی۔اُس نے اِس طرح لکھا :

''فرخ شاہ کابلی بن نصیر الدین بن محمود المعروف بہ نشیمان شاہ بن سلیمان ثانی بن مولوی پٹھان محمد مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر۔۔۔'' (برکات علی پور،صفحہ 16)

قارئین! جب اِس مولوی صاحب کی سمجھ میں اِس غلطی سے جان چھڑانے کی اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے''انوارِ تیراہی''میں لکھے گئے شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود کو ایک دوسرے میں ضم کرکے مولوی پٹھان محمد مسعود لکھتے ہوئے ایک خالصۃً عربی النّسل محترم شخصیت کو مولوی پٹھان بنا دیا اور شیخ مولیٰ بن شیخ پٹھان کا نام سرے سے ہی حذف کردیا تاکہ عوام النّاس کو گمراہ کیا جاسکے۔حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو جعل ساز قرار دینے والوں نے اِس اصل جعل ساز اور محرف مولوی کو اِس خدمت کے عوض اپنی خِلافت سے نواز دیا۔

(برکات علی پور نامی کتاب کی فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔۔۔ صفحہ 127)

ابتدا ہی سے صحبت و رابطہ حاصل تھا۔ یہاں تک کہ خورد آشام نشست و برخاست
وطریق کلام و اخلاق وغیرہ میں بالکل متحد الاوصاف تھے۔ آپ اپنے وقت کے ابدال شمار
کئے جاتے تھے جسطرح آپ میں دیگر اوصاف حسنہ تھے اسیطرح ایک یہ بھی تھا کہ آپ
مسکینوں کی مجلس وصحبت ومحبت سے خوش رہتے۔ آپ فاروقی نسب ہیں۔ آپکا شجرہ نسب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور امام ربانی مجدد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ
بھی فاروقی ہے۔ صرف نو پشت تک۔ الگ الگ ہیں۔ باباجی صاحب کا نسب نامہ یہ ہے۔
فقیر محمد بن نور محمد بن محمد فیض اللہ بن خان محمد بن علی ولی محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ سلطان
شیخ الاسلام بن عبد الرسول بن عبد الحئی بن حبیب اللہ بن رفیع الدین بن نور الدین بن نصیر الدین
بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبد اللہ بن شعیب بن احمد شیخ بن یوسف ثانی بن
محمد شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابل بن نصیر الدین بن محمود المعروف بہ سلیمان شاہ بن
سلیمان ثانی بن مولوی پٹھان محمد مسعود بن عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الاکبر
بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبد اللہ بن عمر خطاب بن امعاج
بن عبد منان الخ۔ اس نسب نامہ میں جس جگہ کچھ غلطی ہو تو کوئی صاحب مجھے اطلاع
دے دیں۔ غرضیکہ خداوند کریم نے جناب باباجی صاحب علیہ الرحمۃ کو وہ کمالات عطا فرمائے
تھے کہ دوسروں کو اسوقت کم عطا تھے۔ قرآن شریف کے ہر اک حرف کے جدا فوائد و
خواص اور اسرار و نکات ایسے معلوم تھے کہ دوسروں کو ان کا سمجھنا دشوار تھا۔ آپ اپنے وقت میں
مرجع اہل اللہ تھے۔ (۱) بروز ولادت آپ اپنی والدہ صاحبہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ ہر چند کوشش
کیگئی مگر نہ پیا۔ اتنے میں آپکے دادا فیض اللہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ تو ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں
آپنے اپنی زبان ولعاب دہن باباجی صاحب کے منہ میں ڈالدیا تو آپنے والدہ مکرمہ کا دودھ پیا۔

[redacted]

گلزارعلی پوری

اسی مصنف یعنی فقیر محبوب احمد المعروف عاجز خیر شاہ نقشبندی مجدّدی نے منشی عبدالحکیم تاجر کتب ہال بازار امرتسر (پنجاب) کی فرمائش پر ایک رسالہ ''گلزار علی پوری'' تحریر کیا ، اس میں یہ شجرۂ نسب یوں تحریر ہے :

''محمد شہاب الدّین المعروف فرخ شاہ کابلی بن نصیر الدّین محمود المعروف بہ نشیمان شاہ بن سلیمان ثانی بن مولوی بن پٹھان بن محمد مسعود۔''

(گلزارعلی پوری،صفحہ نمبر 3)

(فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ نمبر 129)

بتاریخ ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ مزار شریف در موضع چورہ شریف لفظ تاریخی غفور ۱۲۸۶ھ

۳۴	زبدۂ ابدالِ دوران تاجِ فقراء جہان آن فقیر محمدِ ہدی عز و علا کے واسطے	

فائدہ۔ جناب سلطان العارفین قدوۃ السالکین زبدۃ العابدین تاج الاولیاء فخر الاتقیاء سر چشمۂ فضائل و کمالات مجموعۂ خوارق و کرامات مقبول سرمد محبوب صمد امامنا مرشدنا ہادینا شیخنا حضرات باباجی فقیر محمد صاحب لحاظوی ادام اللہ برکاتہم علم ظاہری باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا اور ایام صغر سنی سے ذکر و فکر و مراقبہ و اتباع شریعت مین از حد مصروف و مشغول تھے اور قطع ماسوای اللہ کا طریق پہلے ہی پسند تھا۔ اور اپنے والد ماجد کے ساتھ بہت ہی رابطہ و محبت و اطاعت رکھتے تھے یہان تک کہ خورد و آشام نشست و برخاست۔ کم خوردن کم خفتن کم گفتن وغیرہ مین بالکل متحد تھے ٹ ہے کہ ایک ہفتہ مین ادن کو منہ تک پہونچتے ہے۔ اور چند وسائط سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تک بھی پہونچتا ہے۔ نسب نامہ یہ ہے فقیر محمد بن نور محمد بن فیض اللہ بن خان محمد بن علی ولی محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ سلطان بن شیخ الاسلام بن عبد الرسول بن عبد الحی بن حبیب اللہ بن رفیع الدین بن نور الدین بن نصر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبد اللہ بن شعیب بن احمد شیخ بن یوسف ثانی بن محمد شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابل بن نصر الدین بن محمود المعروف بہ بشیمان شاہ بن سلیمان ثانی بن مولوی بن پٹھان بن محمد مسعود بن عبد اللہ الواعظ الاصغر

اہلِ علم کی توجہ اِس جانب مبذول کروانی ضروری ہے کہ یہ مصنّف موصوف اپنی ہی بات کو ہر جگہ تبدیل کر کے اپنے جھوٹے ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ۔ان کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ نہ تو وہ خود اِس نام کو لکھ کر مطمئن ہیں اور نہ اِس کو حذف کر کے ان سے بات بنتی ہے بلکہ ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' کی سی صورت حال ہے ۔موصوف نے صرف اپنے پیروں کو خوش کرنے کے لئے حضرت سیّدالسادات خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہء نسب کو تبدیل کرنے کی سعیء لاحاصل کی لیکن خواجہء خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے وہ اپنی ہی تحریروں میں تضادات کا شکار ہو گئے اور اپنی کتابوں میں مختلف شجرہء نسب نقل کر کے خاندان باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سازِش کرنے والوں تک پہنچنے کا سراغ چھوڑ دیا۔کیا اب بھی ان سازِشیوں کے چہرے بے نقاب نہیں ہوں گے؟ بلکہ ان ثبوتوں کی موجودگی میں ان تک پہنچنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔

اِسی طرح پروفیسر محمد اجمل چشتی نے ایک کتاب ''فیضانِ چوراہی'' لکھی جس کا پہلا ایڈیشن 1992ء اور دوسرا ایڈیشن 1994ء میں شائع ہوا۔ان میں یہ شجرہء نسب یوں درج کیا گیا ہے:

''......شیخ سلیمان بن شیخ مولی بن شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر۔'' (فیضان چوراہی صفحہ 44)

(فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے۔۔۔۔۔۔صفحہ 131)

سلسلۂ نسب قاضی محمد عادل شاہؒ خاندانِ چوراہیہ کی نہایت ہی مقتدر صاحبِ علم شخصیت ہیں۔ آپ کے علم و تدبّر کا یہ عالم ہے کہ تمام متداول علمائے برصغیر آپ کی ثقاہت علمی کے معترف تھے۔ انوارِ تیراہی کے حرفِ آغاز میں آپ نے جن علمائے کرام کا ذکر کیا ہے ان کی علمی و عملی عظمت کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ اس انوارِ تیراہی کے صفحہ ۲ پر آپ رقم طراز ہیں۔

شجرۂ نسب مؤلف محمد عادل شاہ بن حضرت خواجہ دین محمد بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت (۱) خواجہ فیض اللہ بن حضرت (۲) خان محمد بن حضرت (۳) علی محمد بن حضرت (۴) شیخ سلمان بن حضرت شیخ (۵) سلطان بن حضرت شیخ (۶) الاسلام بن حضرت شیخ (۷) عبدالرسول بن حضرت شیخ (۸) عبدالحی بن حضرت شیخ (۹) حبیب اللہ بن حضرت شیخ (۱۰) رفیع الدین بن حضرت (۱۱) نورالدین بن حضرت (۱۲) نصیرالدین بن حضرت شیخ (۱۳) سلیمان بن حضرت (۱۴) یوسف بن حضرت (۱۵) محمد فرخ شاہ معروف بہ شہاب الدین کابلی بن حضرت (۱۶) نصیرالدین بن حضرت (۱۷) محمد مسعود بن شیخ (۱۸) سلیمان بن شیخ (۱۹) مولی بن شیخ (۲۰) پٹھان بن حضرت (۲۱) محمد مسعود بن حضرت (۲۲) عبداللہ الواعظ بن حضرت (۲۳) عبداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت (۲۴) اسحاق بن حضرت (۲۵) ابراہیم بن حضرت سیدنا (۲۷) نصیرالدین بن حضرت (۲۸) عبداللہؓ بن حضرت (۲۹) عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عبداللہؓ کے نکاح میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئی تھیں۔ انہی کے بطن سے حضرت نصیرالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تولد ہوئے تھے۔

یوں بقول حضرت قاضی محمد عادل شاہؒ چوراہی آپ کے پردادا حضرت

شاید ان کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا جس کی وجہ سے ان کا مؤقف بے توقیر ہو رہا تھا یا پھر کسی اہلِ علم کے سمجھانے پر انہوں نے اپنی تصنیف ''فیضانِ چوراہی'' شمارہ سوم مارچ 1994ء میں اپنے مؤقف پر نظر ثانی کرتے ہوئے اپنی تصحیح کر لی۔ اب انہوں نے جو شجرہ لکھا ہے وہ اس طرح ہے:

''......شیخ سلیمان بن شیخ محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر ''

(فیضانِ چوراہی صفحہ 26)

(فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے...... صفحہ نمبر 133)

اس تحریر میں دو نام شیخ مولی اور شیخ پٹھان حذف کر دیئے گئے ہیں کیونکہ یہ نام اہلِ علم کی تنقید کا باعث بن سکتے تھے۔

اِس کا مطلب ہے کہ'' انوارِ تیراہی'' پر اپنے مؤقف کی بنیاد رکھنے والے بھی ''انوارِ تیراہی'' سے متفق نہیں ہیں اور نہ ہی اس کی تحریر کو درست مانتے ہیں بلکہ اِس کتاب کو صرف اپنے مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں اور جن باتوں کا وہ جواب نہیں دے سکتے، ان کو یا تو تبدیل کر دیتے ہیں یا سرے سے ہی حذف کر دیتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ''انوارِ تیراہی'' میں ابھی تک تحریفات کا سلسلہ جاری ہے۔

6 --- ------ حضرت عبداللہ الواعظ الاکبر کے والد کا نام ابوالفتح ہے جبکہ'' انوارِ تیراہی'' میں آپ کے والد کا نام حضرت اسحاق لکھا گیا ہے۔

7 --- ------ ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت محمد مسعود کے بیٹے کا نام شیخ مولی لکھا گیا ہے جبکہ حضرت محمد مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر کے کسی بیٹے کا نام شیخ مولی نہیں ہے۔ اصل شجرہ اس طرح ہے: محمد مسعود کے بیٹے سلیمان اور سلیمان کے بیٹے محمود۔

(حضرت مجدّد الف ثانی از سیّد زوار حسین شاہ)

نسب اور اولاد انوار تیراہی (۱۹۱۰ء) کے مطابق آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:
خواجہ فقیر محمد بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت خواجہ فیض اللہ
بن حضرت مولانا خان محمد بن حضرت مولانا علی محمد بن حضرت خواجہ شیخ سلیمان بن حضرت
خواجہ شیخ سلطان بن حضرت خواجہ شیخ الاسلام بن حضرت خواجہ شیخ عبدالرسول
(قادری) بن حضرت شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدین:
(بانی سرہند شریف) بن حضرت شیخ نورالدین بن حضرت شیخ نصیرالدین بن حضرت شیخ
سلیمان بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ
شعیب بن حضرت شیخ احمد بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ شہاب الدین فرخ
شاہ کابلیؒ (امیر کابل) بن حضرت شیخ نصیرالدین بن حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن
شیخ محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن حضرت مولانا علیداللہ الواعظ الاکبر
بن شیخ الفتح بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت ابراہیم بن حضرت شیخ نصیرالدین نام
(ابن حضرت سکینہؓ بنت حضرت امام حسین رضؓ) بن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

فیضان چوراہی صفحہ 26

شجرۂ نسب کو نقل کرتے ہوئے حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسے نام کو لکھنا جس کا اس سلسلۂ نسب میں وجود ہی نہیں بعید از فہم ہے جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ شجرۂ نسب حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ ہے ہی نہیں۔

8 --------- ''انوارِ تیراہی'' میں شیخ سلیمان کے بیٹے کا نام محمد مسعود لکھا گیا ہے جبکہ شیخ سلیمان کے بیٹے کا نام محمود ہے۔ اگرچہ یہ نام میں ایک معمولی سی غلطی ہے لیکن یہاں یہ غلطی بھی دوسری بڑی بڑی غلطیوں میں شامل ہو کر ''انوارِ تیراہی'' میں تحریف کرنے کے موقف کو تقویّت دے رہی ہے۔

9 --------- ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت محمد مسعود کے بیٹے کا نام نصیر الدّین لکھا گیا ہے جبکہ حضرت محمد مسعود، نصیر الدّین کے پردادا ہیں۔ ان کا شجرۂ نسب یوں ہے۔ نصیر الدّین بن محمود بن سلیمان بن مسعود۔

10 --------- ''انوارِ تیراہی'' میں محمد فرخ شاہ شہاب الدّین کابلی کے دادا کا نام محمد مسعود درج ہے جبکہ آپ کے دادا کا نام شیخ محمود ہے۔ (حضرت مجدّد الف ثانی، از سیّد زوّار حسین شاہ)

11 --------- ''انوارِ تیراہی'' میں شیخ رفیع الدّین کے والد کا نام نور الدّین درج کیا گیا ہے جبکہ شیخ رفیع الدّین کے والد کا نام نصیر الدّین بن سلیمان ہے۔

12--------- ''انوارِ تیراہی'' میں شیخ حبیب اللہ کے بیٹے کا نام عبد الحی درج ہے جبکہ شیخ حبیب اللہ کے بیٹے کا نام شیخ محمد ہے۔ شیخ حبیب اللہ، شیخ عبد الحی کے دادا کا نام ہے۔

(حضرت مجدّد الف ثانی، از سیّد زوّار حسین شاہ)

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا نکات کو سامنے رکھتے ہوئے پورے وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ''انوارِ تیراہی'' میں نقل کردہ شجرۂ نسب حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ

نہیں ہے اور نہ ہی یہ شجرۂ نسب حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ آپ گیلانی سیّد ہی ہیں۔

چشم کشا غلطی

مندرجہ بالا غلطیوں کی موجودگی ''انوارِ تیراہی'' کے اصل ہونے کے شک کو یقین میں تبدیل کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن یہاں ایک ایسی غلطی کی نشاندہی کی جارہی ہے جو نہ صرف کتاب میں تحریف کے یقین کو پختہ کرنے کا باعث ہے بلکہ اہلِ علم کے لئے چشم کشا بھی ہے اور اپنے اندر اہل عقل و شعور کے لئے دعوتِ فکر بھی رکھتی ہے۔

''انوارِ تیراہی'' کے پہلے صفحہ پر دو شجرۂ نسب درج کئے گئے ہیں۔ان دونوں شجرۂ نسب کو شیخ عبدالحی سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک ایک ہی ظاہر کیا گیا ہے لیکن جب قدرت حقیقت کو بے نقاب کرنا چاہے تو تحریف کرنے والوں سے ایسی بھیانک غلطیاں کروادیتی ہے جو ان کی چوری کو ظاہر کرنے کے لئے کافی شہادت بن جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

حضرت امامِ ربّانی، مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ کا شجرۂ نسب ''انوارِ تیراہی'' میں یوں نقل کیا گیا ہے :

''شیخ احمد فاروقی سرہندی بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدّین بانیٔ سرہند بن حضرت خواجہ نورالدّین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت خواجہ محمد یوسف''

جبکہ ''انوارِ تیراہی'' کے اسی صفحہ پر شجرۂ مؤلف کے عنوان کے تحت اس طرح درج ہے :

''شیخ عبدالحی بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت رفیع الدّین بن حضرت نورالدّین بن حضرت نصیرالدّین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت محمد یوسف''

یہاں ان دونوں کے درمیان فرق ملاحظہ فرمائیں !

1------اوپر شیخ عبدالحی کے والد کا نام حضرت شیخ محمد ہے جبکہ اسی صفحہ پر نیچے حضرت شیخ عبدالحی کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ ہے۔

2-----حضرت امامِ ربّانی کے شجرۂ نسب میں حضرت خواجہ نورالدّین کے والد کا نام نصیرالدّین درج ہے جبکہ شجرۂ مؤلف میں خواجہ نورالدّین کے والد کا نام شیخ سلیمان درج ہے۔

3------''انوارِ تیراہی'' میں حضرت امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی کے شجرۂ نسب میں حضرت فرخ شاہ شہاب الدین کابلی سے اوپر شجرۂ نسب یوں درج ہے:

''فرخ شاہ شہاب الدّین کابلی بن حضرت نصیرالدّین بن حضرت محمد سلیمان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن حضرت عبیداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت ابوالفتح بن حضرت محمد اسحاق بن حضرت ابراہیم بن حضرت نصیرالدّین بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔''

جبکہ اسی صفحہ کے نیچے شجرۂ مؤلف کے عنوان کے تحت یوں درج ہے:

''حضرت محمد فرخ شاہ شہاب الدّین کابلی بن حضرت نصیرالدّین بن حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ مولی بن شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم بن حضرت سیدنا نصیرالدّین بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی سکینہ رضی اللہ عنہا آئی تھی جن کے بطن سے حضرت نصیرالدّین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔''

ان دونوں شجروں پر غور فرمائیں !

ایک ہی صفحہ پر فرخ شاہ کابلی کے دادا کا نام محمد سلیمان اور پردادا کا نام محمد مسعود ہے اور اسی صفحہ پر فرخ شاہ کابلی کے دادا کا نام محمد مسعود اور پردادا کا نام شیخ سلیمان ہے۔

4------اسی صفحہ پر حضرت محمد مسعود کے والد کا نام عبداللہ الواعظ الاصغر ہے جبکہ شجرۂ مؤلف کے عنوان کے تحت حضرت محمد مسعود کے والد کا نام شیخ سلیمان ہے۔

5-----اسی صفحہ پر حضرت محمد مسعود کا شجرۂ نسب ''محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبیداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت ابوالفتح'' ہے اور شجرۂ مؤلف کے عنوان کے تحت یوں ہے :

''حضرت محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن شیخ مولی بن شیخ پٹھان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر''

6------حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر جو حضرت فرخ شاہ کابلی کے پردادا ہیں لیکن ''انوارِ تیراہی'' کے ایک ہی صفحہ پر حضرت محمد مسعود کے پردادا کا نام شیخ مولی بن شیخ پٹھان ہے۔ ''انوارِ تیراہی'' خود اس کا فیصلہ کرنے سے قاصر ہے کہ اصل پردادا کا نام کیا ہے۔

حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر کے نکاح پر پہلے صفحات میں بحث ہو چکی ہے۔

قارئینِ کرام خود فیصلہ کریں کہ یہ ہے وہ انوارِ تیراہی، اور یہ ہے انوارِ تیراہی میں نقل کیا گیا شجرۂ نسب، جس کو بنیاد بنا کر باباجی خواجۂ خواجگان سید نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے شجرۂ نسب پر زبانِ طعن دراز کی جاتی ہیں۔ ایک ایسا شخص جو معمولی سا بھی علم و شعور رکھتا

ہے،انوارِ تیراہی میں نقل کئے گئے شجرۂ نسب کو بطور شہادت پیش کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔

ایک ایسی کتاب (انوارِ تیراہی) جو ایک ہی صفحہ پر چند سطور کے فاصلہ پر اپنی تردید خود کر رہی ہو، اگر کوئی اپنے مؤقف کی حمایت میں ایک قوی شہادت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنی بے علمی اور جہالت پر شہادت سامنے لائے گا۔ اہلِ علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس شجرۂ نسب میں اتنے تضادات موجود ہیں کہ یہ کسی صاحب علم کا نقل کردہ ہرگز نظر نہیں آتا جبکہ بزرگان چوراشریف میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جیّد عالم دین تھے۔ آپ سے اس طرح کی مجہولانہ تحریر کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے خلاف ایک گہری سازش تیار کی گئی جس کو حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے بے نقاب کیا جارہا ہے۔

پیر سیّد مطیع قادر گیلانی اور مَیں اسی تحقیقی کام کے سلسلہ میں ایک عظیم محقّق ماہرِ علمُ الانساب سیّد علی اکبر گیلانی مدظلہ العالی، ساکن چک شہزاد راولپنڈی سے ملنے گئے۔ دورانِ گفتگو جب ہم نے ان کی توجہ ''انوارِ تیراہی'' میں تحریر کردہ شجرۂ نسب کی طرف مبذول کروائی تو وہ حیران رہ گئے اور فرمانے لگے کہ کسی صاحبِ علم شخص سے اس کی توقُع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس طرح کا جاہلانہ کام کرے اور بلاتحقیق باتوں کو کتاب میں درج کرے۔ آپ نے اِس بنیاد پر ''انوارِ تیراہی'' میں درج شجرۂ نسب کو کسی طرح بھی اعتبار کے لائق قرار نہیں دیا اور فرمانے لگے کہ میں بھی اپنی کتاب میں اِس پر بحث کروں گا کہ ''انوارِ تیراہی'' کی بنیاد پر ساداتِ چوراشریف کے مؤقف یعنی نسب سادات کو تسلیم نہ کرنا سراسر جہالت ہے۔

حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی علیہ الرحمہ اور رسالہ رابطۂ روح

باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب ظاہر کرنے والوں کا واحد استدلال ایک رسالہ' رابطۂ روح'' ہے جس کو لکھنے والا بھی نامعلوم ہے۔اس کی ایک عبارت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّد موسیٰ گیلانی کے بیٹے نہیں تھے۔ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا لکھا گیا ہے لیکن یہ بات تاریخی طور پر ثابت نہیں کہ حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ واجداد میں سے کسی نے ہندوستان سے قبائلی علاقہ یا افغانستان کی طرف ہجرت کی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے والدِ گرامی گردیز سے ڈوڈہ علاقہ کرک میں تشریف لائے تھے۔

حضرت شیخ رفیع الدین کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ، سلطان فیروز شاہ تغلق کے مقربانِ دربار میں سے تھے جن کو سلطان فیروز شاہ نے سرہند میں قلعہ تعمیر کرنے پر مامور کیا جس کی بنیاد امام رفیع الدّین نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔اس کے متعلق مولانا سیّد زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

''چنانچہ آپ اپنے پیر بزرگوار کے حکم کی تعمیل میں وہاں تشریف لے گئے اور سکونت اختیار فرما کر قلعہ کی بنیاد 760ھ میں اُس اینٹ سے رکھی، جو مخدوم صاحب نے عنایت فرمائی تھی'' (حضرت مجدّد الف ثانی، صفحہ 46)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''برِّصغیر کا یہی وہ تاریخی اور مقدّس مقام ہے جو اس خانوادۂ فاروقی کا مسکن بنا اور یہیں سے بعد میں تجدید و احیائے دین کی کرنیں اطراف و اکنافِ عالم میں ضَوفگن ہوئیں۔'' (حضرت مجدّد الف ثانی، صفحہ 48)

اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت اِمام رفیع الدّین کی تمام اولاد سرہند میں ہی مقیم رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحی (جن سے حضرت سیّد عبدالرسول کو غلط طور پر منسوب کیا جاتا ہے) نے سرہند شریف میں ہی رہ کر دین کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ جبکہ سابقہ صفحات میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول حضرت سیّد موسیٰ گیلانی کے بیٹے ہیں نہ کہ حضرت شیخ عبدالحی کے۔

2------ حضرت عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بیٹے کا نام عبدالرسول نہیں تھا۔ اِس ناقابلِ تردید حقیقت کو اہلِ علم بدیہی طور پر بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اِمام رفیع الدّین کے خاندان میں اِس طرح کے نام رکھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ اس کے لئے آپ کی اولاد کے ناموں پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ چند نام ملاحظہ فرمائیں!

''امام رفیع الدّین، خواجہ فتح اللہ، حبیب اللہ، شیخ محمد۔ شیخ عبدالحی، عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہم۔''

3------ اِس سلسلہ میں حضرت مجدّدالفِ ثانی اور خواجگانِ نقشبندیہ کے مقامات واحوال پر تحقیق کرنے والے ایک بہت بڑے محقّق، جناب پروفیسر محمد اقبال مجدّدی، لاہور (جن کا نام اس معاملہ پر ایک سَند کی حیثیت رکھتا ہے) سے رابطہ کیا گیا۔ آپ نے حضرت سیّد محمد مسعود الحسن شاہ گیلانی صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''توضیحاتِ مجدّدیہ'' کا مقدّمہ بھی لکھا ہے۔ آپ سے حضرت سیّد عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے گزارِش کی گئی۔

آپ نے کافی دن تحقیق کرنے کے بعد بتایا کہ حضرت عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بیٹے کا نام عبدالرّسول نہیں تھا لہٰذا اس نام پر کسی اشتباہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اِس معاملہ پر تحقیق کا مقصد یہ بھی تھا کہ کوئی اعتراض کرنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ حضرت سیّد عبدالرسول کے والد کا نام حضرت عبدالحی تھا اور ہم نے اس کو تبدیل کر دیا ہے۔ اب جبکہ اصل صورتِ حال سامنے

آگئی ہے تو اس کا ثابت کرنا کہ حضرت عبدالحی کے کسی بیٹے کا نام عبدالرسول تھا مخالفین پر واجب ہے ۔ہم اپنی پوری تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کسی بھی کتاب میں یہ حوالہ موجود نہیں ہے کہ حضرت عبدالحی کے کسی بیٹے کا نام عبدالرسول تھا۔ دُرست بات یہی ہے کہ حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی، حضرت سیّد موسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی بیٹے تھے۔

انوارِ تیراہی
کے مضامین پر بحث

کسی بھی تصنیف کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد اس میں بیان کردہ مضامین کے معیار کو علمی بنیادوں پر پرکھا جاتا ہے ۔اگر تصنیف میں بیان کردہ مضامین علمی و تاریخی طور پر درست تسلیم کئے جائیں تو اس کتاب کے کسی حوالہ کو درست تسلیم کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی تصنیف و تالیف ہو جو اپنی ہی بیان کردہ باتوں کی خود تردید کر رہی ہو اور اس میں اتنے تضادات ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے والا یہ فیصلہ ہی نہ کر پائے کہ اس کی کس بات کو درست تسلیم کیا جائے اور کس بات کو ردّ کیا جائے تو ایسی کتاب کسی حوالہ کے طور پر مستند تسلیم نہیں کی جاسکتی اور اس کتاب کی بنیاد پر کوئی شہادت قابلِ اعتماد نہیں ہوتی۔

درج ذیل سطور میں ''انوارِ تیراہی'' کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے جس میں اِس کتاب کے تصنیفی معیار کو فنّی بنیادوں پر پرکھا گیا ہے ۔اور اس میں تضادات کی واضح نشاندہی کی گئی ہے اور اس کتاب کی زیرِ بحث عبارات کی فوٹو کاپی بھی منسلک کی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن

میں یہ شک گنجائش نہ پاسکے کہ ’’انوارِ تیراہی‘‘ کی کسی عبارت میں ہم نے ترمیم وتنسیخ کی ہے۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں!

1------انوارِ تیراہی صفحہ 5 پر لکھا ہے:

’’حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی روز اپنی ملازمت سے یکطرف ہو کر حلقہ بگوشِ خواجہ ممدوح ہوئے۔آپ کا قیام رام پور شریف دو ہفتے کا رہا بعد ازاں خواجہ سید محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عازمِ ملتان شریف ہوئے اور حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب کو واسطے خدمت اور حاضر باشی حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ مامور فرمایا۔چنانچہ حضرت محمد فیض اللہ صاحب آپ کی خدمتِ وضو ولباس چار سال مستفیض رہے۔ایک مرتبہ حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ صاحب نے اپنے خلیفہ شاہ درگاہی کو فرمایا کہ مخلص سید محمد عیسیٰ اور بہت خلیفہ میرے پاس موجود ہیں بہتر ہے کہ خواجہ محمد فیض اللہ کو واسطے خبر گیری اپنے بال بچہ کے روانہ کر دیا جائے۔حاضرین نے آپ کے کلام اور مشورہ کی تائید فرمائی۔حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کو اجازتِ وطن دے کر رخصت فرمادیا اور آپ تشریف دہلی میں لے گئے‘‘۔

(انوارِ تیراہی،صفحہ 5)

اِس عبارت میں یہ تضاد ہے کہ اس عبارت کے پہلے حصہ میں حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رام پور میں قیام کی مدت دو ہفتہ بیان کی گئی ہے۔پھر کہا گیا ہے کہ حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں چار سال رہے۔اسی عبارت کے آخری حصہ میں لکھا گیا کہ حضرت شاہ جمال اللہ نے حضرت فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو گھر جانے کی رخصت دی اور خود دہلی روانہ ہو گئے۔اس کا مطلب ہے کہ حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ رام پور میں

حضرت فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے حاضرِ خدمت رہنے کے عرصہ چار(4) سال تک رہے۔اس عبارت میں مبہم بات یہ ہے کہ حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیارام پور میں دو ہفتے گزارے یا چار سال؟ کیا یہ اِغماضِ نظر کسی علمی شخصیت سے ممکن ہے؟

2----- ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''مولوی شیر محمد صاحب چونکہ ایامِ تعلیم میں ہم سبق رہے تھے انہوں نے حضور کو فوراً پہچان لیا اور فرمایا کہ آپ اِس قدر مدت طویل عرصہ کس جگہ رہے اور اب کس مکان میں فروکش ہوئے ہیں، فرمایا کہ مجھ کو ایک عرصہ دراز کا اتفاق احمد شاہ (ابدالی) بادشاہ مقام رامپور رہا''۔ (انوارِ تیراہی صفحہ 6)

قارئین کرام! تاریخ کا ایک ادنیٰ طالبعلم بھی جانتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر کم و بیش سات حملے کئے۔

وکی انسائیکلو پیڈیا میں احمد شاہ ابدالی کے دَور کے متعلق لکھا ہے کہ

In 1756, Abdali crossed the Indian territory and marched towards Delhi. He plundered as much as he can and as far as Mathura and Agra. While returning he recognised Alamgir-II as the emperor at the Delhi throne. In 1758, the Peshwas (Ministers) of Marathas expelled Abdali's men from Delhi and appointed their own people as in-charge, this made Abdali to invade India one more time. With this invasion the glory of Marathas in India has come to an end. Anarchy was created all around in the Mughal Empire and finally after many events it paved a way for the

British East India Company to take control over India.

ترجمہ۔ 1756ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے علاقہ کو عبور کر لیا اور دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔اس سے جتنا ہو سکا اس نے تاخت و تاراج کیا اور وہ آگرہ اور متھرا تک پہنچ گیا۔جب وہ واپس ہوا تو اس نے حکومت بادشاہ عالمگیر دوم کے حوالہ کر دی۔ 1758ء میں مرہٹہ راجوں نے ابدالی کے آدمیوں کو دہلی سے باہر نکال دیا اور اپنے لوگوں کو انچارج مقرر کر دیا جس کی وجہ سے ابدالی نے ایک بار پھر حملہ کر دیا۔اس حملہ سے مرہٹوں کی شان و شوکت ختم ہو گئی۔تمام مغلیہ سلطنت میں انارکی پھیل گئی اور بہت سے واقعات کے بعد اس صورت حال نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی تمام ہندوستان پر کنٹرول حاصل کرنے کی راہ ہموار کر دی۔

تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے ضرور کیئے ہیں لیکن وہ ہندوستان پر قابض نہیں ہوا بلکہ مغلوں کی بادشاہی کو برقرار رکھا اور خود لاہور پر قابض رہا۔ یاد رہے کہ اُس وقت اس نے لاہور کو سکھوں کے قبضہ سے چھڑوایا تھا اور اُس نے اُسی قبضہ کو برقرار رکھنے پر توجہ مرکوز کیئے رکھی۔

اس تمام تاریخی صورت حال کو سامنے رکھیں اور ''انوار تیراہی'' کی مذکورہ عبارت کا آخری حصہ پیشِ نظر لائیں جس میں خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ہے کہ ''میں عرصہ دراز تک احمد شاہ ابدالی کی ملازمت میں بمقام رامپور مقیم رہا''۔

جب احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان پر کسی بھی عرصہ دراز تک کے لئے ہندوستان پر قبضہ ثابت نہیں تو یہ عرصہ دراز والی بات کس طرح لکھ دی گئی جو کہ ایک خلافِ واقعہ بات ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہانی میں رنگ بھرنے کے لئے اصل انوارِ تیراہی میں بے حقیقت باتوں کا

اضافہ کیا گیاہے تا کہ عوام النّاس کو باور کروایا جائے کہ یہ کتاب کسی ایسے شخص کی تحریر کردہ ہے جو حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کو بخوبی جاننے والا ہے۔

3------ایک اور تحریر اس طرح ہے:

''اصل واقعہ یہ کہ حضرت باباجیو صاحب قریباً اسّی (80) سال تیزئی شریف میں قیام پذیر رہے اور اس ملک میں حضرت کے فیض عام سے مسلمانان فیض یاب ہوئے۔'' (انوارِ تیراہی، صفحہ 21)

حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 1179ھ میں ہوئی اور آپ اپنی عمر کے اسّی (80) سال تک اخوندکوٹ تیزئی شریف میں مقیم رہے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ 1259ھ تک تیزئی شریف (اخوندکوٹ) میں مقیم رہے۔لیکن اس سے اگلے صفحہ پر ایک عجیب صورت حال کا سامنا ہوتا ہے، اِس طرح تحریر ہے:

''آخر میں آپ کو یاروں کی تکلیف گوارا نہ ہوئی، آپ دل آزردہ ہو کر تیزئی شریف سے بمقام ڈراڈر تشریف لائے۔چند سال اس جگہ قیام پذیر رہے، 1284ھ میں موضع ڈراڈر سے موضع چورا تشریف لائے اور اس جگہ ایک سال اور چھ ماہ کے قیام کے بعد رحلت فرمائے عالمِ جاودانی ہو گئے۔'' (انوارِ تیراہی، صفحہ 22)

اِس عبارت سے مندرجہ ذیل نِکات سامنے آتے ہیں:

i----- حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے اسّی (80) سال اخوندکوٹ تیزئی شریف میں گزارنے کے بعد 1259ھ میں کوہاٹ کے قریب موضع ڈراڈر تشریف لے آئے۔

(ولادت 1179ھ+80 سال تیزئی میں قیام = 1259ھ)

ii ---- تحریر ہے کہ موضع ڈراڈر میں آپ چند سال قیام پذیر رہے۔

iii ---- اِسی تحریر کے مطابق حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ 1284ھ میں چوراشریف تشریف لے آئے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا موضع ڈراڈر میں قیام 1284ھ تک رہا اور انوارِ تیراہی کے مطابق موضع ڈراڈر میں قیام کی مدت چند سال ہے۔ یاد رہے کہ چند سال سے مراد دو چار سال ہوتے ہیں جبکہ اگر آپ بغور جائزہ لیں تو یہ مدت کم از کم پچیس (25) سال بنتی ہے۔

موضع ڈراڈر آمد 1259ھ اور وہاں سے 1284ھ میں چوراشریف آمد۔

1284 - 1259 = 25 years

عام طور پر ایسی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں اس بات کا جائزہ لیا جا رہا ہے کہ ''انوارِ تیراہی'' میں تحریف کرنے والے اصل بات سے بے خبر تھے اگر یہ تحریر حضرت سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہوتی تو آپ کے علمی مقام کے مطابق اس طرح کی غیر محتاط تحریر سامنے نہ آتی۔

اِس سے اِس بات کا اشارہ بھی ملتا ہے کہ کچھ لوگوں نے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اس کتاب (انوارِ تیراہی) کو لکھ کر سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منسوب کر دیا تا کہ اس کو باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ایک فرد کی تحریر سمجھ کر لوگ دھوکا کھا جائیں۔ کیا اہلِ علم کے نزدیک پچیس (25) سال کی ایک چوتھائی صدی پر مشتمل مدت کو چند سال کی مدت کہا جا سکتا ہے۔

4------ایک اور مقام پر تحریر ہے:

''اس زمانہ میں حضرت باباجیو صاحب موضع ڈراڈر میں تشریف نہیں لائے تھے یہ پیش گوئی آپ کے چورہ شریف تشریف لانے سے گیارہ سال پیشتر ہوئی تھی۔ خلفائے موجودہ اور اہل دہ شامل ہو کر اس جگہ نشان پتھر نصب کر کے آبادی

کے واسطے پتھر جمع کرنے کی کوشش کرنے لگے چنانچہ تا مدت گیارہ سال حضور اسی جگہ تشریف فرما کر فروکش ہوئے اور اس جگہ ایک سال بقیدِ حیات رہ کر واصل بحق ہوئے۔" (انوارِ تیراہی، صفحہ 33)

اِس تحریر پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل نِکات سامنے آتے ہیں:

i --- جب حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ میاں فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں چوراشریف آمد کی پیشین گوئی کی تو اس زمانہ میں آپ اخوند کوٹ تیزئی شریف میں قیام پذیر تھے۔

ii --- یہ پیشین گوئی چوراشریف آمد سے گیارہ سال پہلے کی ہے اس طرح اس پیشین گوئی کا زمانہ 1273ھ کا ہے۔

(1284 - 11 = 1273)

لیکن انوارِ تیراہی کے صفحہ 21 پر تحریر ہے کہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اَسّی (80) سال تیزئی شریف میں مقیم رہے یعنی آپ زیادہ سے زیادہ 1259ھ تک وہاں رہے جبکہ پیشین گوئی 1273ھ کو ہوئی۔ انوارِ تیراہی کی ان دونوں عبارتوں میں پیشن گوئی کی تاریخ اور حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پیشن گوئی کے وقتِ قیام کے مقام کے درمیان کھلا تضاد موجود ہے۔ یہ فرق اگر ایک دو سال کا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ اتنے تھوڑے فرق کو نظر انداز کر دیا جائے لیکن یہ فرق چودہ (14) سال کا بنتا ہے۔ اور تاریخ کی اتنی بڑی غلطی کسی پڑھی لکھی شخصیت سے ممکن نہیں۔ اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ انوارِ تیراہی میں ان تحریفات کے ذریعے سیّد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام و مرتبہ کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔

iii--- اس تضاد کے نتیجے میں حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا بھی درُست تعیُّن ممکن نہیں۔اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں!

''انوار تیراہی'' کے صفحہ 18 پر حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوارہی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ ولادت 1179ء لکھی ہوئی ہے جس کو کتابت کی غلطی تسلیم کیا جائے تو یہ 1179ھ ہے۔انوارِ تیراہی کے صفحہ 21 کی تحریر کے مطابق حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اخوندکوٹ تیزئی شریف میں اَسّی (80) سال کی عمر تک یعنی 1259ھ تک رہے ۔

حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ 1284ھ میں چورا شریف تشریف لائے اور ایک سال چھ ماہ کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔مذکورہ خواب میں پیشن گوئی کے وقت آپ کی عمر 94 سال بنتی ہے جبکہ ''انوارِ تیراہی'' کے مطابق آپ 80 سال سے زیادہ اخوندکوٹ تیزئی شریف میں نہیں رہے۔

1273 - 1179 = 94

''انوارِ تیراہی'' پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنے والے کس بات کو درست تسلیم کریں گے اور کس کا انکار ؟

iv--- آپ کے سِنِ وِلادت اور وِصال کے درمیان ایک سو سات (107) سال کا فرق ہے اور اس کے مطابق یہی آپ کی عمر ہے۔

1284 -1179 = 107

اگر خواب میں پیشن گوئی کے وقت آپ کی عمر 94 سال تھی جبکہ ابھی آپ اخوندکوٹ تیزئی شریف میں تھے پھر آپ نے اوپر دیئے گئے حوالہ کے مطابق موضع ڈراڈر میں پچیس سال گزارے اور ڈیڑھ سال چورا شریف میں تو اس طرح آپ کی عمر 120 سال

سے متجاوز ہو جاتی ہے۔

کیا اب بھی ''انوارِ تیراہی'' کو ایک ایسی مستند کتاب تسلیم کرنا ممکن ہے کہ جس کو بطور ٹھوس شہادت کے پیش کیا جاسکے ؟

5------انوارِ تیراہی کے صفحہ 22 پر لکھا ہے: ''آپ چورا شریف ایک سال چھ ماہ قیام کے بعد رحلت فرما گئے''

جبکہ صفحہ 33 پر تحریر ہے: ''اس جگہ ایک سال بقیدِ حیات رہ کر واصل بحق ہوئے۔''

ایک ہی کتاب میں حضرت سید نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ قیام چورا شریف میں اختلاف ہے۔ایک تحریر کے مطابق آپ چورا شریف میں ایک سال تک قیام پذیر رہے جبکہ اسی کتاب کی دوسری تحریر کے مطابق آپ کا قیام ڈیڑھ سال تک رہا۔

6------اہلِ علم و ادب اس بات سے ناواقف نہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ بات میں نے نقل کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات میری نہیں بلکہ مجھے کسی اور نے بتائی ہے اور مَیں نے اس بات کو آگے بیان کر دیا ہے۔اس بات کی روشنی میں ''انوارِ تیراہی'' کی ان عبارتوں پر غور فرمائیں!

i ۔ ''کرامت 3 ۔نقل ہے بلکہ میرا چشم دید واقعہ ہے ۔'' (انوارتیراہی صفحہ 26)

ii۔ ''نقل ہے ایک مرتبہ میرے شکم میں ایسا درد پیدا ہوا جس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔''

(انوارِ تیراہی ،صفحہ 77)

''انوارِ تیراہی'' میں جا بجا ایسے واقعات موجود ہیں جن کے راوی حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی علیہ الرحمہ ہیں اور ان کے کلام کو''نقل ہے'' کے الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔کیا ایک عالم دین سے یہ ممکن ہے کہ وہ واقعہ کو اپنا یا اپنی آنکھوں دیکھا بیان کرے لیکن اس کو''نقل ہے'' کے الفاظ سے شروع کرے؟اس طرح کی بہت سی مثالیں''انوارِ تیراہی'' میں ملتی ہیں لیکن

کلام کے طویل ہو جانے کے پیشِ نظر اِسی پر اِکتفا ہے ۔ان مذکورہ دونوں عبارات پر غور فرمائیں جن میں بیک وقت دو مختلف باتوں کا ذکر ہے کہ یہ رِوایت کسی نے بیان کی ہے اور پھر اس بات کی تردید کر دی کہ نہیں یہ کسی کی رِوایت کردہ بات نہیں بلکہ یہ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے ۔اِس کا مطلب ہے کہ مؤلف بلکہ محرّف کو خود اس کا یقین نہیں کہ یہ واقعہ کسی نے بیان کیا ہے یا یہ میری اپنی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوا۔

دوسری عبارت پر غور کریں ۔لکھا ہے کہ

''نقل ہے ایک مرتبہ میرے شکم میں ایسا درد پیدا ہوا''

اب خود ہی اندازہ لگائیں کہ درد میرے شکم میں ہوا جبکہ اس درد کو محسوس کسی اور نے کیا۔کیا ادبی ذوق رکھنے والا کوئی شخص اس طرح کی عبارات کو کسی اہلِ علم کی بات تسلیم کر سکتا ہے؟

اِن تمام عبارات سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ اِس کتاب میں کسی کم علم اور تاریخ سے ناواقف شخص نے تحریفات کیں اور ان کو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی کی طرف منسوب کر دیا جو ان جیسی زُہد وتقویٰ اور علم وعمل کی حامل عظیم شخصیت کی توہین کے مترادف ہے ۔

انوارِ تیراہی میں ساداتِ چورا شریف پر لگائے گئے الزامات

''انوارِ تیراہی'' بظاہر حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے فضائل بیان کرنے کے لئے لکھی گئی لیکن دراصل اس میں حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر سنگین الزامات لگائے گئے ہیں۔ان کو نقل کرنا اِتنا آسان نہیں کیونکہ یہ معاملہ عام انسانوں کا نہیں بلکہ زمانے کے قطب الاقطاب کی اولاد اور ان کے خاندان کا ہے جن کے کردار کی پاکیزگی اور علم وتقویٰ کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ اِن سطور کو لکھتے ہوئے دل پر خوف کے بادل چھائے ہوئے ہیں،آنکھیں نمناک ہیں ، نوکِ قلم پر لرزہ ہے اور ذہن یہ سوچ رہا ہے کہ مَیں اپنے فرشتہ صفت بزرگوں پر لگائے گئے اِلزامات کو کیسے نقل کروں؟ کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جن کی بے آبرو قلموں اور ناپاک زبانوں نے ہمیں یہ دن دیکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔آئیں،ملاحظہ فرمائیں کرامات کی خوشنما چادر میں لپٹی ہوئی متعفّن تحریریں!

1------ حضرت سیّد محمد نور گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر

حضرت سیّد محمد نور گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کا مزارِ مبارک امان کوٹ ضلع کرک میں ہے۔ آپ کی اولاد بھی کرک میں آباد ہے۔ ''انوارِ تیراہی'' میں لکھا ہے کہ آپ نہایت متقّی و زاہد تھے اور آپ کی زندگی عبادت و ریاضت میں گزری۔ آپ کی اپنے ربّ کے ذکر کی طرف اِتنی توجہ تھی کہ آپ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے تھے۔

''انوارِ تیراہی'' میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ

''حضرت خواجہ محمد نور صاحب دائم العمر چِلّہ کشی و خلوت و گوشہ نشینی میں رہے''

(انوارِ تیراہی، صفحہ 13)

مندرجہ بالا عبارت کو اپنے ذہن نشین کرنے کے بعد اِس عبارت پر غور فرمائیں! یہاں پہنچ کر ہمت جواب دے گئی ہے، دل آزردہ بلکہ مجھے دل خون کے آنسو رونے والا محاورہ آج سمجھ آیا ہے۔ میری کیفیت مجھے بتا رہی ہے کہ اِس تحریر کو پڑھتے ہوئے میرے باباجی علیہ الرحمہ کے عاشقوں کی قلبی کیفیتوں کو کون قابو کرے گا؟ ان کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو کس طرح رک سکیں گے؟ ان کے بے قرار اور تڑپتے دلوں کو کیسے سکون مل سکے گا ؟

میرے حضور باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندو! پڑھو اِس تحریر کو اور ''انوارِ تیراہی'' کو حرفِ آخر کہنے اور سمجھنے والوں کی عقلوں کا ماتم کرو!

''نقل ہے کہ ایک مرتبہ بمقام تیزئی شریف حضور کے خاندان میں مسمّی محمد نور نے حضرت کے باغیچہ میں داخل ہو کر چوری کر کے بہت سے

کھیرے توڑے، بابا جیو صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مصیبت میں گرفتار کرے چنانچہ تھوڑے روز گزرے ہوں گے کہ اس کے ہاتھ سے ایک ناحق خون ہوگیا اور ایسی تکلیف میں آیا کہ اس کو تادمِ زندگی یاد رہا۔" (انوارِ تیراہی، صفحہ 32)

(فوٹو کاپی منسلک ہے...... صفحہ 154)

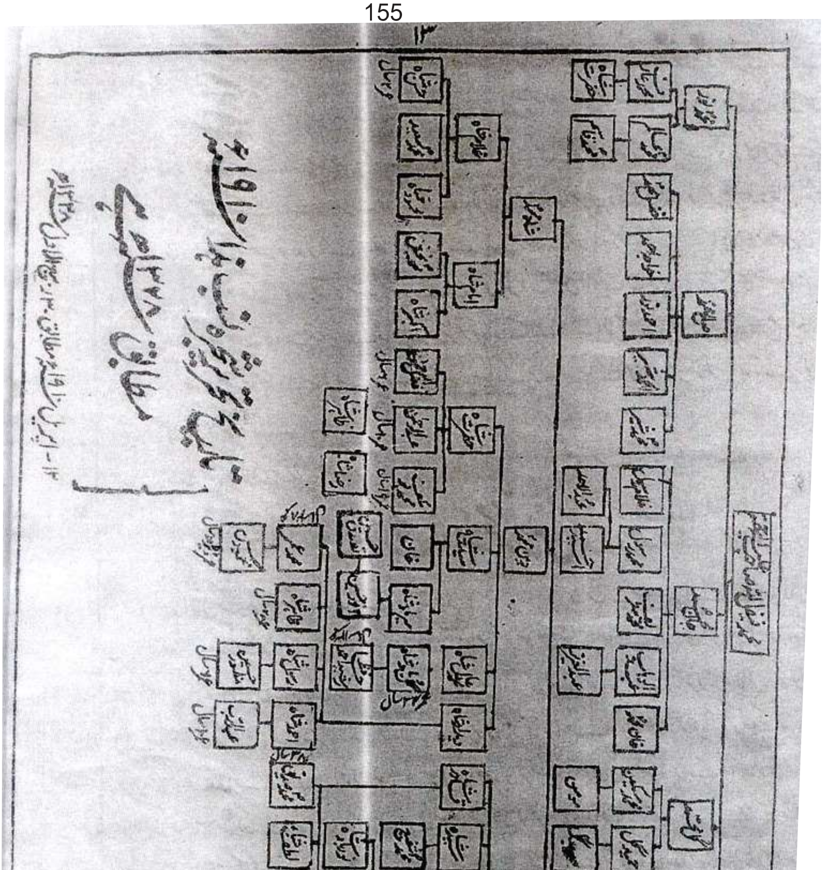
زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ — رند از رہِ نیاز بدار السلام رفت

نقل ہے کہ ایک مرتبہ بمقام تیزی شریف حضور کے خاندان میں سے اسمی محمد نواز نے حضرت کے باغیچہ میں داخل ہو کر چوری کر کے بہت سے کھیرے توڑے۔ بابا جیو صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس کو اپنی مصیبت میں گرفتار کرے چنانچہ تھوڑے روز گذرے ہوں گے کہ اس کے ہاتھ سے ایک ناحق خون ہو گیا اور ایسی تکلیف میں آیا کہ اس کو تادم زندگی یاد رہا۔ مزید براں یہ کہ تھوڑے دنوں کے اس کی ایک آنکھ کی نظر جاتی رہی۔ اور ہمیشہ کہتا تھا کہ مجھ کو بابا جیو صاحب کی بددعا نے برباد کر دیا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎ کھوٹی کرنی کیوں کریں کر کے کیوں پچھتا بیجے بیر ببول کے آنب کہاں سے کھا

نقل ہے کہ ایک مرتبہ محمد شاہ نام حضور کے خاندان میں سے صحبت نا اہلوں میں اپنا عزیز وقت ضائع کرنے کا عادی ہوا۔ ایک مرتبہ حضور کے نور چشمی جو کہ سب فرزندوں میں سے خورد سال تھی۔ اس کا زیور چوری لے گیا۔ اور ساتھ ہی ان کے گھر میں تلوار تھی وہ بھی لے گیا۔ حضرت بابا جیو صاحب کی خدمت عالیہ میں عرض کرنے لگے کہ حضرت میرے گھر میں محمد شاہ شام کے وقت آیا تھا۔ میرا زیور معہ ایک تلوار چوری کر کے لے گیا ہے۔ حضرت جناب بابا جیو صاحب نے اپنے فرزند حضرت شاہ محمد صاحب کو فرمایا کہ محمد شاہ کا پتہ لگاؤ کہاں ہے۔ عرض کیا کہ حضرت موضع چنگی میں چلا گیا۔ فرمایا کہ صبح سے پہلے جاؤ اور سے کہدو کہ زیور اور تلوار واپس تمہارے ہاتھ دے دیوے۔ اور فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ اس کی زندگی میں صرف کل کا روز باقی ہے حضرت شاہ محمد صاحب حسب الحکم تشریف لے گئے اور محمد شاہ کو ملے زیور اور تلوار اس نے ظہر کی نماز سے پہلے دے دی۔ عصر کی نماز کے وقت اس کی گردن پہ ایک ذرا سی علامت سرخی معلوم ہوئی۔ اور کہنے لگا کہ یہ میری موت کی علامت ہے۔ بابا جیو صاحب کی بددعا ہے۔ اب میں ہرگز نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ عشا کی نماز سے پہلے دار دنیا سے رحلت کر گیا

؎

جو چمن سے گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے



انوار تیراہی صفحہ 13

قارئینِ کرام! ان دونوں عبارات پر غور فرمائیں کہ نہ صرف یہ کہ یہ آپس میں شدید تضاد رکھتی ہیں بلکہ یہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سب سے چھوٹے بھائی کی ذات اور کردار پر کیچڑ اُچھالنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

یہاں ''انوارِ تیراہی'' میں باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ناموں پر مشتمل بنائے گئے نقشہ کی فوٹو کاپی بھی منسلک کی گئی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ قارئین یہ جان سکیں کہ اِس کتاب میں بھی حضرت سیّد محمد نور گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے چھوٹا بھائی ہی لکھا گیا ہے اور سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں اس نام کا اور کوئی فرد نہیں تھا۔

اِس عبارت سے مندرجہ ذیل نِکات سامنے آتے ہیں۔

i--- حضرت سیّد محمد نور گیلانی بن خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہما اپنے والدِ گرامی کے فیض یافتہ تھے اور جادۂ شریعت پر گامزن تھے، راہِ سلوک میں اس قدر منہمک تھے کہ تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر کے لئے وقف کر دی تھی اور یہی بات حق ہے۔

ii--- اب دوسری عبارت کو سامنے رکھیں تو آپ کی زندگی یکسر ایک الگ منظر پیش کرتی ہے۔ آپ پر اِلزام لگایا گیا ہے کہ آپ نے اپنے سب سے بڑے بھائی خواجۂ خواجگان قطب الاقطاب سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے باغیچہ میں لگی ہوئی ایک معمولی سی سبزی یعنی کھیرے چوری کر کے توڑ لئے۔ یہاں پہنچ کر عقل دم بخود رہ جاتی ہے کہ اپنے زمانے کا ایک ولیٔ کامل چوری کرنے کا مُرتکب ہوا اور وہ بھی کھیروں کی۔ اور کی بھی کس کی چوری؟ اپنے سب سے بڑے بھائی کی جو باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ ''انوارِ تیراہی'' میں تحریف کرنے والوں نے اگر الزام ہی لگانا تھا تو کسی ڈھنگ کا لگاتے،

انھوں نے تو تحریف کی ہنڈیا بیچ چوراہے کے پھوڑ ڈالی ہے۔

iii--- اس توہین نما کرامت میں جس طرح حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے کردار پر در پردہ حملہ کیا گیا ہے وہ بھی کسی طور پر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ۔ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نقشبندیہ میں ایک عظیم مقام و مرتبہ ہے،ایک زمانے کے سالکین نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا بلکہ آج بھی روحانیت کے اس دریا سے ہزاروں دل سیراب ہو رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلۂ فیض انشاءاللہ جاری رہے گا۔لیکن انوارِ تیراہی کے محرّفین نے آپ کی ذات و کردار پر براہِ راست وار کرتے ہوئے یہاں حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے لکھا ہے کہ آپ نے اِس واقعہ پر اپنے بھائی کو بددُعا دی،اور اس کا نتیجہ یوں ظاہر ہوا کہ آپ کے چھوٹے بھائی سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو ناحق قتل کر ڈالا۔

حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامِ قطبیت سے واقف اور آپ سے عقیدت و محبت رکھنے والا کوئی بھی شخص اس بات کو کس دل کے ساتھ قبول کرے گا کہ جس سرچشمۂ فیض سے لاکھوں انسانوں نے،ایمان،یقین اور روحانیت کے فیوضات و برکات سے اپنے دلوں کو منوّر کیا،نعوذ باللہ وہ اِتنا کم ظرف نکلا کہ اپنے سب سے چھوٹے بھائی کو ایک معمولی سی سبزی کی خاطر بددُعائیں دینے لگا۔یہ کون تسلیم کرے گا کہ جو سراپا دُعا ہی دُعا ہے،جس کی دعائیں آج بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہیں،وہ اپنے بھائی کے لئے بددُعا کرے۔اور پھر انوارِ تیراہی کی اس عبارت کا آخری حصہ پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے،کہ حضرت سیّد محمد نور گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص کو بلا وجہ ناحق قتل کر دیا۔اِسلام کے احکامات سے واقف ہر شخص یہ جانتا ہے کہ قتل ناحق کے مرتکب پر قصاص لازم ہے اور

قرآنِ مجید میں قاتل کو ایسا جہنمی قرار دیا گیا ہے جس کی یہ سزا دائمی ہوگی یعنی وہ ابدالآباد تک جہنم میں ہی رہے گا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء)

ترجمہ:''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی اور ان کے بھائی سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہما پر یہ اِتنا بڑا الزام ہے کہ عرشِ الٰہی بھی لرز گیا ہوگا۔اس اِلزام سے ان حضرات کی پارسائی اور عظمت و بزرگی کی چادر کو تار تار کر دیا گیا ہے۔اِس سے بڑھ کر''انوارِ تیراہی'' کی تحریف کی اور کون سی شہادت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔سب سے بڑی بات یہ کہ خود پہلے اعتراف کیا گیا ہے کہ حضرت خواجہ سیّد محمد نور گیلانی علیہ الرحمہ چلہ کشی اور خلوت نشینی کا میلان رکھتے تھے۔ایسے شخص سے جو اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف رکھتا ہو اس سے قتل ناحق کیسے سرزد ہو سکتا ہے؟

میرا ان لوگوں سے ایک سوال ہے جو انوارِ تیراہی کو اپنے مؤقف کی تائید کے لئے ایک معتبر و معتمد حوالہ سمجھتے ہیں اور ہر جگہ اسی کتاب کا حوالہ دے کر باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النسب کہتے ہیں کہ کیا آپ کے نزدیک اب بھی انوارِ تیراہی کی حیثیت ایک مستند اور ثقہ کتاب کی ہے؟ اگر ہے تو پھر انوارِ تیراہی کی اِس رِوایت کو بھی درست سمجھتے ہوئے حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی،قربِ الٰہی،مقامِ قطبیت و غوثیت اور ان کے فیوضات و برکات کا اِنکار کر کے ان کو نعوذ باللہ ثمّ نعوذ باللہ کم ظرف،چور اور قاتل اور حدود الٰہی کو

توڑنے والااور جہنّمی قرار دے دیں۔

''انوارِ تیراہی'' کو سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف سمجھنے والے کیا اِتنا بھی شعور نہیں رکھتے کہ جن سُطور کو لکھتے ہوئے آج بھی دل لرز جاتے ہیں ان سُطور کو کیا سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھ سکتے ہیں؟ کیا سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سراپا وِلایت دادا اور اپنے دادا کے بھائی جنہوں نے تمام زندگی خلوت گزینی میں اپنے ربّ کی یاد میں گزاردی ہو ان کے بارے ایسی بے حقیقت تحریر لکھ سکتے ہیں؟ کوئی بھی ذی عقل وشعور شخص اس کو ماننے کے لئے تیّار نہیں ہو گا البتہ شقاوت و بدبختی کا علاج شاید کسی کے پاس نہیں ہو گا۔اس مقام پر''انوارِ تیراہی'' میں تحریف کاراز طشت از بام ہو جاتا ہے۔اور انوارِ تیراہی کی اس عبارت کی تردید کئے بغیر ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔

2----- حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر اِلزام۔

اگر صرف ایک اِلزام ہوتا تو ہوسکتا ہے تاویل کرنے والے کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے لیکن کرامتوں کے نام پر باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پورے خاندان کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ چوراہی کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ان کے متعلق انوارِ تیراہی میں لکھا ہے :

''حضرت شاہ محمد ، حضرت جناب باباجیو صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور آپ نہایت حضور کے محبوب تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ شاہ محمد ہمارے گھر کا چراغ ہے۔اور آپ قرآن شریف کے عاشق تھے۔'' (انوارِ تیراہی،صفحہ 91)

لیکن اتنے سعادت مند،محبوبِ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ جو قرآن مجید کے اتنے عاشق تھے جو روزانہ فجر سے ظہر تک پندرہ (15) پارے اور ظہر سے مغرب کے بعد تک پندرہ (15) پارے تلاوت فرمایا کرتے تھے،اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو اور قرآن مجید کے ساتھ اِس قدر محبت رکھنے والی اس عظیم ہستی کو بھی اِلزامات سے نوازا گیا تا کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔تحریف کرنے والوں نے ایک کڑوی گولی کو کرامت کی شکر میں ملا کر کھلانے کی کوشش کی اور اس کو سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منسوب کر کے خود پسِ پردہ تماشا دیکھنے لگے۔ تحریر ملاحظہ فرمائیں:

''نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ محمد صاحب فرزند خورد حضرت باباجیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع ڈراڈر سے تیزئی شریف جانے کا ارادہ کرنے لگے حضرت باباجیو

صاحب نے فرمایا کہ میری طرف سے جانے کی اجازت نہیں اگر اپنی مرضی سے جانا ہے تو اختیار ہے حضرت شاہ محمد صاحب بپاسِ ناز فرزند ہونے کے بمعہ اہل و عیال خلیفہ قادر بخش کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔'' (انوارِ تیراہی، صفحہ 62)

زیرِنظر عبارت میں حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اہل خانہ کو اپنے والدِ گرامی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا نافرمان ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ جب ان کو حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سفر سے روکا تو آپ نے اپنے والد گرامی کے حکم کی خلاف ورزی کر کے نافرمانی کی تھی۔ جب کہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ گرامی کا اِحترام تو ایک طرف تمام زندگی اپنے بڑے بھائیوں کا احترام بھی اپنے اوپر لازم رکھا۔ اِس اِحترام کو برقرار رکھنے کے لئے آپ کو اپنے احسات و جذبات کی قربانی دیتے ہوئے نہایت مخدوش اور اعصاب شکن حالات کے دریا کو صبر و تحمل سے عبور کرنا پڑا۔

کیا ''انوارِ تیراہی'' کو ہر قسم کی تحریف سے پاک سمجھنے والے باباجی صاحب کے بیٹے پر لگائے جانے والے اِس اِلزام کو حق سمجھتے ہیں؟ حالانکہ ''انوارِ تیراہی'' کی اپنی صفحہ 91 پر تحریر شدہ عبارت اِس کی خود تردید کر رہی ہے۔ جو کتاب اپنی تردید خود کرے اور اس کی عبارتوں میں کھلا تضاد موجود ہو تو اِس کو سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ جیسی علمی شخصیت کے ساتھ منسوب کرنا دیانت کے اصولوں کے مطابق ہر گز نہیں ہے بلکہ حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر بہت بڑا اِلزام ہے اور یوں آپ کو اپنے چچا کی شان میں گستاخی کا مرتکب ثابت کر کے آپ کی بھی توہین کی جا رہی ہے۔

3----- حضرت سیّدغلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر اِلزامات ۔

جن لوگوں نے اپنی بغض وحسد میں ڈوبی ہوئی قلموں سے حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی ،حضرت سیّد محمد نور گیلانی اور حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہم کی کردارکشی کرنے کی ناکام کوشش کی ہو ان سے اَخلاقی حدود پار کرنے کی توقع ہی کی جا سکتی ہے ۔ محرّفین انوارِ تیراہی نے باباجی علیہ الرحمہ کے خاندان پر ہر قسم کے اِلزامات لگا کر انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی بھرپور کوشش کی ۔اِن اِلزامات کا نشانہ بالخصوص حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد بنی ہے ۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ رحمہ اللہ علیہ علمی اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز تھے اور آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ کو ایک قلیل عرصہ میں بہت وسعت دے دی جس کی وجہ سے آپ کی مخالفت میں اِضافہ ہوگیا اور بالآخر آپ کو نامعلوم افراد نے زہر دے کر شہید کر دیا ۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اِنتقام کس طرح ایک زہریلے ناگ کی طرح فرشتہ صفت ہستیوں کے کردار کو زہر آلود کرنے کی کوشش کرتا ہے :

''نقل ہے کہ ایک مرتبہ محمد شاہ نام حضور کے خاندان میں سے صحبت نااہلوں میں اپنا عزیز وقت ضائع کرنے کا عادی ہوا ۔ایک مرتبہ حضور کے نورِ چشمی جو کہ سب فرزندوں میں خورد سال تھی اس کا زیور چوری لے گیا اور ساتھ ہی ان کے گھر تلوار تھی ،وہ بھی لے گیا ۔''

اسی عبارت کا اگلا حصہ اس طرح ہے :

''حضرت باباجیو صاحب کی خدمتِ عالیہ میں عرض کرنے لگے کہ حضرت میرے گھر میں محمد شاہ شام کے وقت آیا تھا ۔میرا زیور بمعہ ایک تلوار چوری کرکے لے گیا

ہے ۔حضرت جناب باباجیوصاحب نے اپنے فرزند حضرت شاہ محمد صاحب کو فرمایا کہ محمد شاہ کا پتہ لگاؤ کہاں ہے ۔عرض کیا کہ حضرت موضع چنگی میں چلا گیا۔فرمایا کہ صبح سے پہلے جاؤ اور اُسے کہہ دو کہ زیور اور تلوار واپس تمہارے ہاتھ دے دیوے ۔اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں صرف کل کا روز باقی ہے ۔ حضرت شاہ محمد صاحب حسب الحکم تشریف لے گئے اور محمد شاہ کو ملے ۔زیور اور تلوار اس نے ظہر کی نماز سے پہلے دے دی ۔عصر کی نماز کے وقت اس کی گردن پر ایک ذرا سی علامت سرخی معلوم ہوئی اور کہنے لگا کہ یہ میری موت کی علامت ہے ۔باباجیوصاحب کی بددعا ہے،اب میں ہرگز نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ عشاَ کی نماز سے پہلے دارِ دنیا سے رحلت کرگیا۔'' (انوارِ تیراہی،صفحہ 32)

اس عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نِکات سامنے آتے ہیں :

i---حضرت باباجی صاحب کی اولاد اور خاندان میں محمد شاہ نام کا کوئی فرد نہیں ہوا ۔

ii--- اس سے اگر سیّد غلام محمد شاہ گیلانی بن سیّد شاہ محمد گیلانی بن سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہم مراد ہیں تو اِس اِلزام کو صرف وہ ہی شخص تسلیم کرسکتا ہے جو حضرت سیّد غلام محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت سے سرے سے واقف ہی نہیں ۔حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تمام علومِ درسیہ سے فارغ التحصیل عالمِ باعمل تھے ۔آپ کی تمام زندگی شریعت کے عین مطابق گزری ۔آپ کے مریدوں کا وسیع حلقہ کشمیر اور وسط ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اِسلام قبول کیا۔

iii--- اگر حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی زاہد و عابد شخصیت کو چور تسلیم کیا جائے گا تو پھر کیا وِلایت کا تاج ان کے سر پر رکھا جائے جو علم و عمل سے بے بہرہ، شریعت سے ناواقف اور ریاکاری میں یگانہ حیثیت رکھتے ہیں ۔

iv---- جن لوگوں نے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی اور ان کے بھائی سیّد محمد نور گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کو معاف نہیں رکھا ان کے لئے حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر گھٹیا اِلزام لگانا کوئی بڑی بات نہ تھی اور نہ ہے۔ان کی زبانوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کون لگام دے سکتا ہے۔ایسے شقی لوگ ہر زمانے میں موجود رہے ہیں جو شریفوں کی پگڑیاں اُچھالنے میں مصروف رہتے ہیں۔

''انوارِ تیراہی'' میں درج یہ عبارت تاریخ کے آئینے میں رکھ کر دیکھیں تو یہ اپنی تردید خود ہی کر دیتی ہے۔

اِس عبارت کے آخری حصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ (من گھڑت) واقعہ حضور قبلۂ عالم باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہی پیش آیا کیونکہ آپ علیہ الرحمہ نے اپنے فرزند حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی علیہ الرحمہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کے پیچھے موضع چنگی جائیں۔حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے موضع چنگی پہنچنے کے دن، رات کو بوقت عشاء حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کا وِصال ہو جاتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ واقعہ حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے وِصال فرمانے کی تاریخ 13 شعبان 1286ھ بمطابق 18 نومبر 1869ء سے پہلے کا ہے۔اگر اِس واقعہ کو سچ مان لیا جائے تو پھر اِس بات کو بھی بہر صورت تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کا انتقال 1286 ہجری سے پہلے ہوا۔

جب کہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کا وصال 28 جمادی الاوّل 1325 ہجری بمطابق 9 جولائی 1907ء کو ہوا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ حضور باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کم از اڑتیس (38) سال بعد تک حیات رہے۔

''انوارِ تیراہی'' کی اِس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کا وِصال اپنے والد گرامی حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی بن حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کی حیات میں ہوا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی علیہ الرحمہ کا وصال 17 رجب 1315ھ بمطابق 10 دسمبر 1897ء کو ہوا۔یعنی حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے وِصال فرمانے کے بعد کم از کم دس (10) سال تک حیات رہے۔

اگر ''انوارِ تیراہی'' کی اِس عبارت کو دُرست تسلیم کیا جائے تو پھر یا تو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور باباجی خواجہ سیّد نور محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کی حیات میں ہی وِصال فرما گئے یا پھر یہ کہ حضرت باباجی صاحب علیہ الرحمہ کا وصال 1325 ہجری کے بعد ہوا۔لیکن کسی صاحبِ علم شخص کے لئے ان دونوں باتوں کو ثابت کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔اس تضاد کی گواہی بھی ''انوارِ تیراہی'' میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''نقل ہے کہ حضرت صاحب کو ایک مرتبہ آپ کے فرزند غلام شاہ سے کسی بات پر تکرار ہوا غلام شاہ رات کے وقت بہ طرف تیراہ روپوش ہو کر چلا گیا صبح جب حضرت صاحب کو معلوم ہوا تو آپ پا پیادہ روانہ تیراہ ہوئے جب کوہاٹ کے قریب پہنچے تو آپ کو سخت پیاس پیدا ہوئی اور پیاس کے بدلے آپ بے ہوش ایک درخت کے سایہ میں دراز ہو گئے اور ہوش سے جاتے رہے۔ایک مسافر سپاہی اتفاقاً پہنچا آپ کی پیاس اس کو محسوس ہوئی اس نے آپ کو پانی پلایا آپ کو ہوش آئی اسی روز سے آپ کو بیماری کوتاہ دمی ہوگئی۔اور فرماتے تھے یہ بیماری میری جان لے کر چھوڑے گی چنانچہ اس بیماری میں آپ فوت ہو گئے۔تاریخ وفات آپ کی ۱۷۔ماہ رجب ۱۳۱۵ھ انا للہ وانا الیہ راجعون'' (انوارِ تیراہی، صفحہ 92)

قارئین کرام! اس بات کو زیرِ بحث لائے بغیر کہ ''انوارِ تیراہی'' میں حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کو نشانہ ستم کیوں بنایا گیا غور طلب بات یہ ہے کہ پہلے اسی کتاب میں یہ لکھا گیا کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ حضرت باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کے تحت ان کی زندگی میں وِصال فرما گئے لیکن صفحہ 92 پر یہ عبارت لکھ کر اپنی بات کی خود ہی نفی کر دی گئی جب یہ لکھا گیا کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ان کے والد حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ گئے اور اس سفر کے دوران آپ کو ایسی بیماری لگی کہ اس سے آپ 1315 ہجری میں وصال فرما گئے ۔اس کا واضح مطلب ہے کہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کے وِصال تک حیات تھے ۔اور اِنتہائی دلچسپ بات یہ ہے کہ ''انوارِ تیراہی'' کے اِسی صفحہ پر حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ وصال بھی لکھی ہوئی ہے یعنی ''تاریخ وفات غلام شاہ ۲۸، ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری''

میرا صرف ان اہل علم سے سوال ہے جو تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں کہ ''انوارِ تیراہی'' کے ان تضادات کی روشنی میں کیا اس کو معیارِ حق تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

ستم ظریفی کی اِنتہا یہ ہے کہ اِس کہانی میں رنگ بھرنے کے لئے حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کی پاکباز و پارسا بیٹی کو بھی شامل کیا گیا ہے اور کرامت کی آڑ میں حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ پر بھی یہ کہہ کر کہ ''اس کی زندگی میں صرف کل کا روز باقی ہے'' بہتانِ کذب باندھا گیا ہے ۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس واقعہ کو 1286 ہجری کا ہی تسلیم کر لیا جائے تب بھی وہ ایک روز اڑتیس (38) سال پر محیط کیسے ہو گیا کیونکہ حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ نے تو اُسی روز وِصال فرمانے کی بجائے قریباً نصف صدی تک دین اِسلام اور طریقت نقشبندیہ مجددیہ نوریہ کی ترویج و اشاعت کا کام جاری رکھا۔ اِن تمام

کوششوں کے باوجود افسانہ حقیقت کا روپ نہ دھارسکا اور واقعاتی شہادت نے حضرت علامہ سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کے دامن پر لگائے جانے والے داغ دھوڈالے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام تاریخی اور واقعاتی حقائق کی روشنی میں ''انوارِ تیراہی'' میں درج حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی علیہ الرحمہ پر لگایا جانے والا الزام بے بنیاد اور مبنی برکذب ہے۔آپ کے حق میں باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کی بددُعا سے آپ کی عزّت وتوقیر کو کم کرنے کی جسارت کی گئی اور اس کو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی علیہ الرحمہ کے نام منسوب کر کے اپنے نامہ اعمال میں مزید گناہوں کا اضافہ کیا گیا۔

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں ''انوارِ تیراہی'' کتاب کے معیارِ ثقاہت کا ازخود فیصلہ کریں۔اِس سے ہمارے اِس دعویٰ کو بے حد تقویّت ملتی ہے کہ موجودہ ''انوارِ تیراہی'' ایک تحریف شدہ کتاب ہے۔

مؤلف ''انوارِ تیراہی'' کی شان میں گستاخی

''انوارِ تیراہی'' کی جس عبارت کو ملاحظہ کرتے ہوئے اہلِ علم و دانش حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں، وہ عبارت کچھ یوں ہے، حضرت خواجہ سیّد دین محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جمعرات کے روز آپ نے فرمایا کہ مجھے غسل کرادو۔ چنانچہ غلام علی، احمد شاہ وگل بادشاہ وطاہر شاہ واکبر شاہ مؤلف رسالہ کے ساتھ ہو کر بڑی پاکیزگی اور احتیاط سے آپ کو نہلایا اور آپ نے ظہر کی نماز ادا کی اور بعد میں آپ خاندان میں وعظ اور اتفاق کا بیان کرتے رہے۔اِتنے میں عصر کا وقت ہو گیا، آپ نے نماز ادا کی، بعد ازاں مؤلف رسالہ نے حضور کی نبض کو نہایت غور سے دیکھا تو حضور کی خدمت میں دانستہ غلط بیان مناسب الوقت سورہ کہف پڑھنے کو عرض کیا کہ حضرت آج جمعہ کا دن ہے اور آپ ہمیشہ

جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھا کرتے ہیں" (انوارِ تیراہی صفحہ 32)

اِس عبارت کے ذریعے حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نہایت متّقی و پرہیزگار اور عالمِ باعمل ہستی کو اپنے والد گرامی کے سامنے جو وِلایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، دانستہ غلط بیانی کرنے والا ثابت کر کے کیا یہ پیغام دیا جار ہا ہے کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد دانستہ غلط بیانی کی مرتکب ہوئی۔

باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سارا خاندان اِس تحریف کے ذریعے اپنے بزرگوں کی توہین کرنے کی سخت مذمت کرتا ہے۔

کیا اب بھی انوارِ تیراہی کی تمام عبارات کو من و عن حق و سچ تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

شاخِ نازک پہ آشیانہ

قارئین کرام! ہم نے تحریف شدہ "انوارِ تیراہی" کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ ابھی اس بوری میں مزید دانے موجود ہیں جن میں حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کے کئی پہلو پوشیدہ ہیں۔ طوالتِ کلام کے خوف کی وجہ سے اِنہی پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ عقل مند کے لئے اِشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

ان شواہد کی موجودگی میں یقینِ کامل حاصل ہو گیا ہے کہ یہ "انوارِ تیراہی" وہ اصل انوارِ تیراہی ہرگز نہیں، جس کو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا بلکہ یہ اس کا ترمیم و تحریف شدہ ایڈیشن ہے بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کہ یہ کتاب سرے سے وہ ہے ہی نہیں جس کو حضرت سیّد محمد عادل شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا بلکہ کسی نامعلوم مصنّف نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے آپ سے منسوب کر دیا ہے۔ کتاب کا نام تو وہی رکھا گیا ہے لیکن اکثر تحریروں میں اپنی مرضی کی تحریفات کر دیں۔ چور تو اپنی چوری کا ایک

سراغ چھوڑ کر جاتا ہےلیکن یہاں تو نشان ہی نشان ہیں جو دُہائی دے رہے ہیں کہ یہ تحریر نا قابلِ اِلتفات و اعتبار ہے۔البتہ چند ایک ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن کے لکھنے والوں کی نیّت تو بُری نہیں تھی لیکن ان کی تصنیف و تالیف کا ماخذ یہی تحریف شدہ ''انوارِ تیراہی'' ہی ہے۔اس لئے ان کتابوں میں بھی وہی لکھا گیا جو''انوارِ تیراہی'' میں لکھا گیا تھا۔جس دیوار کی بنیاد ہی ٹیڑھی ہو وہ ثریّا تک کیوں نہ بلند ہو جائے، ٹیڑھی ہی رہے گی۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکُشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ، ناپائیدار ہوگا

حیرانی تو انوارِ تیراہی کی بنیاد پر لکھی جانے والی کتابوں کے مصنفین و مؤلفین پر ہے جنہوں نے ایک ایسی کتاب کو ماخذ بنایا جو اپنے اندر بے شمار تاریخی و حقیقی نقائص رکھتی ہے بالخصوص شجرۂ نسب تو غلطیوں کا مجموعہ ہے۔

لہٰذا اب بھی وقت ہے،کہ وہ لوگ جو باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب سادات کو غلط سمجھتے ہیں اور اپنے مؤقف کے لئے''انوارِ تیراہی'' کی شہادت پیش کرتے ہیں،ان کو چاہیے کہ وہ اپنے بے بنیاد مؤقف سے رجوع کر لیں کیونکہ جس شاخِ نازک پر انہوں نے اپنی تصنیف و تالیف کا آشیانہ بنایا ہے وہ بہت نازک ہے جس کو تحقیق کے ایک ہلکے سے جھونکے نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔مجھے امید ہے آئندہ کوئی بھی مصنّف و مؤلف''انوارِ تیراہی'' کا حوالہ دینے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچے گا۔ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ مُنصف مزاج اور غیر جانبدار حضرات اِس تحقیق کے بعد موجودہ''انوارِ تیراہی'' کو قابلِ حوالہ سمجھنے والوں کا احتساب کریں گے۔

انوارِ تیراہی
کی بنیاد پر لکھی گئی کتابیں

انوار تیراہی کو بنیاد بنا کر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مطالعہ سے عجیب و غریب صورتحال سامنے آتی ہے اور مُنصف مزاج شخص کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ آخر ان تمام کتابوں کے مصنّفین و مؤلّفین کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ایک ہی مرکز ''علی پور، نارووال'' سے جا کر کیوں مل جاتا ہے؟ اور اس مرکز سے حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمّد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب سادات کو ہدفِ تنقید بنائے جانے کے سامان کیوں کئے جاتے ہیں، اور اِس مقصد براری کے لئے سالانہ زرِکثیر کیوں خرچ کیا جاتا ہے؟

دیگر خلفائے کرام ساداتِ چوراشریف کی وفاشعاری

حضرت باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمّد گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ اور ان کی اولاد کے اور بھی خلفاءَ ہیں جن کا مقام و مرتبہ پیر جماعت علی شاہ برادران (حافظ و ثانی) رحمۃ اللہ علیہما سے کہیں بڑھ کر ہے بلکہ بعض ایسے خلفاءَ بھی ہیں کہ پیر جماعت علی شاہ برادران رحمۃ اللہ علیہما جن کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے بلکہ ان کے قدموں سے لگنے والے ذرّوں سے کئی پیر جماعت علی شاہ پیدا ہوتے ہیں۔

یہاں حافظ سیّد ظہور علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تاریخی جملہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے گجرات میں منعقدہ پیر سیّد وِلایت شاہ علیہ الرحمہ کے سالانہ عُرس میں علی پور کے سجادہ

نشین کی اِس بات کے جواب میں کہ خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیر جماعت علی شاہ کی وجہ سے مشہور ہوا، خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرے باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد نے تو سینکڑوں پیر جماعت علی شاہ بنائے ہیں کیا پیر جماعت علی شاہ نے کوئی ایک بھی باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء جیسا بنایا ہے۔

پیرانِ علی پور کے لئے یہاں حضرت خواجہ نامدار شاہ المعروف ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ کی مثال کافی ہے کہ جنہوں نے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بے بہا فیض پایا اور اس فیض کو برِّ صغیر میں تقسیم کیا۔ ان کی اولاد آج بھی موجود ہے جن میں پیر الطاف حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اپنے اَسلاف کے راستے پر گامزن ہیں۔ حضرت ہادی پاک کی اولاد نے آج تک حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر نہ تو نکتہ چینی کی اور نہ ہی کوئی کتاب لکھوائی۔

حضرت محمد نامدار شاہ ہادی پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں ایک عظیم نام حضرت خواجہ سیّد چنن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ آلومہاری کا ہے۔ حضرت سیّد چنن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی و روحانی مقام پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہزاروں درجہ بلند تھا۔ آپ کی اولاد بھی آستانۂ عالیہ چوراشریف کا ادب و احترام کرنے والی تھی۔ آپ کی اولاد میں سے کسی نے بھی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر کوئی کتاب نہیں لکھوائی اور نہ ہی کبھی تنقید کی۔ اصل اور فیض یافتہ لوگوں کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور مشائخ کا احترام کرتے ہیں جبکہ بے فیض لوگ اپنے بزرگوں کے گُستاخ ہوتے ہیں۔

کسی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس کے مریدوں کی کثرت سے نہیں لگانا چاہیے بلکہ اصل مقام و مرتبہ کا معیار اس کو حاصل قُربِ الٰہی کے درجہ پر منحصر ہے۔ جس شخص کو جتنا قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے وہ اُتنا ہی مقبولِ بارگاہِ الٰہی اور بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے خواہ اس کا ایک بھی مرید نہ ہو۔ جیسا کہ

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے دیگر خلفائ میں سے کسی نے بھی آپ کے شجرۂ نسب پر تنقید نہیں کی اور نہ ہی اس موضوع پر کبھی بحث کی اور نہ اپنے مریدوں میں اس کے متعلق پروپیگنڈہ کیا لیکن دوسری طرف دیکھیں تو علی پوروالوں نے ایک تسلسل کے ساتھ نہ صرف خود بلکہ اپنے مریدوں کے ذریعے اس پر کتابیں لکھوائیں اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور مختلف افراد کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مخالفت کی اصل وجہ

جب اس مخالفت کے پیچھے اصل حقیقت کو جاننے کی کوشش کی اور ان وجوہات کو معلوم کرنے کی کوشش کی جن کی بنا پر علی پوریوں کے قلوب و اذہان میں دبی اور سُلگتی ہوئی اِنتقامی آگ سرد تو کیا مدھم بھی نہیں ہورہی اور وہ اپنے پیر و مرشد اور مربیّ حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے بیٹے اور جانشینِ اوّل حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ شجرۂ نسب، جس پر آپ کے دستخط اور مہر بھی ثبت ہے، کو بھی تسلیم کرنے سے منکر ہیں۔

دورانِ تحقیق جب اس معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی اور اپنے خاندان کے بزرگوں سے رابطہ کیا تو انکشاف ہوا کہ یہ ایک ایسا راز ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے اپنے سینے میں چھپائے رکھا۔اس کی وجہ سے خود تو اہلِ شقاوت کی ستم ظریفیوں کا سامنا کرتے رہے مگر آج تک گوارا نہ کیا کہ ہمارے آبائ نے جن کے سروں پر عزّت کا تاج رکھا ان کی عزّت پر حرف آئے۔ہمارے خاندان کے ایک جیّد عالم دین حضرت پیر سیّد فاروق الاسلام گیلانی مدظلّہ

سے ملاقات ہوئی اور جب ان کے سامنے یہی سوال رکھا کہ علی پوری ،حضرت باباجی خواجہ سیّدنورمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے کس بات کا انتقام لے رہے ہیں؟اس کے جواب میں انہوں نے اِس معاملہ پرسو (100) سال سے پڑی ہوئی چادرکو اُتار کراس سازِش کو بےنقاب کرتے ہوئے فرمایا،کہ اصل واقعہ یہ ہے،کہ پیرانِ علی پورنارووال نے حضرت خواجہ سیّدفقیرمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے رشتہ داری قائم کرنے کی کوشش کی ،تو حضرت سیّدگل نبی گیلانی اوران کے بھائیوں رحمۃ اللہ علیہم نے اِس کی شدیدمخالفت کی۔اس پر پیرانِ علی پور، نارووال کوطیش آ گیا۔ان میں اتنی جرأت تو نہ تھی کہ وہ سامنے آ کروار کرتے،اس لئے انہوں نے بظاہر اِرادت کارنگ اختیارکئے رکھالیکن ان کے دلوں کے اندرہی اندرانتقام کی آگ سلگتی رہی جوایک تسلسل کے ساتھ تاحال سلگ رہی ہے۔

تپ شعلہ کم نہ گردد زگسستن شرارہ

(چنگاری کے بجھ جانے سےشعلہ کی تپش کم نہیں ہوتی)

اِن انتقامی کارروائیوں کو جاری رکھتے ہوئے پیرانِ علی پورنے ایک سازش کے ذریعے خواجہ سیّدفقیرمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے درمیان شدیداختلافات پیدا کردیئے۔

اِس کے بعد خاندانِ چوراشریف کے پیرسیّدواجد علی شاہ گیلانی مدظلہ العالی سے بھی اس واقعہ کے متعلق دریافت کیاتو آپ نے بھی اس معاملہ کی تصدیق کی۔

قاتلانہ حملہ کی منصوبہ بندی

میری نانی امّاں جوحضرت خواجہ سیّدفقیرمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی تھیں ،انہوں نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ علی پور کے پیروں نے حضرت پیرسیّدفقیرمحمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزندحضرت پیرسیّدمحمدقادرشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پرقاتلانہ حملہ کرنے کی منصوبہ بندی

کی تھی، اِرشادِ ربّانی ہے۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ (آل عمران:۱۱۸)

ترجمہ۔"بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔"

واقعہ اِس طرح ہے کہ حضرت پیر سیّد محمد قادر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک تبلیغی دَورے سے واپس گھر کو آ رہے تھے۔ اِس کی اطلاع کسی طرح پیرانِ علی پور کو ہوگئی۔ حضرت پیر سیّد محمد قادر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ چوراشریف سے شمال مشرق کی جانب قریباً چار (4) کلومیٹر فاصلہ پر "نمل" ریلوے اسٹیشن پر اُترے تو آپ کو کسی جاننے والے نے اطلاع دی کہ علی پور کے پیروں کے آدمی آپ کو قتل کر دینے کے اِرادہ سے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اس پر پیر سیّد محمد قادر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ واپس پلٹ گئے اور ریلوے اسٹیشن پر کھڑی ایک مال گاڑی میں بیٹھ کر نامعلوم مقام کی طرف چلے گئے اور قریباً تین چار سال کے بعد گھر واپس آئے۔ اس کے بعد آپ گوجر خان کے قریب ایک گاؤں نتھیہ گلباز میں منتقل ہو گئے اور وہیں پر آپ کا وِصال ہوا اور آپ کا جسدِ اطہر چوراشریف لایا گیا۔

پہلے صفحات میں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ باباجی سیّد فقیر محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے ان فرزندان کے ساتھ ان کے خلیفہ کی دُشمنی کس بنا پر تھی۔ ایک بات سے انکار پر ایسی دشمنی کہ انسان اپنے پیر کے فرزندوں کی جانوں کے درپے ہو جائے۔ کیا کہنے اس زہد و تقویٰ کے۔ فافھموا۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جُو کا

یہ داستانِ غم اور بھی طویل ہے لیکن اِسی پر اکتفا کرتے ہیں ،اِس سے علی پوریوں کے کردار کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔

امیرِ ملّت (نام نہاد) اور تحریک مسجد شہید گنج لاہور

1935ء میں لنڈا بازار لاہور میں واقع ''جامع مسجد شہید گنج'' کو سکھوں نے گرا دیا جس کے نتیجہ میں ایک زبردست تحریک چلی۔ اِس تحریک میں پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو امیرِ ملت کا خطاب ملا۔ اس کی پوری تفصیل جناب آغا شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ''پسِ دیوارِ زنداں'' میں تحریر کی ہے۔

یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر یہ بات کسی اور نے تحریر کی ہوتی تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ تحریر پیر صاحب کے خلاف کسی ذاتی پرخاش کی بنا پر لکھی گئی ہے لیکن اس کو لکھنے والی ایک ایسی شخصیت ہے جس کے افکار وعقائد سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن آغا شورش کاشمیری کی دیانت پر شک کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے انگریز سامراج کا مقابلہ کرتے ہوئے جس جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا ہے وہ جھوٹے لوگوں کی بس کی بات نہیں ہوتی۔ انہوں نے اپنے لڑکپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے زندگی گزار دی۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ جو شخص سولہ (100) سال کی عمر سے انگریزوں کے خلاف جدو جہد شروع کرتا ہے اور پابند سلاسل رہتے ہوئے اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ جس کی تمام زندگی آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے جیلوں کی چکیوں میں گزر جائے۔ جس نے سچ بولنے کی پاداش میں عمر بھر کی سزا پائی ہو وہ کب جھوٹ بولے گا۔ آپ اگر اپنے مؤقف پر سمجھوتا کرتے اور ضمیر کا سودا کرتے تو ان کو بھی پُرآسائش زندگی میسر آ سکتی تھی لیکن انہوں نے ہمیشہ سچائی کے لئے اپنے آپ پر ٹوٹتے ہوئے ظلم کے پہاڑوں کو برداشت کیا لہٰذا ان پر جھوٹ بولنے کی کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔

آپ اپنی مذکورہ بالا کتاب میں تحریر کرتے ہیں :

''پیر جماعت علی شاہ پنجاب کے نامور پیر تھے بعض اضلاع میں ان کا اثر بھی تھا۔کئی مصلحتوں نے اکٹھا ہو کر راولپنڈی میں شہید گنج کانفرنس کی وہاں انہیں امیرِ ملت نامزد کیا گیا۔ پیر صاحب انتہائی سادہ ،نیک دل اور آخری حد تک غیر سیاسی آدمی تھے ۔ان کے گرد وپیش عموماً سرکاری لوگ رہتے جو انہیں اِدھر اُدھر نہ ہونے دیتے۔

پیر صاحب نے راولپنڈی کے اجتماعِ عام میں اعلان فرمادیا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو نہ ملی تو میں شاہی مسجد(لاہور) کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگا دوں گا(خودکشی بذاتِ خود ایک گناہ کبیرہ ہے جس کی معافی بھی نہیں مانگی جا سکتی۔۔۔۔۔مؤلف)

اس اعلان سے خوش ہو کر لاہور کے مسلمانوں نے پیر صاحب کا تاریخی جلوس نکالا لیکن یہ اعلان ۔۔اعلان ہی رہا۔ چنانچہ یہ ایک المیہ ہے کہ شہید گنج کا یہ دَور،سی آئی ڈی کے سپرنٹنڈنٹ میرزا معراج دین کے ہاتھ میں تھا۔انہوں نے امیر ملت سے لے کر اتحادِ ملت تک سب کو بالواسطہ اور بلاواسطہ اپنی جیب میں ڈال رکھا تھا۔

پیر صاحب کے گرد وپیش اِس قسم کے لوگ جمع کر دئیے جو انہیں سرکاری (انگریز کی) منشأ کے تابع رکھتے ۔عام لوگ نہ صرف ان کے فرار سے بدظن ہو رہے تھے بلکہ مطالبہ کرنے لگے تھے کہ شہید گنج کی بازیابی کے سلسلہ میں پیر صاحب اپنا وعدہ پورا کریں لیکن ان کے کانوں تک کوئی لفظ پہنچنے ہی نہ پاتا وہ مریدوں کے نرغہ میں تھے ۔میر مقبول محمود اور کرم الٰہی وکیل عموماً ان کے

گردوپیش رہتے یہ دونوں (انگریز) سرکار کی طرف سے مامور تھے۔

ایک روز میں حاضر ہوا تو یہ دونوں بزرگ دوسرے حواریوں کے ساتھ وہاں موجود تھے حتیٰ کہ ڈاکٹر شیخ محمد عالم بھی دوزانو بیٹھے تھے۔ ہر کوئی اپنے داؤں پر تھا میں نے چاہا کہ پیر صاحب کو لوگوں کے جذبات سے مطلع کروں مگر کرم الٰہی وکیل نے روک دیا ''حضور کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کرو جو ان کی طبیعت کے لئے بوجھ ہو'، پیر صاحب فرمارہے تھے کہ جہاد فرض ہے میر مقبول زوردے رہے تھے کہ حضور حج پر تشریف لے جائیں۔شہید گنج کا قضیہ تو ہر حال میں طے ہو جائے گا حضور نے آج تک حج کا ناغہ نہیں کیا۔'' (پسِ دیوارِ زنداں،صفحہ 49,50)

اس عبارت کا ایک ایک لفظ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے بصیرتی کا نوحہ کر رہا ہے۔اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر بات واضح ہے کہ کون کس کے ہاتھوں میں کھیل کر مسلمانوں کے جذبات کا سودا کر رہا تھا۔اِس تحریر نے پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تحریکِ پاکستان میں کردار کو بھی مشکوک بنا دیا ہے جس کا بہت چرچا کیا جاتا ہے اور تحریکِ پاکستان میں ان کے کردار کو نمایاں کیا جاتا ہے۔آگے لکھتے ہیں:

''اچانک ہی حکومت نے سیّد حبیب اور میاں فیروز الدین احمد کو رہا کر دیا وہ لاہور پہنچے تو معاملہ ڈانواں ڈول تھا۔پیر صاحب کھسک رہے تھے۔سیّد حبیب نے پیر صاحب کو ڈھب پر لانے کی بہتیری کوشش کی لیکن بے سُود آخر سالہا سال کے تعلقات توڑ لئے۔پیر صاحب یہ کہہ کر حجّ کے لئے روانہ ہو گئے کہ جہاد ملتوی کیا جا سکتا ہے لیکن حج ساقط نہیں ہوتا۔جب ان سے کسی نے کہا کہ اِس طرح مسلمان اُنہیں امیرِ ملت تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے تو غُصّہ سے کانپنے لگے فرمایا مجھے ایسی قوم کا امیر بننا منظور نہیں یہ لوگ مانیں یا نہ مانیں مجھے خدا نے امیرِ ملت بنایا

ہے......غرض پیر صاحب ”عقیدتمندوں“ کے ”نذرانے“ لے کر حج کو چلے گئے۔“

(پس دیوارِ زنداں، صفحہ 51)

یہ عبارت پڑھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ جس کو آج تک ہم محدّث علی پوری کے نام سے سنتے آئے ہیں وہ قرآن وسُنّت سے اِس قدر بے بہرہ نکلا کہ وہ فرض جہاد پر نفلی حج کو ترجیح دینے لگا کیونکہ ملّتِ اِسلامیہ کے مقصد کے لئے جدو جہد کرنا بھی ایک جہاد ہی ہے جو اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔لیکن درحقیقت یہ بے علمی کم اور بُزدلی زیادہ نظر آتی ہے اور مسلمانوں کے مؤقف سے راہِ فرار اختیار کرنے کا بہانہ بھی۔کیا لوگ اب بھی پیر جماعت علی کو شہبازِ طریقت اور امیرِ ملت کا خطاب دیں گے؟ جو ”تحریک مسجد شہید گنج“ کو انگریزی گماشتوں کے ہاتھوں یرغمال بنا کر نفلی حج کرنے چلے گئے۔

ہوسکتا ہے کوئی آغا شورش کاشمیری کے بیان کو تسلیم نہ کرتا لیکن ”سیرتِ امیرملت“ میں اِس واقعہ کو تفصیل سے لکھا گیا ہے جو آغا شورش کاشمیری کے مؤقف کو تقویت دیتا ہے اور اس کو سچ ماننے پر مجبور بھی کرتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں!

”اوّل مجلسِ مضامین کا جلسہ بند کمرے میں ہوا۔حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے مَیں نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔صرف یہ امر زیرِغور آیا کہ ”حضرت کو مدینہ شریف سے طلبی کا حکم آگیا ہے، اب آپ حضرات مشورہ دیں کہ حضور حسب الحکم حج اور زیارت کو جائیں یاسِول نافرمانی کی جائے اور مدینہ منوّرہ کا قصد نہ فرمائیں......اکثر حضرات زور دیتے رہے کہ حضور قبلہ عالم کو بحالاتِ موجودہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہیے۔دوسرے حضرات کی رائے تھی کہ دربارِنبوی کی حاضری مقدّم ہے سِول نافرمانی فی الحال ملتوی کی جاسکتی ہے۔“

(سیرتِ امیرِملت، صفحہ 471)

اِس سلسلہ میں آغا شورش کاشمیری کا آخری اقتباس نہایت ہوشربا بھی ہے اور پردہ کشا بھی ہے۔

''پیر صاحب کا حج کو جانا معمانہیں رہا تھا، عوام ناخوش تھے۔ مَیں نے ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے نہ صرف احتجاج کیا بلکہ یہاں تک کہہ ڈالا کہ جو لوگ ڈائر اور اوڈائر کو سپاسنامہ دے چکے ہوں جنہوں نے پہلی جنگ عظیم میں انگریزی فوج کو تعویز دیئے ہوں کہ ترکوں (مسلمانوں) کی گولیاں ان پر اثر انداز نہ ہوں گی ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ شہید گنج کی بازیابی کے لئے اوڈائر کے کسی جانشین سے آنکھیں چار کریں گے ایک احمقانہ خواب ہے۔۔۔۔۔ یہ گدّیاں انگریزوں نے ہمارے لئے نہیں اپنے لئے قائم کی ہوئی ہیں۔'' (پس دیوارِ زنداں، ص 52)

یاد رہے کہ خلافتِ عثمانیہ تُرکوں کے پاس تھی۔ انگریزوں نے شاہ سعود سے مل کر تُرکوں پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا اور پھر آج تک دُنیا کے کسی بھی حصہ میں نظامِ خلافت قائم نہ ہو سکا۔ آغا شورش کاشمیری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس وقت انگریزی افواج مسلمانوں پر حملہ آور تھیں تو اس وقت پیر جماعت علی شاہ بجائے اِس کے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرتے وہ انگریز فوجیوں کو مسلمانوں کی فوج کی گولیوں سے بچنے کے لئے تعویز دے رہے تھے۔ کیا اب بھی لوگ پیر جماعت علی کو امیرِ ملت تسلیم کریں گے؟

ایک طرف انگریزوں کو تعویز دیئے جا رہے تھے اور دوسری طرف چورا شریف کے حضرت پیر سیّد سَید بادشاہ گیلانی المعروف پیر مستوار اور حضرت پیر سیّد نادِر شاہ گیلانی المعروف بانکے پیر رحمۃ اللہ علیہما نے فتویٰ دیا تھا کہ انگریز کی فوج کی ملازمت دین کے ساتھ غدّاری ہے اِس فتویٰ کے نتیجہ میں حضرت پیر مستوار رحمۃ اللہ علیہ کے کئی مرید اور بانکے پیر علیہ الرحمہ کے برادرِ نسبتی فوج سے مستعفی ہو گئے تھے۔

اِسی طرح کا ایک فتویٰ حضرت خواجہ ضیاء الدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیا تھا۔خضر حیات ٹوانہ نے ، جو آپ کا مرید تھا حاضر خدمت ہو کر انگریزوں کے خلاف فتویٰ کی واپسی کی درخواست کی ۔آپ نے انکار کر دیا تو اس نے کہا کہ مَیں خضر حیات ٹوانہ عرض کر رہا ہوں تو آپ نے فرمایا : ’’مَیں نے اللہ تعالیٰ کے تمام صفاتی نام دیکھے ہیں لیکن خضر حیات ٹوانہ نام مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔‘‘اس پر ٹوانہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

یہ ہے اہلِ ایمان واستقامت کا طرزِ عمل جس سے حریّت وحمیّت کی خوشبو آتی ہے ۔

جبکہ سابقہ حوالوں کی روشنی میں پیرانِ علی پور کی اِن حرکات کے بعد ان کے کردار و عمل کی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ یہ تھی تیل ،بتی اور چراغ کی حقیقت جبکہ جو روشنی ہے وہ سلگانے والے کی وجہ سے ہے ورنہ تو اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور رہے ۔

جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ جناب آغا شورش کاشمیری کی ان عبارات کی روشنی میں پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تحریکِ پاکستان میں بھی کردار مشکوک ہو جاتا ہے ۔اِس لئے تحریکِ پاکستان پر تحقیق کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پہلو پر بھی توجُہ دیں اور اس دور کی سی آئی ڈی بالخصوص سپرنٹنڈنٹ مرزا معراج الدین کی لکھی گئی رپورٹس جو کہ ممکنہ طور پر انڈین آفس لائبریری لنڈن میں محفوظ ہوں گی کا مطالعہ کیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ انگریز دور کی سی۔آئی۔ڈی (C.I.D) نے پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس طرح اپنے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا۔

یہاں میرزا معراج دین اور حضرت پیر صاحب کے تعلّقات کا ایک اور حوالہ پیر صاحب کی زندگی پر لکھی ہوئی کتاب ’’سیرتِ امیرِ ملت‘‘ میں یوں درج ہے:

’’حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اُن دنوں مری میں مقیم تھے ۔وہیں سے آپ جلسے کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔جلسے کے بعد آپ مری واپس چلے

گئے۔ حکومت نے راتوں رات تمام لیڈروں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقامات پر پہنچا دیا۔ مگر ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے انگریز گورنر کو لکھا کہ ”پیر صاحب کی گرفتاری کی مجھ میں ہمّت نہیں“ گورنر نے بااختیارِ خود آپ کی گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ یہ کام ایسے چپ چپاتے کیا گیا کہ کسی کو اِس کا علم نہیں ہوسکا۔ لیکن مرزا معراج الدّین صاحب خفیہ پولیس کے انسپکٹر جنرل تھے، ان کو کسی طرح معلوم ہوگیا۔ وہ فوراً گورنر کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ”آپ نے یہ اچھا نہیں کیا اس طرح بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ بغاوت فوج تک پھیل سکتی ہے اس لئے کہ فوج میں ہزاروں افراد حضرت صاحب کے مرید ہیں“ گورنر نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہم اس کا بھی انتظام کرلیں گے۔ مرزا صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ ”سب سے پہلے تو مَیں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کروں گا۔“

پھر لکھتے ہیں:

”گورنر کے پاس یہ کاروائی کر کے مرزا معراج الدین صاحب سیدھے ماسٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم کے پاس سیالکوٹ آئے اور ان کو سارا قصّہ سنایا۔۔۔۔۔غرض بہت دیر تک مشورے کے بعد طے ہوا کہ مرزا معراج الدین صاحب وائسرائے سے ملیں اور حسبِ ذیل مطالبات ان کے سامنے پیش کریں۔

اس کے بعد مرزا معراج الدّین صاحب علی پور شریف آئے اور انہوں نے خود تمام تفصیلات حضرت کی خدمت میں عرض کیں، حضور نے فرمایا، مرزا صاحب وائسرائے کو کہنا تھا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دے دے۔“

(سیرت امیر ملت، صفحہ 459....457)

اِن اقتباسات سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مرزا معراج الدّین جو کہ انگریز سرکار کا ملازِم

اور وفادار تھا،اس کے اور پیر صاحب کے کتنے قریبی تعلقات تھے۔ یہ بات بھی باعثِ حیرت ہے انگریزی حکومت کے ایک خفیہ پولیس آفیسر کو مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے کے لئے ان کا نمائندہ منتخب کیا گیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں کوئی ایک بھی ایسا مسلم رہنما نہیں تھا جو مسلمانوں کے مطالبات ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حکومت کے سامنے رکھتا۔ایک عام آدمی بھی جان سکتا ہے کہ انگریزوں کا ایک سرکاری ملازم کس کی حمایت کرے گا؟ اپنے آقاؤں کی یا انگریز مخالف مسلمانوں کی۔یقیناً وہ ان کا وفادار ہوگا جن کا وہ ملازم ہوگا اور ان کے ہی اِشاروں پر چلے گا۔

اس سے جناب شورش کاشمیری کی باتوں کے سچّ ہونے کا یقین تقویت حاصل کرتا ہے۔

قارئین کرام ! یہاں اُن کتابوں پر تبصرہ کیا جائے گا جن کا ماخذ و مرجع تحریف شدہ ''انوارِ تیراہی'' یا اس کے محرفین ہیں۔ان کتابوں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

1۔**برکات علی پور** المعروف خزانۂ تیراہ شریف ،مؤلفہ مولوی محبوب احمد المعروف خیر شاہ، خلیفۂ مجاز علی پور نارووال

2۔**انوارِ لاثانی** ،مؤلفہ مولوی محمد رفیق کوٹلوی ،خلیفہ مجاز علی پور

3۔**جمالِ نقشبندیہ** (تذکرہ حضراتِ نقشبندیہ) مؤلفہ صلاح الدّین نقشبندی بی اے خلیفہ علی پور نارووال

4۔**ذکرِ نقشبندیہ خیریہ**،مؤلفہ محمد صادق قصوری ،خلیفہ علی پور ضلع نارووال

5۔**تذکرہ شاہ جماعت**، پیر حیدر حسین سجادہ نشین علی پور ضلع نارووال

6۔**نسب رسول**، مؤلفہ محمد یونس گجراتی (جس کا والد علی پوریوں کا خلیفہ تھا)

7۔**عظمت مشائخ چوراہیہ**۔مؤلفہ مولانا محمد علی نقشبندی،خلیفہ مجاز علی پور ضلع نارووال۔

یاد رہے کہ اِس کتاب ''عظمت مشائخ چوراہیہ'' کا مصنف و مؤلف وہ شخص ہے جس نے بہت سے مشائخ چوراہیہ(پیر سیّد عاشق حسین گیلانی، پیر سیّد الطاف حسین گیلانی ، پیر سیّد فاروق الاسلام گیلانی) کے سامنے علی پور میں بیٹھ کر اپنے پیر علی حسین شاہ کے بھائی غلام مصطفیٰ شاہ کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں، پیر عابد شاہ اور پیر ظفر شاہ بھی موجود تھے جنہوں نے اس کی بدزبانی کی تائید کی۔اِس پر چوراشریف کے ان بزرگوں نے اس کو ڈانٹ کر خاموش کروا دیا۔اس جیسے شخص نے بھی باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے فاروقی النسب ہونے کے لئے علی پوریوں کے خلفاء یا پروُردوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔کیا کوئی بھی حیادار شخص اس بے ننگ و ناموس شخص کی بات ماننے کو تیّار ہوسکتا ہے جو اپنے پیر (جو کسی مرید کا روحانی باپ ہوتا ہے) کے بھائی کو گالیاں دے اور برا بھلا کہے۔

8۔**فیضانِ چوراہی**،مؤلفہ پروفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی۔

ان تمام کتابوں پر تفصیلی تبصرہ ممکن نہیں کیونکہ کتاب کی ضخامت میں اِضافہ ہونے کا خدشہ ہے۔ویسے بھی دیگ میں سے ایک دو چاول چکھ کر پوری دیگ میں پکے ہوئے چاولوں کے معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اسی اصول کے پیشِ نظر اگلے صفحات میں ان میں سے چند کتابوں کا ذکر کیا جائے گا۔

فیضانِ چوراہی

مؤلفہ: پروفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی

ایک ایسی تصنیف و تالیف جس میں کسی ایسی ہستی کی ذات کے متعلق لکھنا مقصود ہو جو نہ صرف اپنے زمانے میں بلکہ رہتی دنیا تک معروف ومقبولِ عام وخاص ہو، بہت وسیع علم، جستجو تحقیق اور فکر ونظر کی بلندی کے ساتھ ساتھ دیانت اور فکری عدل کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔لیکن جن لوگوں میں ان میں سے ایک بھی خوبی موجود نہ ہو ان کو اگر کتاب لکھنے کا شوق ہو تو وہ بچّوں کے لئے کہانیوں کی کتاب لکھ کر اس شوق کی تسکین کا سامان تو پیدا کر سکتے ہیں مگر تحقیقی کام سامنے نہیں لا سکتے۔

زیرِ نظر کتاب میں بھی حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی اور حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہما کو فاروقی النّسب ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اِس کتاب کا بھی بنیادی ماخذ ''انوارِ تیراہی'' ہی ہے جس پر تفصیلی تبصرہ کیا جا چکا ہے اور اس میں نقل کیئے گئے شجرۂ نسب اور دیگر تحریروں میں تحریف کو ٹھوس شواہد کی روشنی میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

مصنّف کی سطحی فکر ونظر اور غیر ذمّہ دارانہ رویّہ

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ زندگی کے عام معاملات میں بھی صرف ایسے شخص کی بات کو تسلیم کیا جاتا ہے جو اپنی بات میں سچّا ہو۔ایسے شخص کی باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی بات غیر متوازن یا خلافِ حقیقت ہوتی ہے۔لیکن اگر ایک شخص قدم قدم پر جھوٹ بولے اور من گھڑت قصوں اور کہانیوں سے اپنے جھوٹے دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے

تو اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا اور اسلامی قانونِ شہادت کے تحت ایسے شخص کی گواہی اور شہادت بھی قابل قبول نہیں ہے۔ پھر جس کی تحریر سے جھوٹ، بغض و عناد اور خصومت ثابت ہو رہی ہو، اس کی کسی بات پر یقین کرنا پرلے درجہ کی بیوقوفی اور حماقت ہو گی۔ ایسی تحریر صرف وہی شخص لکھ سکتا ہے جو یا تو جاہل ہو یا دنیاوی لالچ اور حرص و ہوس نے اس کے ہاتھ باندھ رکھے ہوں اور وہ عقل کا اندھا ہو چکا ہو۔ پروفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی نے اپنی کتاب ''فیضانِ چوراہی'' میں اِتنی متضاد اور خلافِ حقیقت باتیں لکھی ہیں جس نے اس تالیف کو بے وقعت اور بے توقیر بنا کر رکھ دیا ہے۔

پروفیسر اجمل چشتی گولڑوی کی جہالت کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

1------ پروفیسر اجمل چشتی صاحب اپنی کتاب ''فیضانِ چوراہی'' میں حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

> ''انوارِ تیراہی میں درج ہے کہ آپ ہی خاندانِ نقشبندیہ چوراہیہ کے جدّ اعلیٰ ہیں۔ آپ ہی اپنے لختِ جگر خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کو چورا شریف میں مستقل قیام پر آمادہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔''

(فیضان چوراہی صفحہ 43)

(فوٹو کاپی منسلک ہے...... صفحہ نمبر 186)

عمدۃ العارفین قدوۃ السالکین مبلغ علم و عرفان غواص بحرِ عرفانی پیرِ طریقت

حضرت خواجہ

محمد فیض اللہ تیراہی قدس اللہ سرہٗ العزیز

(جدِ اعلیٰ مشائخ چورہ شریف)

ولادت باسعادت

کوہاٹ کے ایک نواحی قصبہ موضع شادیخیل میں حضرت مولانا خان محمد کے علم و فضل کا شہرۂ آفاقِ عالم میں تھا آپ ضلع بھر کے مستند ترین علماء کے سرخیل تھے۔ آپ کے ہاں ۱۱۴۳ھ بمطابق ۱۷۳۰ء میں ایک انتہائی سعید و طالع مند بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد فیض اللہ رکھا گیا۔ حضرت مولانا خان محمد کا شجرہ نسب ۲۹ واسطوں سے امیر المومنین فاروقِ اعظم حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ انوارِ تیراھی میں تحریر ہے کہ آپ ہی خاندانِ نقشبندیہ چوراہیہ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ ہی اپنے لختِ جگر خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کو چورہ شریف میں مستقل قیام پر آمادہ کرنے میں ممدو معاون ثابت ہوئے۔ یوں آپ موجودہ دور تک آنیوالی چھ پشتوں میں درجۂ ولایت پر فائز رہنے والے مشائخ چورہ شریف کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

یہاں یہ گمان کیا جا سکتا تھا کہ شاید مؤلف سے صحیح جملہ لکھنے میں بھول ہوئی ہے لہٰذا اس غلطی سے صرفِ نظر کیا جائے لیکن پروفیسر محمد اجمل چشتی صاحب کو اپنی بات پر اتنا پُختہ اعتماد اور یقینِ کامل ہے کہ وہ اپنے اس کلام کو ایک دوسرے مقام پر مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں۔

2------ ''آپ (حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی) نے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اپنے سب سے بڑے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو سر زمینِ پنجاب میں بمقام چورہ شریف مقیم فرمایا'' (فیضانِ چوراہی، صفحہ 59,60)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

جناب پروفیسر اجمل چشتی صاحب کے علمی مقام، آپ کے معیارِ تحقیق اور بلندیٔ فکر و نظر کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ علیہ کا وِصال 1235ھ میں ہوا۔ جبکہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ 1284ھ میں چورا شریف تشریف فرما ہو کر یہاں مقیم ہوئے۔

قارئینِ کرام! آپ خود اندازہ فرمائیں کہ باباجی حضرت خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی حضرت سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دُنیا سے وِصال فرما جانے کے قریباً اُنچاس (49) سال بعد چورا شریف منتقل ہو کر یہاں مقیم ہوئے۔ اب آپ پروفیسر اجمل چشتی گولڑوی کے بیان پر ایک بار پھر غور فرمائیں جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت خواجہ سیّد فیض اللہ گیلانی تیراہی نے اپنے بیٹے کو چورا شریف منتقل و مقیم ہونے پر نہ صرف آمادہ فرمایا بلکہ مدد و معاونت بھی عطا فرمائی بلکہ اپنی زندگی میں ہی چورا شریف مقیم فرمایا۔

کیا آج تک کسی نے ایسا واقعہ ہوتے دیکھا ہے کہ ایک شخص اپنے دنیا سے وصال فرما جانے کے اُنچاس (49) سال بعد پھر زندہ ہوا اور اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو ایک مقام سے

دوسرے مقام پر منتقل و مقیم ہونے پر آمادہ کرے اور پھر اپنی موت کے بعد اپنی زندگی میں دوسرے مقام پر مقیم بھی فرمائے؟ کیا موت کے بعد زندہ ہو کر اس دنیا میں اپنے جسم کے ساتھ ایک نئی زندگی لے کر پلٹا جا سکتا ہے؟

پروفیسر اجمل چشتی گولڑوی کو یہ علم کا فیض پتہ نہیں کہاں سے ملا ہے؟ لیکن اِس تحریر نے ان کے علم کی گاگر میں سوراخ ضرور کر دئیے ہیں اور ان کی تحریر کے معیار اور صداقت کے راز کھول دیئے ہیں۔ جو شخص تاریخ کے ایک ثابت شدہ واقعہ کو لکھنے میں اتنی لاعلمی کا مظاہرہ کرتا ہے اس سے شجرۂ نسب جیسے نازک اور خالص تاریخی اور علمی موضوع پر درست بات لکھنے کی توقع بذاتِ خود علاماتِ جہالت میں سے ہے اور بندر کے ہاتھ میں ادرک کا ٹکڑا دے کر اس کو پنساری مان لینے کے مترادف ہے۔ پروفیسر اجمل چشتی صاحب کو اپنی علمی بساط سے بڑھ کر کسی کام میں ہاتھ ہی نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔ لیکن اِس میں ان کا بھی شاید زیادہ قصور نہیں ہے کیونکہ مشہور ہے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر ، باز با باز

3------ پروفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی کی زیرِ ادارت ''فیضانِ چوراہی'' کا حصہ سوم مارچ 1994ء میں شائع ہوا۔ اِس کتاب میں بھی پروفیسر صاحب نے اپنی علمی شان کے راز کھولے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

''فرخ شاہ کابلی کی اولاد ہی سے ایک ممتاز ہستی شیخ عبدالرسول ہوئے ہیں جو خاندانِ چوراہی کے جدِّ اعلیٰ ہیں اور محی الدّین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی چھٹی پشت میں بیٹے ہیں۔'' (فیضانِ چوراہی، صفحہ 24)

(کاپی منسلک ہے...... صفحہ نمبر 189)

بنانے میں آپ کی حکمت، شجاعت اور فراست مثال بنی۔ جوانی کی سرحدوں کو عبور کیا، تو امور سلطنت سے قطع تعلق کر کے ذکر فکر میں زیادہ مستغرق ہو گئے۔ آپ کی سپاہیانہ زندگی بھی زبردست قابل تقلید تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اس حد تک مقبول فرمایا، کہ برصغیر پاک و ہند کی مقتدر روحانی شخصیت زہد الانبیاء، فرد الاصفیاء فخر الاتقیاء، سرخیل اولیاء، خواجۂ خواجگان سرچشمۂ فیضان چشتیہ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی پانچویں پشت میں؛ اور حبیب کبریا، واقف اسرار ربانی، نائب جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خواجہ احمد سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی سولہویں پشت میں مبعوث فرمایا۔ فرخ شاہ کابلی رح کی اولاد ہی سے ایک ممتاز ہستی شیخ عبدالرسول ہوئے ہیں۔ آپ خاندان چوراہی کے جد اعلیٰ ہیں اور غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ والعزیز کے چھٹے پشت میں بیٹے ہیں۔ آپ قادری سلسلہ کے مایہ ناز بزرگ سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہو کر ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر خواجہ سید جمال اللہ گیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے سے قبل اپنے والد مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے قادریہ خاندان طریقت میں انہی سے فیضیاب تھے۔ شیخ عبدالرسول اپنے پیشوا مذکور کے اس قدر محبوب تھے کہ آپ نے سند خلافت دیتے ہوئے آپ کو اپنا فرزند (روحانی) قرار دیا۔ پمفلٹ "رابطۂ روح" بزبان پشتو میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ نسل در نسل حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ان اجداد کی شرافت و نجابت مسلم رہی۔ اور فاروقی النسب ہونے ہی کے ناطے والی کابل سردار احمد علی خان نبیرہ امیر شیر علی خان نے چورہ شریف میں اس خاندان کو جاگیر عطا فرمائی۔ یہ امر اس خاندان کی سپاہیانہ اور عالمانہ / درویشانہ خدمات کا مظہر ہے۔ قاضی محمد عادل شاہ انوار تیراہی کے صفحہ ۸۴ پر اس امر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عدالت میں جب حاضر ہوا۔ تو حاکم نے میری طرف دیکھ کر حکم دیا کہ جب تمہارے پاس

پروفیسر صاحب نے حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں سے بتایا اور پھر اسی عبارت کے آخر میں حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں چھٹی پشت میں بیٹا بھی بتایا۔ اِس پر خود پروفیسر صاحب کو ہی شرمندہ ہونا چاہئے جنہوں نے بغض و عناد میں جلی ہوئی تحریر میں حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بیک وقت دو الگ الگ نسلوں میں لکھ کر بہت بڑی گالی دی ہے، جبکہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ امجد حضرت سیّد عبدالرسول گیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور سیّدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ساتویں (7) پشت میں آپ کی اولاد میں سے تھے۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اجمل چشتی کے قلم سے نکلے پہلے جملے ان کے دلی بغض و عناد کے مظہر ہیں اور آخری جملے میرے باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت پر دلیل ہیں جنہوں نے اپنے دشمن کے قلم کو بھی حق و سچ لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔

4------ایک بہت بڑا تاریخی جھوٹ۔

پروفیسر اجمل چشتی صاحب نے اِسی کتاب ''فیضانِ چوراہی'' میں ایک ایسا جھوٹ لکھا ہے جس کی حقیقت کھلنے پر کوئی بھی باضمیر شخص شرمندہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، تحریر ملاحظہ فرمائیں!

> ''اور فاروقی النّسب ہونے کے ناطے والیٔ کابل سردار احمد علی نبیرہ امیر شیر علی خان نے چوراشریف میں اس خاندان کو جاگیر عطا فرمائی۔''

(فیضان چوراہی، صفحہ 24)

پروفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی نے خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو فاروقی النّسب ثابت کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ لکھ کر انتہائی بددیانتی، کورباطنی، جہالت، تعصّب اور

بغض و عناد کا مظاہرہ کیا ہے۔

اصل صورتِ حال یہ ہے کہ جس وقت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ چورا شریف تشریف لائے تو اس وقت برّصغیر پر انگریزوں کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی اور ضلع اٹک جس میں چورا شریف واقع ہے مکمل طور پر انگریزوں کے زیرِ حکومت علاقہ تھا۔ چورا شریف پر اس وقت افغانستان کے بادشاہ کا کوئی تصرُّف ممکن ہی نہیں تھا۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک معاہدہ کے تحت سرحدوں کا تعین کر دیا گیا تھا جس کے متعلق وِکی انسائیکلو پیڈیا میں یوں تحریر ہے:

The Durand Line refers to the porous international border between Pakistan and Afghanistan, which has divided the ethnic Pashtuns (Afghans). This poorly marked line is approximately 2,640 kilometers (1,640 miles) long. It was established after the 1893. Durand Line Agreement between a representative of colonial British India and Afghan Amir Abdur Rahman Khan for fixing the limit of their respective spheres of influence.

ترجمہ۔ڈیورنڈ لائن پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحد ہے جو کہ پشتونوں کے علاقہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ یہ ایک سرحدی لائن 2640 کلو میٹر لمبی ہے۔اس کو 1893ء میں انگریزوں کے زیرِ قبضہ ہندوستان کے نمائندہ (ڈیورنڈ) اور افغانستان کے نمائندہ کے درمیان ایک معاہدے کے تحت مقرر کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے اپنے عملداری کے علاقوں کا تعین کیا جائے۔

یہاں یہ بات واضح کر دی جائے کہ اگرچہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی چوراشریف آمد اس معاہدہ سے چند سال پہلے کی ہے لیکن اس معاہدہ سے پہلے چوراشریف کا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں تھا اور اس علاقہ پر حکومت افغانستان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہ معاہدہ دراصل برّصغیر کے مغربی قبائلی علاقوں اور افغانستان کے درمیان ایک حدِّفاصل قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

مندرجہ بالاتحریر کی روشنی میں جب چوراشریف پر افغانستان کے بادشاہ کی حکومت ہی نہیں تھی تو جاگیر عطا کرنے کا دعویٰ ازخود باطل ہو جاتا ہے۔ پھر باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ وہ وِلایت کی جاگیریں تقسیم کرنے والے تھے۔ان کی جھولی میں بادشاہوں، جاگیرداروں اور وڈیروں کے ٹکڑے نہیں تھے۔ جاگیرداروں کی بھیک اُنھیں مبارک ہو جو اُن کے کاسہ لیس بن کر عوام النّاس کو رقص و سرُود کی محفلوں میں محو کر کے اُن کی حکمرانی کی راہیں ہموار کرتے رہے۔ آپ شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے والے سلسلۂ نقشبندیہ کے آسمان کے آفتاب تھے۔ باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کی طرح نہیں تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دینے سے پس وپیش کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ فتویٰ دینے کی بجائے فقیر دُعا کرے گا۔ آپؒ اپنے اسلاف کے طریقے پر شریعت مصطفوی پر کاربند تھے، آپ کبھی بھی ڈوموں، میراثیوں اور گویّوں کی محفل میں نہیں بیٹھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ میاں احمد فقیر رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے موجودہ چورا شریف ندّی کے کنارے قریباً سترہ (17) کنال بنجر وسنگلاخ زمین آپ کو رہائش رکھنے کے لئے پیش کی تھی، اِس کے علاوہ جتنے قابلِ کاشت رقبے خریدے گئے وہ سب باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے

خود اپنی رقوم خرچ کر کے خریدے تھے۔اس میں ایک انچ کی جاگیر بھی کسی سردار احمد علی نبیرہ امیر شیر علی خان نے عطا نہیں کی۔ یہ بھی یاد رہے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ (تیراہ) کے مالی طور پر مضبوط لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ پیر سیّد مقبول حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار" تیراہ" کا دَورہ کیا تھا۔آپ فرماتے تھے کہ باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں وسیع اور زرخیز زمینوں کے مالِک تھے۔آپ کے مال مویشی ہی اِتنے تھے کہ ان کی دیکھ بھال کے لئے کئی خلفاً مامور تھے۔آپ کو کسی خیرات میں ملے ہوئے مال کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

پروفیسر اجمل چشتی گولڑوی کو باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر اتنے بڑے اِلزامات وکذبات عائد کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہیے تھا اور کسی صاحبِ علم سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا۔اگر خود تحقیق کا ملکہ نہیں رکھتے تھے تو کسی علم شناس سے اس معاملہ پر بات ہی کر لیتے۔علم کی بات پوچھ لینے سے شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

مُنصف مزاج قارئین اِس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پروفیسر اجمل چشتی صاحب اگر باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر اتنا بڑا الزام لگا سکتے ہیں اور جھوٹ بولتے وقت نہ ان کو خوفِ خدا ہے نہ ہی اپنی عزّت کا خیال تو اس شخص کی دوسری باتوں کو جھوٹا، بے بنیاد، موضوع بلکہ خلافِ حقیقت تسلیم کرنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے۔شاید انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حقیقت شناس افراد ختم ہو گئے ہیں اور ان کی سازِشوں کو اب کوئی بھی بے نقاب نہیں کر سکے گا۔لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ کا فیض قیامت تک ان کی اولاد میں رہنا ہے اور اس طرح کے لوگوں کو نازیبا حرکات کا جواب ہمیشہ ملتا رہے گا۔

یہاں پروفیسر محمد اجمل چشتی محمودی گولڑوی کو یہ بات بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں سے آپ کو نسبتی (طریقت کے) القابات ملے ہوئے ہیں خَلقِ خُدا ان کے نسب کے بارے میں بھی بہت کچھ غائبانہ کہتی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔اس پر بھی توجہ دیں، پہلے اپنے گھر کے معاملات کو دُرست کریں پھر دوسروں پر کیچڑ اچھالیں۔

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

اور پروفیسر صاحب کی خدمت میں یہی کہا جا سکتا ہے۔

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

5------سردار احمد علی خاں نبیرہ امیر شیر علی خان کا سرٹیفکیٹ

انوارِ تیراہی کی ایک اور عبارت جس سے ''فیضانِ چوراہی'' میں بھی باباجی خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی علیہ الرحمہ کے غیر سیّد ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

''نقل ہے کہ چند اشخاص نے در بارۂ شجرہ نسب اور مؤلف رِسالہ اور برادرم عزیز سید شاہ وغیرہ کے نام عدالت انگریزی میں دعویٰ دائر کیا۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا۔اور تمھاری فتح ہو گی۔اور آپ نے فرمایا کہ حاکم کے پاس جاتے ہوئے مجھ سے مل کر جانا چنانچہ مؤلف رِسالہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ کچھ فکر نہ کرنا اللہ تعالیٰ تم کو فتح یاب کرے گا اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دم کیا۔عدالت میں جب حاضر ہوا تو حاکم نے میری طرف دیکھ کر حکم دیا کہ جب ان کے پاس سرٹیفکیٹ سردار احمد علی خاں نبیرہ امیر شیر علی خان

موجود ہے تو اس میں ترمیم نہیں کر سکتے۔ مدعیان کا دعویٰ خارج ہوا۔"

اِس عبارت پر بھی اگر غور کیا جائے تو صورتِ مسئولہ یہ بنتی ہے کہ جب باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان سمیت اخوند کوٹ تیراہ شریف سے ہجرت فرما کر چورا شریف تشریف لائے تو یہاں کے رہنے والے مخالفین کے نزدیک سیّد ذات ایک غیر کاشتکار قوم تھی جس کی وجہ سے ان کو زمین خریدنے کا حق نہیں تھا۔

اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے چوراشریف میں وسیع پیمانے پر زمینوں کی خریداری شروع کر دی تھی جو علاقہ کے چند لوگوں کو گوارا نہ تھی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ قبائلی علاقہ سے ہجرت کر کے آئے ہیں اور یہاں کی زمینوں کے مالک بنتے جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو غیر کاشتکار یعنی سیّد ذات ہونے اور ان کی سوچ کے مطابق افغانستان کے علاقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے جائیداد کی خرید و فروخت سے روکنے کے لئے دعویٰ دائر کر دیا۔

جہاں تک امیر احمد علی کے سرٹیفکیٹ کا تعلق ہے تو اس کی حیثیت بھی سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ امیر احمد علی کے والد امیر شیر علی کا افغانستان میں اقتدار 1863ء تا 1879ء تک رہا اس کے بعد یہ اقتدار اس کے بھائی امیر افضل خان کے حصّے میں آیا۔ پھر 1880ء میں یہ امارت امیر عبدالرحمٰن کو ملی اور وہ 1901ء تک امیر رہا۔ ان کے بعد 1919ء تک اس کا بیٹا حبیب اللہ امیر افغانستان رہا۔ اس تمام عرصہ میں امیر احمد علی نام کا کوئی آدمی افغانستان میں کسی ذمّہ داری کا حامل نہیں تھا۔

اس تحریف شدہ واقعہ میں سرٹیفکیٹ کے متعلق یہ بھی نہیں لکھا گیا کہ یہ کس بات کی سند تھی۔ ویسے بھی امیر شیر علی کا خاندان بارکزئی قبیلہ سے تعلق رکھتا اس لئے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ سرٹیفکیٹ شجرۂ نسب کے متعلق تھا تو یہ بات بھی بے تعلق ہے

کیونکہ ایک جنگجو حکمران گھرانہ جو تمام زندگی اقتدار کی جنگ لڑتا رہا ہو، اس کی کسی دوسرے خاندان کے نسب کا سرٹیفکیٹ دینے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ یہ تو وہ لوگ تھے جو اپنے ہی بھائیوں سے دست و گریبان رہے اور ایک دوسرے کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کرتے رہے اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگتے رہے۔ اس سلسلہ میں وِکی انسائیکلو پیڈیا پر یوں تحریر ہے:

Mohammad Afzal Khan (1811–October 7, 1867;Pashto:???????????) was the Emir of Afghanistan from 1865 to 1867.[1] The oldest son of Dost Mohammed Khan, Afzal Khan seized power from his brother Sher Ali Khan three years after their father's death. Following Afzal Khan's death the following year, Mohammad Azam Khan was reinstated as Amir of Afghanistan. He was an ethnic Pashtun and belong to the Barakzai tribe.

اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ امیر افضل خان نے اپنے چھوٹے بھائی امیر شیر علی خان سے حکومت چھینی اور اس کے مرنے کے بعد اعظم خان امیر افغانستان بنا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر شیر علی کے پاس وہ کون سا علمی خزانہ تھا جو اس کے بیٹے احمد علی خان کو منتقل ہوا، جس میں افغانستان میں بسنے والی قوموں کے شجرۂ نسب تھے جن میں سے حضرت خواجہ سید نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب کو دیکھ کر سرٹیفکیٹ دیا گیا۔ قبائلی طرزِ زندگی سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ جو لوگ اپنی تمام زندگی اپنے ہی بھائیوں کے ساتھ اقتدار کی جنگ لڑتے رہے ہوں ان کو علم سے بہت ہی کم واسطہ ہوتا ہے۔

اس معاملہ پر آخری بات یہ کہ انوارِ تیراہی میں بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ یہ سرٹیفکیٹ شجرۂ نسب کے متعلق تھا۔ اگر یہ سرٹیفکیٹ زمینوں کی خریداری کے متعلق تھا کہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان پاکستان میں غیر ملکی مہاجر نہیں ہے بلکہ ڈیورنڈ لائن کے تعیّن کے بعد تیراہ کا علاقہ اب ہندوستان (موجودہ پاکستان) کا حصّہ ہے لہٰذا اس حیثیت سے یہ خاندان ہندوستان میں کسی بھی جگہ زمینوں کی خرید و فروخت کا حق رکھتا ہے تو بھی اس کی انگریزی قوانین میں کوئی اہمیت نہیں تھی کیونکہ انگریز حکومت کا افغانستان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

مقالاتِ ابوالبیان

حضرت مولانا ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ

م حضرت مولانا ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجدّدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات پر مشتمل ایک کتاب شائع کی گئی جس میں آپ نے حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ کے متعلق بہت خوبصورت انداز میں لکھا۔ اِس کتاب پر سابق کُتب سے الگ تبصرہ کرنے کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس کو ان کتابوں سے کوئی مطابقت نہیں جن میں حضرت سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے نسب پر ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔

حضرت محمد سعید احمد مجدّدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجۂ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت و محبّت کا اظہار کرتے تھے اس لئے یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے جان

بوجھ کر غلطی کی ہے بلکہ اس میں زیادہ امکان یہ ہے کہ آپ کو اس سلسلہ میں صحیح معلومات نہ مل سکیں یا جہاں سے آپ کو یہ معلومات ملیں وہ ذرائع ناقص تھے۔اس کتاب میں بیان کئے گئے شجرہ نسب پر مختصر تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔

1---- آپ نے لکھا:

''راقم الحروف بحوالہ جواہرِ نقشبندیہ، شجرۂ نسب مصدقہ اُچ شریف پیشِ خدمت کر رہا ہے۔'' (مقالاتِ ابوالبیان صفحہ 402)

اس سلسلہ میں حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے۔شاید انہوں نے ''جواہرِ نقشبندیہ'' کا مطالعہ کئے بغیر اس شجرۂ نسب کو لکھ دیا۔''جواہرِ نقشبندیہ'' میں تحریر ہے:

''آپ گیلانی سیّد تھے۔شجرۂ نسب پیرانِ پیر غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے واسطہ سے حضرت امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے: نور محمد بن فیض اللہ بن خان محمد بن علی ولی محمد بن شیخ سلیمان بن سلطان بن شیخ الاسلام بن عبدالرسول بن موسیٰ بن عبدالقادر بن حسن بن محی الدین ابوالنصر بن ابوصالح بن عبدالرزاق بن غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی''

(جواہرِ نقشبندیہ صفحہ 344......مؤلفہ محمد یوسف نقشبندی مجدّدی مرحوم)

جبکہ ابوالبیان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ شجرہ نقل کیا ہے:

''سیّد نور محمد بن سیّد فیض اللہ بن سید خان محمد بن سیدعلی محمد بن سیدشیخ سلیمان بن سیّدعبدالرحمن بن سیدشیخ علی خاں بن سیّدملوک شاہ بن سیدجلال شاہ بن سیّدعزیز شاہ بن سیّدحبیب شاہ بن سیّدکاکب شاہ بن سیّدحسن شاہ بن سیّدابوبکرشاہ بن سیّدحسن شاہ بن سیّد بہاؤالدین شاہ بن سیّدیٰسین شاہ بن سیّدخواجہ شاہ بن سیّدادریس شاہ بن سیّد ماندرو شاہ بن سیّداعلان شاہ بن سیّدنورشاہ بن سیّدخواجہ سلیمان شاہ بن سیّدامیر زمان شاہ بن

سیّد قاسم شاہ بن سیّد نظام شاہ بن سیّد جلال شاہ بن سیّد سایدشاہ بن سیّد بہاؤ الدّین شاہ بن سیّد شہاب الدّین شاہ بن سیّد فتح شاہ بن سیّد حضرت شاہ بن سیّد مبین شاہ بن سیّد شیخ شاہ بن سیّد ثابت شاہ بن سیّد موسیٰ شاہ بن سیّد قادر شاہ بن سیّد عثمان شاہ بن سیّد عبدالوہاب شاہ بن سیّد محی الدّین شاہ بن سیّد عبدالقادر جیلانی بن سیّد ابی صالح شاہ بن سیّد موسیٰ شاہ بن سیّد عبداللہ شاہ جیلی بن سیّد یحیٰ شاہ بن سیّد محمد موروث شاہ بن سیّد داؤد شاہ بن سیّد موسیٰ شاہ بن سیّد عبداللہ الحوارث شاہ بن سیّد موسیٰ شاہ بن سیّد عبداللہ شاہ بن سیّد حسن المثنیٰ بن سیّد حسن بن حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔

جبکہ درست شجرۂ نسب اس طرح ہے:

سیّد نور محمد بن سیّد محمد بن سیّد علی ولی محمد بن سیّد شیخ سلیمان بن سیّد سلطان بن سیّد شیخ الاسلام بن سیّد عبدالرسول ....(یہ شجرۂ نسب حضرت سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیاض میں بھی منقول ہے)

2 ---- حضرت ابوالبیان صاحب نے جو شجرۂ نسب نقل کیا ہے اس میں نقل ہے کہ

''سیّد قادر شاہ بن سیّد عثمان شاہ بن سیّد عبدالوہاب شاہ بن سیّد محی الدّین شاہ بن سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ............''

اس میں مندرجہ ذیل نِکات توجہ طلب ہیں :

i ---- حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بیٹے کا نام محی الدّین نہیں ہے۔آپ کے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

1۔ سیف الدّین عبدالوہاب 2۔شرف الدّین عیسیٰ

3۔شمس الدّین سیّد عبدالعزیز 4۔ابوالفرح سراج الدّین 5۔عبدالرّزاق

6۔ابواسحٰق 7۔ابوالفضل سیّد محمد 8۔عبدالرحمن

ii ---۔ سیّد عبدالوہاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بیٹے ہیں نہ کہ پوتے۔ (سابقہ صفحات میں اِس موضوع پر تفصیل بیان ہو چکی ہے)

iii ---۔ اِس شجرۂ نسب میں حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان باون (52) واسطوں کو نقل کیا گیا ہے جو تاریخی طور پر انتہائی غلط اور بے بنیاد بات ہے جس کو تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تسلیم کرنے کو تیّار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ماہرینِ انساب کے طے کردہ اصول کے مطابق ایک صدی میں کم از کم دو یا تین واسطے ہو سکتے ہیں۔

اگر جمہور ماہرینِ انساب کے اصول کو ہی پیشِ نظر رکھا جائے تو باون (52) واسطوں کے لئے کم از کم سترہ (17) صدیوں کی مدت درکار ہو گی۔ اگر دو واسطوں کے اصول کو اپنایا جائے تو کم از کم پچیس (25) صدیوں کے گزرنے کی ضرورت ہو گی۔ اور اگر دو اور تین کی اوسط مدّت یعنی (2.5%) فی صدی کا اصول تسلیم کیا جائے تب بھی کم از کم (20) صدیوں کی مدّت چاہیے۔ لیکن حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ 1286ھ میں وِصال فرما گئے یعنی آپ کا زمانہ تیرھویں صدی ہجری کا ہے۔ اِن تیرہ (13) صدیوں میں باون (52) سے چون (54) واسطے کسی بھی صاحبِ علم انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اگر کوئی اس کو درست سمجھتا ہے تو وہ اتنے واسطوں کے شجرۂ نسب کی دُنیا میں کوئی نظیر و مثال پیش کر کے دِکھائے۔

حضور ﷺ کے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولادیں بھی اس دنیا میں ہیں اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے دوسرے بیٹوں کی اولادیں بھی دُنیا میں موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی نسل میں باون (52) واسطے نہیں ہیں۔ اس لئے یہ شجرہ اپنی نوعیّت کے اعتبار سے سب سے منفرد شجرۂ نسب ہے جس کی کوئی مثال ہی نہیں ملتی۔ اِس بات کو اگر باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے آبا وَ اجداد اور اولاد

کی عمروں کی طوالت کے پیشِ نظر بھی پرکھا جائے تو اِس عُقدہ کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ کے آباء میں اکثر ایک صدی میں دو نسلوں کا واسطہ ہی ہے۔

اس طرح مذکورہ بالا شجرۂ نسب کسی بھی طور قابلِ اعتبار نہیں لہٰذا اِس پر مزید بحث تضیع اوقات کے سِوا کچھ نہیں اِس لئے تمام اہلِ علم احباب سے گزارش ہے کہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ یہ شجرۂ نسب نہ تو شائع کیا جائے اور نہ ہی اس کو اپنے گھروں میں آویزاں کریں کیونکہ یہ شجرۂ نسب ابتدا سے انتہا تک اغلاط سے پُر ہے اور اس کا ثبوت یا حوالہ کتبِ انساب میں سے کسی ایک کتاب سے بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جبکہ ''اثبات النسب'' میں جس شجرۂ نسب کو نقل کیا گیا ہے اس کے حوالہ جات مستند کتبِ انساب سے دیئے گئے ہیں۔

نسبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلفہ: محمد یونس گجراتی

مؤلف کتاب، محمد یونس گجراتی کا علی پور سے تعلق

اس کتاب کے دیباچہ میں محمد یونس بن ابو یوسف محمد شاہ بن سیدن علی کا تعارف لکھا گیا ہے جس کے مطابق محمد یونس کے والد محمد شاہ نے پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پوری سے تصوّف وسلوک کی منازِل طے کیں۔ (صفحہ 12,13)

اس سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ اس شخص کے پرورُدہ بھی علی پوری ہی ہیں اور اس کتاب میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے متعلق جو ہرزہ سرائی کی گئی ہے وہ بھی اسی مرکز کی کاوشوں کا شاخسانہ معلوم ہوتی ہے۔

گالی کا جواب؟

اِس کتاب کے مضامین پر تبصرہ کرنے سے پہلے اِسی کتاب (نسب رسول ﷺ) کے دیباچہ میں ''تصنیف اور مصنّف'' کے عنوان کے تحت علامہ صائم چشتی کی لکھی ہوئی بات نذرِقارئین ہے۔علامہ صائم چشتی محمد یونس کے متعلق لکھتے ہیں :

'' آپ اپنے مخالفین کے اِستدلال کا جواب نہایت متانت اور شائستگی سے دیتے دیتے ،اس وقت اچانک جارحانہ انداز اختیار کر لیتے ہیں اور آپ سے تم اور تم سے تو پر آجاتے ہیں جب مخالف کے کسی جملہ میں حضور رسالت مآب ﷺ کی عالی قدر شہزادیوں کو غیر سادات کے نکاحوں میں لانے پر بلاوجہ زور دیا گیا ہو۔
ممکن ہے بعض حضرات اس رویّہ کو پسند نہ فرمائیں مگر میرے نزدیک یہ کوئی جُرم نہیں بلکہ ایسا کرنا غیرت ِسادات کے مقتضی کے عین مطابق ہے۔اِس لئے کہ جب مخالف گالی دے رہا ہو تو اس کے جواب میں آپ کی والدہ محترمہ ومعظّمہ وغیرہ کہنا لکھنوی تہذیب کا حصّہ ہے پنجاب کا نہیں اور پھر بُرائی سے روکنے کے لئے تو ضروری ہے کہ اگر قادِر ہو تو بُرائی کرنے والے کو ہاتھ سے روکے اور اگر اتنی قدُرت حاصِل نہیں تو زُبان سے روکے اور اگر کمزوریِ ایمان کی وجہ سے اتنی بھی قدرت حاصل نہیں رکھتا تو کم از کم اس بُرائی کو اور بُرائی کرنے والے کو دل سے تو بُرا جانے ۔'' (نسب رسول،صفحہ 8)

قارئینِ مکرم! ابھی تک ہم نے بھی شائستگی اور متانت کا دامن نہیں چھوڑا ہے اور آئندہ بھی کوشش ہوگی کہ ایسا نہ ہو لیکن علامہ صائم چشتی نے ایک اصُول وضع کر کے ہمارے لئے آسانیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں ۔ایک مرتبہ پھر صائم چشتی کے الفاظ پڑھیں کہ جب

مخالف گالی دے رہا ہو تو اس کے جواب میں آپ کی والدہ محترمہ کہنا لکھنوی تہذیب کا حصّہ ہے پنجاب کا نہیں۔

چونکہ اِس کتاب میں محمد یونس گجراتی نے ''چوراہی سیّد کیسے بنے'' کے عنوان کے تحت حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو گالیاں دی ہیں لہٰذا ہم نے بھی علامہ صائم چشتی کے اصول پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔

آپ نے اکثر سنا اور پڑھا ہو گا کہ جب بارش برستی ہے تو اس کے قطرے نہایت پاک اور شفّاف ہوتے ہیں۔ یہ موتیوں کی طرح شفّاف و پاک قطرے جب صاف ستھری زمین پر برستے ہیں تو اس مٹی میں سے مسحُورکُن خوشبو آتی ہے لیکن بارش کے یہی قطرے جب کسی متعفّن گندگی کے ڈھیر پر برستے ہیں تو اس میں سے بدبُو آتی ہے اور اس کے اِرد گرد کی پوری فضا میں تعفّن پھیل جاتا ہے۔

حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کے فیض کی مثال بھی اس بارش جیسی ہے کہ یہ جب پاک دلوں پر برسی تو ان دلوں میں سے اٹھنے والی پاک خوشبو نے سارے زمانے کو معطّر کر دیا لیکن یہی فیض جب علی پوریوں کے ذریعے محمد یونس گجراتی تک پہنچا تو اس کا ذہن ایک متعفّن ڈھیر کی صورت اختیار کر گیا اور اس نے اِس غلاظت کے چھینٹے اپنے والد کے سلسلۂ طریقت میں آنے والے مشائخ چوراہیہ کی اولاد پر پھینک دیئے۔ لیکن چاند پر تھوکنے والوں کا اپنا چہرہ ہی غلاظت آلودہ ہوا ہے اور چاند تو ہمیشہ چمکتا دمکتا رہتا ہے۔

اس کے باوجود کہ اتنے خوبصورت نام والی کتاب (نسب رسول) میں انتہائی گھٹیا اور بازاری زبان استعمال ہوئی ہے اور باباجی خواجہ خواجگان سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں اور یہ الزامات اس قابل نہیں کہ ان پر تبصرہ بھی کیا جائے،

پھر بھی محمد یونس گجراتی کے جھوٹ کو بے نقاب کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے مکروہ الزامات کی وضاحت ہو جائے اور اس کی کتاب سے سادہ لوح عوام کو غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے۔

1------ پہلا الزام ملاحظہ فرمائیں!

محمد یونس گجراتی خاندانِ چوراہیہ پر الزامات لگانے سے پہلے اپنے ممدوحین و مربّیان علی پوریوں کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ان کو وِلایت کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتا ہے تاکہ عوام کے ذہنوں میں ان کی مستعار عظمت و بزرگی کی دھاک بٹھا دی جائے۔ پھر وہ ان کے شیخِ طریقت حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے مقام و مرتبہ کو کمتر بنانے کے لیے اپنے تنگ و تاریک باطن میں چھپے بغض و عناد کا یوں مظاہرہ کرتا ہے:

> ''بہرحال! یہ سلسلہ ایک عرصہ جاری رہا پھر عشق و محبّت کی اس سرزمین سے کچھ لوگ توکّل کا دامن دریدہ اور ہوس کی جھولیاں پھیلائے ہوئے خوشبوؤں کے اس مرکز کو چھوڑ کر پر رونق اور زیادہ آباد علاقوں میں ڈیرے ڈالنے لگے اور پھر ریاضت کی جگہ خطابت اور توکّل کی جگہ حرص نے لے لی۔ پہلے ان کے آباء و اجداد کے پاس اہلِ حاجت چل کر آیا کرتے تھے اب یہ خود اہلِ حاجت بن کر لوگوں کے دروازوں تک پہنچ گئے۔''

قارئین کرام! آپ خود انصاف کریں کہ کیا یہ بزرگان چوراشریف کو گالی نہیں دی جا رہی جبکہ اسی کتاب میں علی پوریوں کی اولاد کی تعریفوں کے ڈونگرے برسائے جا رہے ہیں۔

اِس حقیقت کا ایک زمانہ گواہ ہے کہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد نے ہمیشہ درویشانہ زندگی گزاری ہے اور کبھی بھی اہلِ حاجت بن کر کسی دُنیا دار کے دروازے پر بھیک مانگنے نہیں گئے۔ جو آقائے دوعالم ﷺ کے دروازے کے گداگر ہوں

وہ کمینے دنیاداروں کے پاس کبھی نہیں جاتے۔اگر یہ سچ ہوتا تو محمد یونس گجراتی اس کی کوئی مثال پیش کرتا اور بتاتا کہ وہ کون کونسے پیرانِ چوراشریف ہیں جو اس کے دروازے پر حاجت مند بن کر گئے ہیں۔

آج بھی باباجی خواجہ سیّدنور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو ان کی زندگیوں میں بے تکلّفی اور سادگی نظر آئے گی۔زندگی میں سادہ اندازِ رہن سہن اختیار کرنے والے کبھی توکّل کا دامن چھوڑ کر حرص وہوس میں مبتلا نہیں ہوتے۔

اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ ایسے الزامات وہ شخص لگا رہا ہے جس نے خود ساری زندگی ایوانِ اقتدار کو اپنا قبلہ وکعبہ بنائے رکھا اور اپنے بڑھاپے کو ایوان ہائے اقتدار کی غلام گردشوں اور راہداریوں میں اہلِ اقتدار کی راہ تکتے تکتے گزار دیا۔

جس شخص نے خود صدر ضیاء الحق مرحوم کے تلوے چاٹے ہوں اور اس وقت کے وزیراعظم محمد خان جونیجو سے امام حسین کونسل کے نام پر خیرات کے ٹکڑے سمیٹے ہوں اور جس نے وزیراعظم کا ''مشیر برائے مذہبی امور'' بن کر اپنی عمرِ ارذل میں عیش وعشرت کے رنگ بھرنے کے سامان مہیّا کیئے ہوں وہ اتنی بے حمیّتی پر اُتر آیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑوں کے ادب واحترام کو ہی بھول گیا ہے اور اپنے والد کے پیروں کے پیر کی اولاد کو گالیاں دینے لگا ہے اور درویشوں کی اولاد کو بھکاری بنا کر پیش کر رہا ہے۔تُف ہے ایسے شخص کی مدد واعانت کرنے والوں پر۔

یہ یاد رہے کہ یہ طریقۂ کار ہمارے آباؤ اجداد بالخصوص حضرت خواجۂ خواجگان سیّدنور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہے کہ خواجگانِ چوراشریف اپنے مریدوں کے پاس تبلیغی دَوروں پر جایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔اور یہ طرزِ تبلیغ صرف مشائخ چوراشریف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دیگر آستانوں کے بُزرگ بھی تبلیغی دَورے کرتے تھے

اور آج بھی ان کی اولادیں اِسی طرزِ تبلیغ کو اپنائے ہوئے ہیں ۔کیا محمد یونس کے والد کے پیرانِ علی پوری اپنے مریدوں کے گھروں میں نہیں جاتے تھے؟ وہ بھی جاتے تھے اور آج ان کی اولادیں بھی جاتی ہیں ۔ پھر اس کو چاہیے تھا کہ وہ ان کو بھی بھکاری اور توکّل سے عاری قرار دیتا کیونکہ وہ بھی تو اپنے مریدوں سے نذرانے لیتے ہیں لیکن یہ بات عدل وانصاف سے بہت دُور ہے کہ وہ علی پوریوں کے قصیدے گاتا ہے اور باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی ہجو کرتا ہے ۔ اِس سے بڑھ کر بددیانتی کی اور کوئی مثال نہیں ملتی ۔

2------ایک اور الزام ملاحظہ فرمائیں!

''511۔ایسی ہی صورتِ سرگردانی میں قطب الارشاد خواجہ دین محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے دو بھائی خادم حسین اور ارشاد حسین قلعہ ستّار شاہ ضلع شیخوپورہ اور سبور ضلع گجرات میں آباد ہو گئے جن میں سے اوّل الذکر نے سب سے پہلے خود کو سیّد خادم حسین شاہ کہلوانا شروع کیا اور اپنے مریدین ومعتقدین کو کہا کہ وہ اشتہاروں میں اس کے نام کے ساتھ سیّد ضرور لکھا کریں اس لئے کہ میرے والد کا نام احمد شاہ ہے حالانکہ اس کے والد کا نام ہی احمد شاہ رکھا گیا تھا اور یہ نہیں تھا کہ ان کا نام احمد تھا اور انہوں نے بعد میں لفظ شاہ کا اضافہ کرلیا ہو۔''

مَیں تو سمجھا تھا کہ اتنے اہم موضوع پر کتاب لکھنے والا کوئی پڑھا لکھا اور سمجھدار شخص ہوگا لیکن اِس عبارت کو پڑھ کر حیرت میں گُم ہوگیا ہوں اور سوچنے لگا ہوں کہ حسد وبغض کی آگ انسان کو جلا کر اس کے قلب وذہن کو اندھا کر دیتی ہے ۔محمد یونس لکھتا ہے کہ سیّد خادم حسین شاہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو سیّد کہلوانا شروع کیا۔ایسا محسوس ہوتا ہے اس کو اپنے مربّیوں سے جس طرح کی ہدایات ملیں، اس نے لکھ دیں اور معاملہ کی تحقیق کی ذرا بھی

کوشش نہ کی بلکہ شاید اس طرح کے ذہن ہمیشہ تحقیق و تدقیق سے محروم ہوتے ہیں۔

پیر سیّد خادم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہرگز وہ پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو سید کہا ہو بلکہ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تمام خاندان سید ہی کہلواتا تھا۔حضرت سیّد گل نبی گیلانی بن سیّد فقیر محمد گیلانی ،حضرت سیّد امام شاہ گیلانی اور حضرت سیّد غلام محمد شاہ گیلانی اور دیگر بزرگانِ خاندانِ نوریہ رحمۃ اللہ علیہم کے اپنے نسب سادات لکھنے کے دستاویزی ثبوت پہلے مہیّا کئے جا چکے ہیں جو کہ قریباً ایک سو پچیس سال پہلے کے ہیں جبکہ پیر سیّد خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ 1966ء کے قریب شیخوپورہ منتقل ہوئے تھے۔اس الزام بھری عبارت میں محمد یونس نے ایک سچ بھی لکھ دیا ہے کہ حضرت خادم حسین شاہ گیلانی کے والد کا نام ہی احمد شاہ رکھا گیا تھا نہ کہ ان کے نام کے ساتھ لفظ ’’شاہ‘‘ کا بعد میں اِضافہ کیا گیا۔اس کا مطلب ہے کہ حضرت سیّد احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سید تھے تو ان کا نام احمد شاہ رکھا گیا۔اگر یہ لفظ بعد میں بڑھایا جاتا تو محمد یونس کے قبیل کے لوگ یہ اعتراض کرتے کہ حضرت احمد شاہ نے سیّد بننے کے لئے بعد میں اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ بڑھالیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی ہی زبانی جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔

اس کے بعد تحریر ہے:

’’تاہم چورا شریف میں خادم حسین کے خلاف ایک محاذ ضرور قائم ہوگیا...... ان دنوں پیر حیدر، خواجہ محمد معصوم، خواجہ محمد شفیع اور ان تینوں کی اولادیں خادم حسین کے سیّد بننے پر سراپا احتجاج بن چکی تھیں۔‘‘

محمد یونس گجراتی نے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ شاید اس کے بزرگوں میں سے بھی کسی نے نہ بولا ہوگا۔

حضرت پیر سیّد معصوم بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ہونے والے 1929ء میں عدالت کے ایک فیصلہ میں آپ کی ذات سیّد لکھی گئی تھی جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے تو اس سلسلہ

میں حضرت سیّد خادم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت پیر سیّد حیدر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سراپا اِحتجاج بننے کا افسانہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی عملی تردید پیر سیّد حیدر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی سیّد سرور شاہ نے فرمائی حضرت سیّد سرور شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے 1936ء میں تحریر کردہ اسٹام پیپر کی کاپی آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں جس میں آپ نے اپنی ذات سیّد لکھی ہے۔لہٰذا اُن کی اور ان کے بھائی کی اِس بنیاد پر سیّد خادم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مخالفت کے افسانے پر کسی صورت یقین نہیں کیا جا سکتا۔

سراپا احتجاج ہستیاں باہم رشتہ داریاں قائم نہیں کرتیں

جہاں تک حضرت خواجہ سیّد محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا حضرت سیّد خادم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفت اور احتجاج کا تعلق ہے تو محمد یونس گجراتی کی غلط بیانی کا ثبوت مہیّا کرنے کے لئے اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ حضرت پیر سیّد محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور پیر سیّد خادِم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادوں میں قریبی رِشتہ داریاں قائم ہیں۔

محمد یونس گجراتی کی عقل اتنا بھی کام نہیں کرتی کہ ایک دوسرے کے سخت مخالفین آپس میں رشتہ داریاں قائم نہیں کرتے۔مجھے یاد ہے کہ جب تک حضرت پیر سیّد خادم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بقیدِ حیات رہے وہ ہر سال پیر سیّد غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے عُرس کے اجتماع میں نہ صرف شرکت کرتے رہے بلکہ عُرس کی اختتامی دُعا بھی آپ ہی فرماتے تھے جس کے آج بھی سینکڑوں گواہ موجود ہوں گے۔

محمد یونس گجراتی کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان حضراتِ خواجگانِ چوراشریف کے درمیان محبّت و اخوّت کے مضبوط رشتے موجود تھے اور ایک دوسرے کی مخالفت کا تو دُور دُور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔

محمد یونس گجراتی نے اگلے صفحہ پر حضرت پیر سیّد محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول منسوب کر کے آپ کی ذات پر ایک ایسا گند اُچھالا ہے جس کو نقل کرنے کی بھی میرے قلم میں ہمّت نہیں ۔ باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے بزرگ اخلاقِ نبویّہ سے مزیّن تھے وہ اس طرح کی اَخلاق سے گری ہوئی گفتگو نہیں کرتے تھے ۔ اِس لئے اِس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ۔

3------ محمد یونس گجراتی کی مخاصمت اور اپنے مربّیوں کو خوش کرنے کی خواہش اتنی بے لگام ہوئی کہ اس کا دریدہ دہن وزبانِ بے لگام، بزرگانِ چوراشریف کی مخالفت اور کردارکُشی کرتے کرتے ساداتِ گیلانیہ اُچ شریف تک پہنچ گئے ۔ وہ ان ساداتِ کرام پر الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

> ’’ حالانکہ اکثر اہلِ علم جانتے ہیں کہ اوچ شریف کے سادہ لوح ماہرینِ انساب معمولی نذرانہ پر قلمی شجروں میں اسلافِ سادات میں سے کسی بزرگ کی اولاد میں اس نام کا اضافہ کر لیتے ہیں ۔‘‘

محمد یونس گجراتی نے ساداتِ گیلانیہ اُچ شریف کو اتنا کم ظرف اور دُنیا کا طالب بنا کر پیش کیا ہے جیسے وہ کسی کی بھیک پر گزارہ کرتے ہیں اور ان کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ چند ٹکوں کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں اور انہوں نے پیسوں کے عوض غیر سادات کو سیّد بنانے کا دفتر کھول رکھا ہے ۔

اُچ شریف گیلانی سادات کا مرکز ہے اور یہاں کے بزرگوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔ ان حضرات کو دین فروش قرار دینے والا خود دین سے بہت دُور ہوتا ہے ۔ اچھے خاندان کے لوگ کسی بدکردار کی بھی کردارکشی نہیں کرتے اور اگر وہ

سیّد ہو تو اس کا احترام اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جو لوگ کسی کا ادب و احترام نہیں کرتے زمانہ ان کو بھی اچھے لفظوں سے یاد نہیں کرتا کیونکہ

بے ادب محروم گشت از فضل ربّ

پھر کسی ایسے شخص کو سادات پر حرص و ہوس، دین فروشی اور لالچ کے الزامات عائد کرنے کا کوئی حق نہیں جس کی اپنی جھولی میں ایوانِ اقتدار سے لے کر ہر در کے ٹکڑے پڑے ہوں۔

انوارِ لاثانی

اِس کتاب کی تالیف کے لئے مفتی شیر احمد مجدّدی، رانا جماعت علی، علامہ محمد نعیم احمد نگوروی، علامہ محمد علی نقشبندی (جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) اور محمد عمر فاروق پر مشتمل مؤلفین کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔

لاثانی کا لقب اختیار کرنا

''انوارِ لاثانی'' کا عنوان پڑھ کر ایک سوال ذہن میں گردش کر رہا ہے۔ پہلے بھی اہلِ علم سے اِس کے متعلق اِستفسار کیا گیا اور اب اِس کتاب کے اِن صفحات کے ذریعے یہ بات تمام اہلِ علم اور آنے والے وقتوں کے مصنّفین کے سامنے رکھی جا رہی ہے کہ کیا کسی کو ''لاثانی'' کہنا ایک دُرست عمل ہے یا نہیں؟ للہ! اس بات کو ذاتی مخاصمت کا شاخسانہ یا ''جوابِ آں غزل'' کے طور پر ہرگز نہ سمجھا جائے۔ یہ ایک انتہائی اہم شرعی مسئلہ ہے، اِس لئے اِس معاملہ کو مزید

بحث کے لئے عُلمائے کرام کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

دین سے دُوری یا دُنیاوی مصلحتوں کی بنا پر بعض اوقات ہماری خاموشی بے شمار بدعات کے رِواج کا سبب بن جاتی ہے جو ہماری سادہ لوح عوام کو شِرک میں مبتلا کر دیتی ہے جس کا انہیں احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ ان معاملات کی وضاحت کرنا اور جاہلانہ باتوں سے روکنا علماء و فضلاء کا فریضہ ہے، جو انہیں سرانجام دینا چاہیے۔

قرآنِ مجید میں اللہ ربّ العزت کی ذات کے بارے میں اللہ کریم خود ارشاد فرماتے ہیں لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ''یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ثانی نہیں''۔ وہ ہی لاثانی ہے۔ کیا مطلقاً ''جماعت علی لاثانی'' کہہ دینا شرک کے زمرے میں نہیں آتا؟ عوام اپنی گفتگو میں اور علمائے کرام اپنے خطابات میں اس تخلّص کو بکثرت ذکر کرتے ہیں بلکہ پیرانِ علی پور کی دیکھا دیکھی اب بہت سے کور باطنوں نے خود کو ''لاثانی'' کہلوانا اور لکھوانا شروع کر دیا ہے لیکن کیا کسی کو ''لاثانی سرکار'' کہنا اور ''لاثانی'' قرار دینا شرک اور گناہ عظیم نہیں؟

اللہ ربُّ العزت نے تو صرف اپنے محبوب حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کو ایسا بنایا کہ ان جیسا مخلوق میں کوئی نہیں، نہ پہلے کبھی آپ جیسا تخلیق کیا گیا اور نہ کبھی ہوگا۔ لیکن پھر بھی ایک موقع ایسا آیا کہ جب غارِ ثور میں دو محبوبوں کی موجودگی کا تذکرہ قرآنِ مجید میں کیا گیا تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''ثانی اثنین'' کہہ کر یاد کیا گیا۔

حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی، حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری، حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخش، حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیھم کو کسی نے ''لاثانی'' نہ کہا جبکہ ان جیسی ہستیاں ''نادِرالوجود'' ہوتی ہیں ایسے ہی حضرات کے لئے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان عظیم ہستیوں جیسی دوسری ہستی بنانے پر قادر نہیں پھر ایسی صورت حال میں حضرت پیر جماعت علی

شاہ ثانی کو لاثانی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ لوگوں کو فقر وزُہد کا درس دینے والوں کو اپنے لئے دوسرا نمبر پسند نہیں حالانکہ اولیاء اللہ کی پہچان تو یہی کرائی جاتی ہے کہ وہ خود کو کائنات کا سب سے حقیر انسان سمجھتے ہیں بلکہ سب کو سب کچھ سمجھ کر اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے جبکہ یہاں تکبّر ونخوت کا یہ عالم ہے کہ اپنی ذات کی دوئی بھی برداشت نہیں ہوتی اور دعویٰ فقیری کا ہے۔ اِنّا للہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔

1-----اِس کتاب ''انوارِ لاثانی'' میں بھی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ غوثِ زماں، قطبِ دوران، خواجۂ خواجگاں حضرت فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ کلاں اور خلیفۂ مجاز تھے۔ آپ کو فیضِ باطنی اپنے والدِ ماجد سے عطا ہوا اور نسبتِ خصوصی سے نوازے گئے۔ آپ کا شجرۂ نسب 33 واسطوں سے خلیفۂ ثانی سیّدنا فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے''

(انوارِ لاثانی کامل، صفحہ 404)

اِس سے ثابت ہوا کہ اِس کتاب کا ماخذ بھی ''انوارِ تیراہی'' ہی ہے جس میں تحریف ثابت ہو چکی ہے۔ اِسی تحریف کو بنیاد بنا کر حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو ''غیر سیّد'' ثابت کرنے کی جتنی کاوِشیں علی پور ناروواں سے ہوئی ہیں وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئیں۔ یہ بات واضح طور پر ایک سازِش کا اظہار ہے، جواب افشا ہو چکی ہے۔

2------ ایک زندہ کرامت

یہ حضرت باواجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ہے کہ آپ کے دشمنوں کی زبانوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سچ اگلوا دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں!

اِسی کتاب میں حضرت خواجہ سیّد محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں صاجزادگان کو نصیحت کے عنوان کے تحت لکھا ہے :

''آپ کے دو صاجزادے بقیدِ حیات تھے ۔آپ نے ان کو وصیّت فرمائی کہ تم میرے بعد میرے خلیفہ سیّد محمد فیض اللہ کے پاس جا کر تجدیدِ بیعت کر لینا اور جب تک تصوّف کی منازل طے نہ ہو جائیں ان کی خدمت چھوڑ کر کہیں نہ جانا'' (انوارِلاثانی کامل ،ص 397)

(فوٹو کاپی بطور ثبوت منسلک ہے......صفحہ نمبر 214)

صاحبزادگان کو نصیحت

آپ کے دو صاحبزادے بقید حیات تھے۔ آپ نے ان کو وصیت فرمائی کہ تم "میرے بعد میرے خلیفہ سید محمد فیض اللہ کے پاس جا کر تجدید بیعت کر لینا اور جب تک تصوف کی منازل طے نہ ہو جائیں ان کی خدمت چھوڑ کر کہیں نہ جانا۔" چنانچہ وصیت کے مطابق دونوں صاحبزادگان حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور تجدید بیعت کے بعد چھ ماہ تک ان سے اکتساب فیض کیا۔ جب منازل سلوک طے ہو گئیں تو دونوں صاحبزادوں کو خرقہ خلافت دے کر بڑے اعزاز و اکرام سے وطن واپس بھیجا گیا۔

اس کے بعد وہ تا زندگی ہر سال "تیزئی شریف" (علاقہ تیراہ) میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دونوں ہی صاحب کشف و کرامات ہوئے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیض باطنی حاصل کیا۔

وفات

آپ کی وفات حسرت آیات ۷ ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ بمطابق ۲۶ فروری ۱۸۰۶ء کو ہوئی۔ مرقد انور موضع "چودھواں" علاقہ گنڈا پور تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے یادگار چھوڑے۔

(۱) خواجہ پیر محمد (۲) خواجہ جان محمد (۳) خواجہ علی محمد رحمۃ اللہ علیہم۔

انوار لاثانی کامل ص 397

اِس میں حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی کا نام واضح طور پر سیّد فیض اللہ لکھا ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اِن دشمنوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہے کہ حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیّد ہیں لیکن ان کی زُبانیں خبثِ باطن کی وجہ سے اِس کا اقرار کرنے سے قاصِر ہیں ۔اگر وہ حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تو کم از کم ان کو یہ بات ہی مان لینی چاہیے کہ کس طرح میرے اللہ نے اپنے فضل سے اور میرے باباجی علیہ الرحمہ نے باذن اللہ اپنی وِلایت کے تصرُّف سے ان کی کتب میں بھی اپنے جدّ اعلیٰ اور اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ سیّد کے لفظ کا اِضافہ کروادیا ہے۔

اس کی ایک اور مثال ''سیرتِ امیرِ ملت'' نامی کتاب میں بھی موجود ہے ۔ اِس کتاب میں حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال پر ''پیغاماتِ تعزیت'' کے عنوان کے تحت علماء ومشائخ کے پیغامات نقل کیے گئے ہیں جن میں چوراشریف کی ایک نابغۂ روزگار ہستی کا خط بھی ہے، جس کے عنوان پر لکھا ہے:

''عالیجناب حضرت حافظ صاحبزادہ سیّد ظہور علی شاہ صاحب قبلہ۔چوراشریف۔

۸ ستمبر ۱۹۵۱ء '' (سیرتِ امیرِ ملت، صفحہ 514)

(فوٹو کاپی منسلک ہے...... صفحہ نمبر 216)

یہاں دونوں صاحبان کی طرف سے چوراشریف کے بزرگوں کو سادات لکھنے کی گواہی موجود ہے ۔اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اِس کا اظہار نہیں کرسکتے ۔

آپ حضرات کو ایسی غیر مترقبہ نعمت کے چھوٹ جانے پر صبر و شکیب عطا فرمائے۔ اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو وہ درجات عالیہ عطا فرمائے جن کے آپ مستحق ہیں۔ اور ہمیں تا قیامت برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔ میرے برادران مکرم اور تمام خاندان کی طرف سے دلی عذر خواہی اور ہمدردانہ تعزیت قبول فرمائیں۔ والسلام۔

خیر اندیش :-

دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین

آستانۂ عالیہ اجمیر شریف (حال سرگودھا۔ چک نمبر ۱۲۱)

عالیجناب حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب قبلہ

چورہ شریف ——— ۸ ستمبر ۱۹۵۱ء

محترم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب،

حضور اعلٰے امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات تمام دنیائے اسلام کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کا موجب بن گئی ہے۔ آج صاحبزادگان چورہ شریف کے دلوں سے کوئی نہیں پوچھتا، کہ وہ کیا چراغ تھا جس کے گُل ہوتے ہی چورہ شریف کی محفلیں سونی سونی نظر آنے لگیں۔ دینی انجمنیں اُجڑ گئیں۔ مدرسے رو رہے ہیں۔ یتیم خانے آہیں بھر رہے ہیں۔ ہر قسم کے تعلیمی و امدادی اداروں پر موت کی سی خاموشی چھا گئی ہے۔ سب حیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہمارا وہ مربّی کہاں چلا گیا۔ وہ ہمارا مشفق و غمخوار کدھر روپوش ہو گیا۔ آج پاکستان کے دینی حلقے یتیم ہو گئے۔ حنفیت نے سر پیٹ لیا۔

سب سے بڑھ کر ستم یہ ہوا کہ اسلام کا درد اب دل کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ مگر اسے کوئی ٹھکانہ میسر نہیں آرہا۔ ہمت و استقلال آج کسی بوڑھے پیکر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتاب آزادی کے منتشر گوشوں کا شیرازہ بند آج اس کام کو خدا کے سپرد کرکے رخصت ہوا۔ مدینۃ الرسول ﷺ سے آنے والی ہواؤں سے فرحت محسوس کرنے والا آج خود انہی عنبریں ہواؤں میں جا بسا۔ جدہ کے اُس پار رہنے والوں کے لئے علی پور کی سرزمین کو سراپا استقبال اور مجسم انتظار بنانے والا چشم عالم کے لئے خود ہی ایک مستقل

علی پوریوں کا شجرۂ نسب

علی پوریوں کے شجرۂ نسب کا تجزیہ

پیرانِ علی پورِنارووال نے آج تک حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو ہی فاروقی النّسب ثابت کرنے کے لئے اپنی زندگیاں صَرف کر دی ہیں لیکن انہوں نے اپنے شجرۂ نسب میں تضادات کی طرف نظر نہیں کی ہے۔ یہ بہت مشہور بات ہے کہ دوسروں کی طرف ایک انگلی کا اشارہ کرتے وقت تین انگلیوں کا رُخ اپنی طرف بھی ہوتا ہے۔

اس بات سے درگزر کرتے ہوئے کہ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (امیرِ ملت) اور پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب دراصل حضرت امام محمد الاکبر (امام ابوحنفیہ) حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، ہم ان کے موجودہ شجرۂ نسب جو ان کی کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، میں تضادات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اِس کے لئے پہلے دونوں کے شجرۂ نسب الگ الگ لکھے جاتے ہیں تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

شجرۂ نسب پیر جماعت علی شاہ صاحب (امیرِ ملّت)

''جماعت علی شاہ بن سیّد کریم شاہ بن سیّد منور علی بن محمد حنیف بن محمد عابد بن امان اللہ بن عبد الرحیم بن میر محمد بن میر محمد نوروز بن حسین شیرازی بن محی الدّین بن میر احمد بن امام الدّین بن علی بن علاؤ الدّین بن جلال الدّین بن منصور بن نظام الدین بن حبیب اللہ بن خلیل اللہ بن شمس الدّین بن عبد اللہ بن نور اللہ بن کمال الدّین بن اسد اللہ بن خسرو بن عارف بن ابراہیم بن طاہر احمد بن حسین

بن علی العارض بن محمد المامون بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ بن سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا وسیّدنا علی رضی اللہ عنہ۔'' (کراماتِ امیرِ ملت، مرتّبہ: بخشی مصطفےٰ علی)

شجرۂ نسب پیر جماعت علی شاہ ثانی

''پیر جماعت علی ثانی بن سید علی بن مہر علی بن فیض کریم بن محکم دین بن صغیر الدّین بن سَید میر بن علی اکبر بن محمد امین بن شاہ محمد بن حیدر علی بن محمد سعید نوروز (عرف دادا پیر بانی علی پور شریف) بن حسین شاہ شیرازی بن منصور بن نظام الدّین بن حبیب اللہ بن خلیل اللہ بن شمس الدّین بن عبداللہ بن نوراللہ بن خسرو بن محمد عارف بن اسداللہ بن محمد طاہر احمد بن حسین شاہ بن محمد علی العارض بن محمد دیباج شاہ بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ ۔'' (انوارِلا ثانی صفحہ 437)

شجرۂ نسب علی پور کا حقیقت پسندانہ تجزیہ

ان دونوں شجرۂ نسب کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نِکات قابلِ غور ہیں ۔

1---------- دونوں پیر جماعت علی ایک ہی زمانہ میں ہوئے اور دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے لیکن حیران کُن بات یہ ہے کہ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (امیرِ ملت) کے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک چونتیس (34) واسطے ہیں جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک تیس (30) واسطے ہیں ۔اس طرح علم الانساب کے اُصول کے تحت ان دونوں کے درمیان کم از کم ایک سو سال سے زائد

زمانے کا فرق ہونا چاہیئے تھا۔ شجرہ بناتے وقت شاید اس بات کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔

2 ------ پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ امیرِ ملت کے شجرہ میں تحریر ہے:

''علی العارض بن محمد المامون بن امام جعفر صادق۔''

اور پیر جماعت علی شاہ ثانی علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

''محمد علی العارض بن محمد دیباج بن امام جعفر صادق۔''

جبکہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ محمد علی العارض اور محمد المامون دیباج ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں۔ محمد کریم خان اعوان نے اپنی کتاب ''تحقیق الاعوان'' میں حضرت امام جعفر صادق کے بیٹوں کے یہ نام لکھے ہیں:

1۔اسماعیل 2۔محمد المامون دیباج 3۔علی العارض 4۔امام موسیٰ کاظم
5۔اسحٰق (تحقیق الانساب، ص۔334)

اسی طرح پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کے یہ نام لکھے ہیں:

1۔امام اسمٰعیل 2۔عبداللہ 3۔امام اسحٰق 4۔امام موسیٰ کاظم
5۔امام محمد (المامون) 6۔امام علی (العارض) 7۔رشید الدین

ان دونوں حوالوں سے واضح ہے کہ امام علی العارض اور امام محمد المامون دونوں آپس میں بھائی ہیں نہ کہ باپ بیٹا۔

3 ----------- پیر جماعت علی شاہ امیر ملت کے شجرہ میں اسد اللہ اور طاہر احمد کے درمیان تین واسطے اس طرح ہیں۔ اسد اللہ بن خسرو بن عارف بن ابراہیم بن طاہر احمد جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی کے شجرہ میں یہ دونوں آپس میں باپ بیٹا ہیں جن کا شجرہ اس

طرح ہے۔اسد اللہ بن طاہر احمد۔

علمِ انساب سے تعلق رکھنے والوں کے نزدیک تین نسلوں کا فرق کوئی معمولی فرق نہیں ہے بلکہ یہ ایک صدی کے عرصہ کا فرق ہے۔لہٰذا اِن دونوں کے شجرہ میں ان حضرات کے درمیان زمانے کا فرق جس بات کی غمّازی کر رہا ہے اس کو اہلِ علم بخوبی جان سکتے ہیں کہ یہ بناوٹی شجرۂ نسب ہیں۔

4 ---------- پیر جماعت علی شاہ امیرِ ملت کے شجرۂ نسب میں،نور اللہ کے والد کا نام کمال الدّین ہے اور خسرو تک یہ سلسلۂ نسب یوں ہے: نور اللہ بن کمال الدّین بن اسد اللہ بن خسرو جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی کے شجرہ میں نور اللہ کے والد کا نام خسرو ہے اور شجرہ اس طرح ہے: نور اللہ بن خسرو۔

یہاں بھی ایک شجرہ میں دو شخصوں کے درمیان دو واسطے ہیں جبکہ دوسرے کے شجرہ میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔

5 ---------- یہاں ان دونوں کے شجرہ میں ایک ایسی غلطی کی نشاندہی کی جارہی ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہ صرف منفرد ہے بلکہ ان دونوں شجروں کو جعلی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔یہ دونوں حضرات اپنے آپ کو سعید نوروز شیرازی کی اولاد سے ظاہر کرتے ہیں جو ایران سے ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے اور مغل بادشاہ ہمایوں کے وظیفہ خوار تھے۔اب ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دونوں حضرات اپنے شجرہ میں درج کئے گئے اس نام کے نسب کا کیا حال کرتے ہیں؟

پیر جماعت علی شاہ امیر ملت اس شجرۂ نسب کو یوں لکھتے ہیں:

”محمد نوروز بن حسین شیرازی بن محی الدّین بن میر احمد بن امام الدّین بن علی بن

علاؤالدین بن جلال الدّین بن منصور ''

جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی قصہ کوتاہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''سعیدنوروز بن حسین شیرازی بن منصور ''

اہلِ علم کو دعوتِ غور وفکر

اُن تمام اہلِ فکر ونظر کو دعوت ہے جو انصاف کی نظر سے دیکھنے کی ہمّت رکھتے ہیں کہ وہ اس نسبی فرق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خود فیصلہ کریں کہ ان دونوں حضرات کے شجرہَ نسب میں سے کون ساغلط ہے۔میرا خیال،بلکہ حقیقت حال تو یہ ہے کہ دونوں ہی غلط ہیں کیونکہ پیر جماعت علی شاہ امیر ملت حسین شیرازی کے والد کا نام محی الدّین لکھتے ہیں جبکہ پیر جماعت علی ثانی کے نزدیک آپ کے والِد کا نام منصور ہے۔

یہاں میں اپنے خاندانی شرف ووقار کی وجہ سے وہ الفاظ استعمال نہیں کرسکتا جو پیر ظفر علی،علی پوری نے مفتی محمد نوید نعیم مجدّدی اور مفتی غلام مرتضیٰ ساقی،ساکنانِ حافظ آباد کی موجودگی میں باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے فرشتہ صفت بزرگوں کے بارے میں کہے ہیں لیکن اِتنا ضرور کہوں گا کہ اُن کو دوسروں کے شجرہٴ نسب پر اعتراض کرنے سے پہلے کم ازکم ایک بار تو اپنے لکھے گئے شجرہَ نسب پر نظر دوڑا لینی چاہیے۔

پیر جماعت علی شاہ امیر ملت نے حسین شیرازی اور منصور کے درمیان چھ (6) واسطے لکھے ہیں جو کہ دوسو (200) سال پر محیط عرصہ بنتا ہے جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی نے ان دونوں کو ایک ہی زمانے میں یکجا کردیا ہے اور درمیانی چھ واسطوں کو بہ یک جنبشِ قلم مٹاتے ہوئے ان کو باپ بیٹا بنادیا ہے۔

6----------ابھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ ایک اور صورتِ حال ملاحظہ فرمائیں!

پیر جماعت علی شاہ امیر ملت اور سعید نوروز کے درمیان سات (7) واسطے ہیں جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی اور سعید نوروز کے درمیان دس (10) واسطے ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ایک ہی شخص کی اولاد میں اور ایک ہی زمانہ میں تین (3) نسلوں کا فرق ہو۔ اصولی طور پر ان دونوں کی عمروں کے درمیان کم از کم ایک سو (100) سال سے زیادہ کا فرق ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں جماعت علی شاہ صاحبان ایک ہی زمانہ میں پیدا ہوئے۔ سعید نوروز صاحب کا زمانہ معلوم تاریخ کا زمانہ ہے۔ ایسا نہیں کہ ان کی نسل میں آنے والے حضرات کے ناموں سے لوگ واقف نہیں ہوں گے۔ اِس لئے غور طلب بات یہ ہے کہ کم از کم ان دونوں جماعت علی شاہ صاحبان رحمۃ اللہ علیہما کے واسطے ایک جیسے ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کی ایک صدی میں ایک ہی نسل ہوئی اور دوسرے کی تین نسلیں گزر گئیں۔ یہ شجرۂ نسب کی خود ساختگی کی کھلی دلیل ہے۔

قارئینِ کرام! ایک بار پھر غور کریں کہ ایک صدی میں تین نسلوں کا فرق کوئی معمولی فرق نہیں ہے بلکہ اس کے نتیجہ میں حافظ پیر جماعت علی شاہ اور پیر جماعت علی شاہ ثانی کے درمیان ایک سو سال کا فرق ہونا چاہئے۔ اس بات پر جتنا جتنا غور کیا جائے گا اور اس کی گہرائی میں جا کر دیکھا جائے گا تو ان کے شجرۂ نسب میں تضادات ایک حقیقت کی طرف ضرور رہنمائی کریں گے۔ اس حقیقت کو پانا اہل علم کے لئے دعوتِ فکر کی حیثیت رکھتا ہے۔

7----------انتہائی منفرد اور اہم نکتہ

یہاں اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے اہم نکتہ کی جانب اہِل علم کی توجہ

مبذول کروائی جارہی ہے۔

پیر جماعت علی شاہ امیر ملت کے لکھے گئے شجرۂ نسب میں محمد عارِف کے والد کا نام ابراہیم درج کیا گیا ہے جبکہ پیر جماعت علی شاہ ثانی کے لکھے گئے شجرہ میں محمد عارِف کے والد کا نام اسداللہ لکھا گیا ہے۔ اگر اس شجرہ میں محمد عارف کے دادا یا پردادا یا اس سے بھی اوپر کسی واسطہ میں ابراہیم نام ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ درمیانی نام بوجوہ حذف کر دیئے گئے ہیں لیکن پیر جماعت علی شاہ ثانی کے پورے شجرہ میں ابراہیم نام ہے ہی نہیں۔

8 ------------ یہاں ایک اور کتاب ''سیرتِ امیرِ ملت'' کا حوالہ دیا جارہا ہے جس کے مصنّف اختر حسین شاہ ہیں۔ اس میں پیر جماعت علی شاہ (امیر ملت) رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب یوں تحریر ہے:

''پیر جماعت علی شاہ امیر ملت بن کریم شاہ بن منور علی بن محمد حنیف بن محمد عابد بن امان اللہ بن عبدالرحیم بن میر محمد بن علی بن محمد سعید نوروز ....''

اس شجرۂ نسب میں پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد سعید نوروز کے درمیان آٹھ (8) واسطے ہیں جبکہ ایک اور کتاب '' کراماتِ امیر ملت'' کے مطابق سات (7) واسطے ہیں۔ ''سیرتِ امیر ملت'' میں میر محمد بن علی بن محمد سعید نوروز لکھا ہے جبکہ'' کراماتِ امیر ملت''، میں میر محمد بن محمد سعید نوروز لکھا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب میں ان کے اپنے ہاں بھی اختلاف موجود ہے۔

مندرجہ بالا بیان کئے گئے نِکات کی روشنی میں کیا اب بھی اہلِ علم ان کے شجرۂ نسب کو حقیقی اور درست تسلیم کریں گے ؟ اگر ایسا ہوا تو بڑی حیرت کا مقام ہو گا۔

امیرِ ملت، محدّثِ اعظم اور ''لاثانی'' کے لقب پانے والوں کو کم ازکم اپنے شجرۂ نسب پر غور ہی کر لینا چاہیے تھا۔

9 ---- پیر جماعت علی شاہ صاحبان کے شجرۂ نسب اور ''انوارِ تیراہی'' میں لکھے گئے شجرۂ نسب میں حیرت انگیز مماثلت ان دونوں شجروں کے مرتّب کرنے والے کی یکساں ذہنیت کو ظاہر کرتی ہے۔ان دونوں شجروں میں ناموں کی اور واسطوں کی بے ترتیبی ایک جیسی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں شجروں کو ترتیب دینے والا ایک ہی شخص ہے جس نے جیسے تیسے کر کے شجرے بنا ڈالے ہیں۔اس نے اس کے لئے کسی کتاب کو درخورِ اعتنا سمجھنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی ہے۔

تحقیق طلب

پیر جماعت علی شاہ صاحبان رحمۃ اللہ علیھما کے شجرۂ نسب کی تحقیق کے دوران ''تحقیق الانساب''، مصنّفہ محمد کریم خان اعوان کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ پیر جماعت علی شاہ امیرِ ملت اور پیر جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیھما کے بزرگوں کا شجرۂ نسب حضرت محمد الاکبر (امام ابو حنفیہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے ملتا ہے۔جناب محمد کریم خان اعوان لکھتے ہیں:

> ''الجعفر الاصغر بن محمد الاکبر، ان کے فرزند عبداللہ ہوئے۔آپ کی اولاد عراق میں بنو نقیب اور ایران کے شہر قم، قزوین، اصفہان اور فارس میں ''ساداتِ علوی'' کے عنوان سے معروف ہے۔عبداللہ کے فرزند جعفرِ ثانی تھے۔ان کے فرزند راس المذری نے السیّدہ آمنہ بنت الحسین الاصغر بن علی بن امام الحسین بن علی بن ابی طالب سے شادی کی جن سے ایک فرزند جعفرِ ثالث تھے جن کی نسل سے ایران کے ساداتِ محمدی ہیں۔آپ کے چھ فرزند، علی، زید، عبداللہ، ابراہیم، قاسم اور

اسحاق ملک تھے۔علی کی نسل قم ایران اور بغداد میں آباد ہے۔جعفرِ ثالث کی اولاد کوفہ، بصرہ، مشہد اور مصر میں آباد ہے۔ابراہیم کی اولاد فارس، شام اور موصل میں آباد ہے اور القاسم کی اولاد مصر وغیرہ میں آباد ہے۔'' (تحقیق الانساب، صفحہ 61)

اِس عبارت میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ عبداللہ کی اولاد میں سے جعفرِ ثانی اور جعفرِ ثالث ہوئے جن کی اولاد قم اور قزوین میں آباد تھی۔ان ہی کی اولاد میں سے سعید نوروز ہوئے جن کو ناموں کی مماثلت کی وجہ سے امام جعفر صادق کی اولاد کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

''سیرتِ امیرِ ملت'' کی عبارت سعید نوروز صاحب کے قزوین سے تعلق کی غماضی کرتی ہے جو کہ صفوی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا، ملاحظہ فرمائیں!

''سیرتِ امیرِ ملت'' میں آباؤ اجداد کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ

''جب ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور اُسے مجبور ہو کر ہندوستان چھوڑنا پڑا تو ایران میں جا کر پناہ لی۔طہماسپ صفوی شاہِ ایران نے اس کی پذیرائی کی لیکن عرصہ دراز تک مصالح ملکی کی بنا پر امداد و اعانت سے گریز کرتا رہا۔آخر کسی درویش کی رہنمائی پر ہُمایوں بادشاہ نے حضرت سیّد حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے رُجوع کرنے کا ارادہ کیا۔

جب ہُمایوں بادشاہ نے حضرت سیّد حسین شاہ شیرازی کے درِ اقدس پر حاضری دی اور شرفِ ملاقات حاصل کر کے اپنی مشکلات پیش کیں .... ہمایوں بادشاہ نے حصولِ برکت وسعادت کے لئے التِماس کیا کہ صاحبزادگان والاشان میں سے حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت سیّد حسن شاہ صاحب اور صاحبزادے سیّد محمد سعید نوروز شاہ صاحب کو بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔''

(سیرتِ امیرِ ملت، صفحہ 38,39)

جبکہ اسی واقعہ کو ''انوارِلا ثانی''میں یوں تحریر کیا گیا ہے :

''ہمایوں مایوس ہو کر حضرت نظام الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دُعا کا طالب ہوا.................ہُمایوں ہندوستان روانہ ہونے سے قبل حضرت نظام الدّین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آپ خود میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے خاندان کے کسی بزرگ کو خیر و برکت کے لئے میرے ہمراہ روانہ فرما دیں۔آپ نے کمال مہربانی سے حضرت سیّد حسین شیرازی اور حضرت سیّد محمد سعید نوروز کو ہمایوں کے ہمراہ روانہ فرما دیا۔''

(انوارِلا ثانی ، صفحہ 435,436)

مندرجہ بالا عبارات کو سامنے رکھتے ہوئے چند تضادات سامنے آتے ہیں:

1------ ''سیرتِ امیرِ ملت''کے مطابق ہُمایوں بادشاہ حسین شیرازی کے پاس حاضر ہوا جبکہ ''انوارِ لا ثانی ''کے مطابق ہمایوں بادشاہ حضرت نظام الدّین کی خدمت میں حاضر ہوا۔''سیرتِ امیر ملت''کے مطابق حضرت نظام الدین اور حسین شیرازی کے درمیان سات واسطے ہیں۔جن کا شجرہ اس طرح درج ہے:

''حسین شیرازی بن محی الدّین بن میر احمد بن امام الدّین بن علی بن علاؤ الدّین بن جلال الدّین بن منصور بن نظام الدّین ''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسین شیرازی اور نظام الدّین کے درمیان کم از کم دوسو (200)سال کا فرق ہے جبکہ ''انوارِلا ثانی''میں یہ شجرہ یوں درج ہے:حسین شیرازی بن منصور بن نظام الدّین۔اب کس کی بات کو تسلیم کیا جائے اور کس کی بات کو ردّ کیا جائے؟''انوارِلا ثانی'' میں حضرت نظام الدّین،حضرت حسین شیرازی اور حضرت سعید نوروز کا ایک ہی زمانہ قرار دیا گیا

ہے جبکہ ''سیرتِ امیرِ ملت'' میں کچھ اور لکھا گیا ہے۔

2------ ''سیرتِ امیرِ ملت'' کے مطابق حسین شیرازی نے اپنے بیٹے محمد سعید نوروز کو ہمایوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی جبکہ ''انوارِ لاثانی'' کے مطابق حضرت نظام الدّین نے حسین شیرازی اور سعید نوروز کو ہُمایوں کے ہمراہ روانہ فرمادیا۔

3------ ان عبارات کی روشنی میں یہ بات طے کرنا مشکل ہے کہ ہُمایوں کے ہمراہ حسین شیرازی آئے تھے یا سعید نوروز آئے تھے۔ جب یہ دونوں ایک بات پر مُتفق نہیں ہیں تو پھر اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ایران کے سادات کے ساتھ ملانے کا افسانہ تراشا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ شاہ طہماسپ کٹّر شیعہ تھا جس کے زیرِ اثر نصیر الدّین ہُمایوں نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا تھا جس کی وجہ سے برِّصغیر پاک و ہند میں شیعہ مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ جب مغل سلطنت قائم ہوئی تو شیعوں نے اُمورِ سلطنت میں بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل کرلیا تھا جس کی مثال وزیرِ اعظم آصف جاہ ہے۔ اسی کی ایماء پر سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت مظہر جانِ جاناں کو شہید کردیا گیا۔ انسائیکلو پیڈیا (وِکی پیڈیا) میں شاہ طہماسپ صفوی کے متعلق یوں لکھا ہے:

"Tahmasp, who refused to hand him over to his brother, greeted Humayun at his court in Qazvin as the true emperor of the Mughal dynasty, despite the fact that Humayun had been living in exile for more than fifteen years.[61][62] After converting to Shia Islam,[63] Tahmasp offered him military assistance to revolts in return for Kandahar, which had for long been a battle ground between the two empires, and a combined Persian-Mughal force managed to seize Kandahar and occupy Kabul.[64] This eventually led

to strong ties between the Safavids and the Mughals, and they persisted, almost unabated, throughout the history of the Safavid dynasty."

ترجمہ: ''شاہ طہماسپ نے ہُمایوں کی اس کے بھائی کے خِلاف مدد کرنے سے انکار کے باوجود ہمُایوں سے قزوین میں اپنے دربار میں ایک مغل بادشاہ کی حیثیت سے سلوک کیاباوجود اس حقیقت کے کہ ہُمایوں پندرہ سال سے جلاوطنی کی زندگی گزار رہا تھا۔ ہُمایوں کے شیعہ مذہب اختیار کرنے کے بعد شاہ طہماسپ نے اس کو باغیوں کے خلاف لڑنے کے لئے فوجی امداد دی جس کے عوض قندھار کا علاقہ صفوی سلطنت کو دے دیا گیا جو کہ عرصہ دراز تک ان دو سلطنتوں کے درمیان میدانِ جنگ بنا رہا تھا۔ایک فارِس مغل مشترکہ فورس قائم کی گئی جس نے کابل اور قندھار پر قبضہ کیا۔اس واقعہ نے صفوی اور مغل سلطنت کے درمیان مضبوط تعلقات کو قائم رکھا۔ ''

حضرت سیّد محبوب شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''علمائے روافض کے مُربی مغل فرماں روا تیمور لنگ کی وفات کے سو (100) سال بعد سلطنتِ تیموریہ کے کھنڈرات پر شیخ صفی الدّین اردبیل (متوفی 785ھ) کی اولاد نے جب اپنے پیروؤں کی مدد سے ''دولتِ صفویہ ایران'' کے نام سے ایک شیعی سلطنت کی بنیاد رکھی تو رافضی مبلّغین پھر میدان میں آ گئے ۔دولتِ صفویہ کا بانی شاہ اسماعیل صفوی 907ھ سے 930ھ تک برسرِ اقتدار رہا۔شاہ اسماعیل چونکہ خانقاہ ہی کے ایک حُجرے سے اٹھ کر تخت شاہی پر متمکّن ہوا تھا۔ لہٰذا وہ نظامِ خانقاہی کی قوّت سے بخوبی آشنا تھا۔اس نے 914ھ میں جب بغداد کو فتح کیا تو اسے یہاں کی سُنّی خانقاہوں کو اُجاڑنے کا خیال آیا کیونکہ یہ خانقاہیں اپنی

وسیع روحانی قوّت کے باعث فاتح کی سطوت و جبرُوت سے مرعُوب نہیں ہوئی تھیں۔علمائے روافض نے آگے بڑھ کر اسے مشورہ دیا کہ تمام سُنّی مدارس و مزارات کو منہدم کر دیا جائے تا کہ ان کے متوسّلین آئندہ سر اُٹھانے کے قابل ہی نہ رہیں۔ چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوا اور اس طرح حضرت سیّدنا غوث الاعظم کے مزارِ اقدس، تکیہ شریف اور دیگر عمارات کی تخریب کاری کا سانحہ رونما ہوا اور آنجناب کی اولاد کو بھی بغداد سے ہجرت کرنا پڑی۔" (تاریخ بحرالجمان صفحہ 268)

شاہ طہماسپ ،شاہ اسماعیل صفوی کی حکومت کا تسلسُل تھا۔شاہ اسماعیل صفوی نے 930ھ تک حکومت کی اور اس کے بعد شاہ طہماسپ نے اقتدار سنبھالا۔حضرت محمد سعید نورو 1540ء بمطابق 946ھ تک اسی صفوی حکومت کے زیرِ اثر دارالحکومت میں قیام پذیر تھے۔

اب ایک مرتبہ پھر مذکورہ بالا کتابوں میں بیان کردہ باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں کہ ان کتابوں میں نظام الدّین یا حسین شیرازی کے اثر و رسوخ سے شاہ طہماسپ نے ہُمایوں کی مدد کی جبکہ انسائیکلوپیڈیا میں بیان کردہ حقیقت کے مطابق جب تک ہُمایوں نے شیعہ مذہب قبول نہیں کیا شاہ طہماسپ نے ہُمایوں کی امداد نہیں کی۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اِس بات سے ہرگز بے خبر نہیں ہوسکتا کہ شاہ طہماسپ متعصّب شیعہ تھا جیسا کہ اس کے پیشرو نے اہلِ سُنّت بالخصوص حضرت سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اور مزار کی بے حُرمتی کی اور آپ کی اولاد کو جلاوطن کیا۔اس کے علاوہ اہلِ سُنّت علماء و مشائخ کا قتلِ عام کیا۔

اس کے بعد بادشاہ بننے والا محمد شاہ صفوی تو اتنا ظالم تھا کہ وہ جب کسی سُنّی کو دیکھتا تھا تو اس کو شیعہ یا سُنّی ہونے میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا کہتا تھا اگر وہ شیعہ ہو جاتا تھا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا اور اگر وہ اہلِ سُنّت کے عقیدہ پر قائم رہتا تو اس کو اسی وقت قتل کر دیا

جاتا۔اس طرح اس نے اپنی سلطنت میں لاکھوں سُنّی مسلمانوں کو صرف اہلِ سُنّت عقیدہ رکھنے کی بنا پر بے دردی سے قتل کروا ڈالا۔

صفوی حکمرانوں کے اس طرزِ عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ طہماسپ صفوی کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی سُنّی بزرگ کا اتنا عقیدت مند ہوسکتا ہے کہ ان کے کہنے پر وہ کسی جلاوطن سُنّی حکمران کی فوجی امداد کرے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے دارالحکومت میں ایک سُنّی بزرگ اتنی شان کے ساتھ رہے کہ غیر ملکی بادشاہ اس بُزرگ کے دربار میں حاضِر ہوں اور شاہ طہماسپ صفوی اس سُنّی بزرگ سے کوئی تعرُّض نہ کرے جس کے اپنے ہاتھ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور دیگر علمائے اہلِ سُنّت کے خون سے بھی رنگے ہوئے ہوں۔

اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہُمایوں نے شیعہ مذہب قبول کیا اور اِس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حسین شیرازی بھی شیعہ ہی تھے کیونکہ اتنے کٹڑ شیعوں کے دربار میں کسی سُنّی شیخِ طریقت کا اثر ورسوخ تاریخی وعقلی اعتبار سے بھی دُرست تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

اس کا ایک اشارہ ’’سیرتِ امیرِ ملت‘‘ میں بھی موجود ہے۔حضرت نوروز شاہ کی اولاد کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> ’’حضرت سیّد محمد سعید نوروز شاہ کی اولاد مفصلۂ ذیل چار دیہات میں آباد ہے: علی پور سیّداں، خیراللہ پور سیّداں، فتح پور سیّداں اور اُونچی رسول پور سیّداں۔علی پور سیّداں اور فتح پور سیّداں کے سادات اپنے آباؤ اجداد کے مذہب اہلِ سُنّت پر قائم ہیں مگر خیراللہ پور سیّداں اور رسول پور سیّداں کے سادات نے صرف چند پشت اوپر سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے شیعہ مسلک اختیار کرلیا ہے۔حضرت سید محمد سعید نوروز شاہ کا مزار مبارک اونچی رسول پور سیّداں میں واقع ہے۔‘‘
>
> (سیرتِ امیرِ ملت، صفحہ 40)

اونچی رسول پور میں بسنے والی سعید نوروز صاحب کی اولاد شیعہ مسلک سے تعلق رکھتی ہے ۔اِس سے بھی ظاہر ہے کہ سعید نوروز کا تعلق کس مسلک و مذہب سے تھا،مزید برآں سعید نوروز کے نام کے ساتھ''نوروز'' کا لگنا بھی یہی اشارہ دیتا ہے کہ سعید نوروز صاحب بھی شیعہ ہوں گے کیونکہ نوروز ایران کے شیعوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جس کو وہ بہت عقیدت سے مناتے ہیں ۔عام طور پر اہلِ سُنّت کے پڑھے لکھے گھرانوں میں اس طرح کے نام نہیں رکھے جاتے جو دوسرے مذہب وعقیدہ کی نمائندگی کرتے ہوں ۔

اہلِ علم کو دعوتِ تحقیق

اس تاریخی حققیت اور مذکورہ کتابوں میں بیان کردہ تضادات کو سامنے لانے کا مقصد یہ ہے کہ''تحقیق الانساب''، میں بیان کردہ بات پر غور کیا جائے جس میں لکھا ہے کہ الجعفر الاصغر بن محمد الاکبر (امام ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ جن کی اولاد''اعوان'' کہلاتی ہے) کی اولاد ایران کے شہر قم، قزوین وغیرہ میں آباد ہے جو''ساداتِ علوی'' کے نام سے مشہور ہیں ۔قزوین، شاہ طہماسپ صفوی کی سلطنتِ صفویہ کا دارالحکومت تھا اور سعید نوروز بھی اسی شہر کے رہنے والے تھے ۔اِس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سعید نوروز صاحب شیعہ ساداتِ علوی میں سے تھے ۔ چونکہ سعید نوروز صاحب جعفر الاصغر کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے ساداتِ علوی کہلاتے تھے لیکن بعد میں آنے والوں نے نام کی مماثلت کی وجہ سے ان کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب کردیا۔واللہ اعلم بالصواب ۔

یہاں اس بات کو واضح کرنا ضروری ہے کہ ہم نے اپنی تحقیق کے مطابق شواہد پیش کئے ہیں لیکن اس پر مزید تحقیق کی گنجائش موجود ہے ۔اُمید ہے کوئی صاحبِ علم اس معاملہ پر تحقیق کو اعلیٰ مقام پر پہنچائے گا،ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

تقریظات

تقریظ

حضرت علامہ پیر سیّد فاروق الاسلام گیلانی مدظلہٗ

زیرِ نظر کتاب ''اثبات النّسب'' کا مطالعہ کیا۔ برادرِ عزیز سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی اور برادرِ عزیز سیّد مطیع قادر گیلانی کی علمی اور تحقیقی کاوِش سے انتہائی متأثر ہوا۔ ان ہر دو برادران نے اپنی تحقیقی کاوِش میں جو محنت کی ہے، اس کے لئے میں باباجی حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کی جانب سے ان کا شکر گزار ہوں۔

عرصہٴ دراز سے ایک مخصوص ذہن اپنی علمی جہالت اور فطری بُغض وعناد کی بناء پر خاندانِ باباجی علیہ الرحمہ کو مطعون کر رہا تھا، اِس کتاب میں انتہائی مدلّل اور مسکّت انداز میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ چونکہ انہوں نے خلوصِ قلب کے ساتھ اِس تحقیقی کاوش کی ابتداء کی اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔ جس کے نتیجے میں تاریخ اور مؤرخ کی نگاہ میں خاندانِ باباجی صاحب علیہ الرحمہ کو مطعون کرنے والے خود مطعون ٹھہر گئے۔

مجھ تک جو معلومات پہنچی ہیں ان کے مطابق اس تنازع (خاندانِ باباجی علیہ الرحمہ کو فاروقی النّسب ثابت کرنے) کی ابتداً حضرت سیّد گل نبی گیلانی بن سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہما کے اِس مؤقف سے ہوئی کہ ہم علی پور والوں سے رشتہ داری قائم نہیں کریں گے۔ حضرت سیّد گل نبی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اِسی وجہ سے علاقہ چکار آزاد کشمیر چلے گئے تاکہ باباجی حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے حکم نہ دلوا دیں کیونکہ کچھ لوگ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ اگر کسی طریقے سے والد حکم دے دیں تو حضرت سیّد گل نبی علیہ الرحمہ اپنے والِد کے حکم کی خلاف نہیں کر سکیں گے۔ عیدگاہ والے حاجی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّد گل نبی گیلانی علیہ الرحمہ کی تائید کی جس کی بنا پر ان لوگوں نے حاجی صاحب کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ

کرکے ان کو چوراشریف سے نکلوادیا۔ اِسی مؤقف کی بنا پر باباجی فقیر محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے چار صاحبزادگان جن میں سب سے بڑے بیٹے خواجہ سیّد گل نبی گیلانی، دوسرے بیٹے سیّد احمد نبی گیلانی، تیسرے بیٹے سیّد محمد نبی گیلانی اور چوتھے بیٹے سیّد محمد قادر شاہ گیلانی علیہم الرحمہ چورا شریف چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور ان حضرات کی میّتیں ہی چوراشریف لائی گئی تھیں۔

یہ سوال جواب طلب ہے کہ باباجی سیّد فقیر محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے چار فرزند جھوٹے ہو سکتے ہیں یا ایک خلیفہ؟ جیسا کہ کتاب میں موجود ہے۔

مزید برآں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ پورے ہندوستان میں باباجی علیہ الرحمہ کے خاندان کے کسی فرد کے نام جو زمین سب سے پہلے منتقل ہوئی، وہ برمالہ چکار آزاد کشمیر کی زمین خواجہ سیّد گل نبی گیلانی علیہ الرحمہ کے نام منتقل ہوئی تھی اور اس میں آپ کا نام سیّد گل نبی تحریر ہے، جو آزاد کشمیر کے محکمہ مال میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ پھر باباجی علیہ الرحمہ کے خاندان کے جن افراد کا تعلق علم دین سے ہے ان میں سے کوئی بھی اس کی نفی نہیں کرتا اور نہ کسی نے کی۔ ہاں! البتہ علمِ دین سے نا آشنا کوئی فرد جو سورہ فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتا ہو، وہ اُٹھ کر اگر کوئی دعویٰ کرے تو اہلِ حق خود جان لیں کہ خدا خوفی قرآن وسُنّت کا علم رکھنے والے لوگوں کو ہوگی یا قرآن وسُنّت سے نا آشنا لوگوں کو۔

آج بھی جب صاحبزادگانِ علی پور کی تقاریر کو سنا جائے تو بزرگوں کی کرامات کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا جبکہ باباجی علیہ الرحمہ کے خاندان سے کوئی بھی فرد گفتگو کرے گا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گفتگو ہی کرے گا۔

عرصہ دراز تک علی پوریوں سے گالیاں سننے کے بعد ہر دو برادران نے اپنی تحقیقی کاوِش سے خاندان باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالی جانے والی دُھول کو صاف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی زندگی اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے! آمین۔

تقریظ

پروفیسر سیّد تنویر احمد گیلانی مدظلہٗ

گورنمنٹ ڈگری کالج، فتح جنگ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. ویسے تو میرے نزدیک نام ونسب کے جھگڑوں میں اُلجھنے کی بجائے اصلاحِ اعمال زیادہ اہمیت کی حامل ہے، البتہ جب کوئی آپ کے نسب کو جھٹلا کر آپ کے آباؤ اجداد کی توہین کرے یا اپنی اپنی ضروریات کے تحت کچھ اپنے بھی نسب کو نقصان پہنچانے لگیں تو پھر نسب کو زندہ رکھنے کے لئے اس کا دِفاع خاندان کے ہر ذی شعور شخص پر فرض ہو جاتا ہے۔

مَیں صاحبزادہ سیّد بدر مسعود شاہ صاحب اور صاحبزادہ سیّد مطیع قادِر شاہ صاحب کی اِس کاوِش کا مطالعہ کرنے کے بعد اُنھیں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی سعیَ جمیلہ اور محنتِ شاقہ نے بہت سے معترضین کو خاموش کر دیا ہے۔ مَیں نے کتاب سے غلطیاں نکالنے کی بجائے اس کے مثبت پہلوؤں سے اپنی معلومات میں اِضافہ کیا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے جو ٹھوس دلائل اور حقائق پیش کئے گئے ہیں اُن کو جھٹلانا ممکن نہیں ہے کیونکہ بیشتر سرکاری دستاویزات کے حوالہ جات ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں سچ کا ساتھ دینے اور سچ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

دُعا گو

سیّد تنویر احمد

تقریظ
پیر سیّد علی عباس حسینی گیلانی

تمام تر تعریفیں اُسی خالق کے لئے ہیں ،جس نے سِلاسِل طریقت کو کائنات میں درخشندہ مقام عطا فرمایا، بعد دُرود وسلام سرکارؐ اور آپ کی آلِ برحق پر جن کا نسب کبھی منقطع نہیں ہوگا۔مَیں کچھ لکھنے کے حوالے سے خود کو بہت عاجز اور بے بضاعت سمجھتا ہوں۔بس کچھ حقائق کو گوش گزار کرنے کے لئے اور میرے بھائیوں کی اس کوشش کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے تا کہ یہ لکھے ہوئے چند الفاظ میری مغفرت کا باعث بن جائیں۔مَیں بارہا اپنی محسنہ دادی امّاں ، جو کہ حضرت سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی اور میرے برادرِ نسبتی سیّد مظفر حسین شاہ گیلانی کی والدہ تھیں، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا تو تمام رسمی گفتگو کے بعد وہ مجھے حکم دیتیں کہ بیٹا اور سب کچھ ٹھیک ہے مگر آپ لوگ شجرۂ نسب کے معاملے میں سُستی کر رہے ہیں اور مختلف رِوایات عطا فرماتیں اور فرماتیں کہ آپ کا صحیح شجرہ نسب سادات ہی ہے۔

اللہ نے میرے بھائیوں کو یہ توفیق دی کہ اُنھوں نے صدیوں سے پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دُور کیا،جھوٹ کا رَدّ کیا اور سچ کا عَلَم بلند فرما دیا۔آج اس تصنیف نے سچائی کو ہمیشہ کے لئے امر کر دیا اور جھوٹ اور دجل وفریب کو قصہَ پارینہ بنا دیا ہے۔

لکھاری محض داستان گو نہیں ہوتا،اصل میں پیغمبرانہ انداز میں سچ کی ترویج کے لئے کام

کرتا ہے۔دُنیائے ادب میں جھوٹ اور افسانہ نگاری بہت ہوئی مگر دوام اُنھیں تحریروں کو حاصل ہوتا ہے، جن کا متن اور نظریہ دونوں سچ پر مبنی ہوں۔تحریر کی بلاغت اور زبان کی سلاست نے اِس کتاب کے حُسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔بالخصوص یہ ایک باریک بات ہے جو قارئین کی نذر ہے کہ جب دو تحریروں یا دو تصنیفات کا موازنہ ہوتا ہے اور اندازِ تحریر سیاق وسباق مصنف کے بارے میں واضح کر دیتا ہے کہ مصنّف کا علم اور تقویٰ کے حوالے سے کیا معیار ہے۔بلاغت وفصاحت ہی دوسری تمام سطحی اور عامیانہ کاوشوں کو ردّ کرنے کے لئے کافی ثابت ہوتی ہیں۔

سلام ہے اُن عظیم ماؤں کو، جن کی گود میں پلنے والوں نے ہمیشہ سچ کہا، سچ کا ساتھ دیا اور سچ کو اجاگر کیا اور سچ بیانی کر کے اَمر ہو گئے۔

آدَ سچ، جگادَ سچ، نانک ہوسی آخر سچ۔

احقر العباد

سیّد علی عباس حسینی گیلانی

خادمِ سلسلہ نوریہ محمودیہ مجدّدیہ چُورا شریف

تقریظ

پیر سیّد اسد اللہ شاہ غالب گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاجدارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نسبِ مبارک پر جب کچھ بد بختوں نے طعن کیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ منبر پر تشریف آراء ہوئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''من انا '' یعنی مَیں کون ہوں؟''فقالوا انت رسول اللہ''، یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں۔فرمایا:'' انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب''، مَیں محمد عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔آپ نے مزید فرمایا: اللہ پاک نے مجھے سب سے اچھے قبیلے قریش اور پھر اُن میں سب سے اچھے گھر بنو ہاشم میں پیدا کیا اور پھر اِس حدیثِ مبارک کے آخر میں فرمایا:''انا خیرھم نفساً و خیرھم بیتاً ''، یعنی میرا نسب اور قبیلہ اعلیٰ اقدار، بزرگی اور شرافت کا حامِل ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ، جو اِمام الرُّسل ہیں اور مختارِ کُل بھی، اُن کا یوں برسرِ منبر لوگوں کے سامنے اپنے نسب اور قبیلے کا شرف اور وقار لوگوں کو بتانا کہ جب بد باطن اور منافق اُن کے نسبِ اعلیٰ پر انگشت نمائی کریں۔ جب ہمارے نسبِ پاک پر بد بخت لوگ شکوک وشُبہات پیدا کرنے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں تو ہم جیسے ناقص و بے عمل لوگ سیخ پا کیوں نہ ہوں.

حضرت قبلہ بابا خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی نسلِ پاک کی دینی و رُوحانی

خِدمات اِس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ بڑے بڑے دیوہیکل اِس خاندان کے دینی، رُوحانی اور علمی وقار کے سامنے بونے قد نظر آتے ہیں، مگر بعض بونے اپنی پستیِ فکر کی بنا پر یہ سوچتے ہیں کہ خاندانِ چوراشریف کی ساری عزّت وتمکنت ہماری اِرادت ونسبت کی وجہ سے ہے ۔ یہ وہی واقعہ ہے کہ ایک ہاتھی پر چوہا سوار ہوگیا، ہاتھی پُل پر سے گزرا تو پل ہلنے لگا اور چوہا شور مچا مچا کر کہنے لگا کہ دیکھیں میرے وزن کی وجہ سے پل ہِل رہا ہے ۔بس یہی حقیقت ''دیئے اور دیا سلائی'' کی ہے ۔عقل مند کے لئے اِشارہ ہی کافی ہے ۔

خاندانِ چوراشریف کے بُزرگ، سادگی اور عاجزی ہمیشہ، جن کا شعار رہا ہے اپنے تبلیغی و رُوحانی مِشن پر کمر بستہ رہے اور اِدھر آستین کے سانپ منافقت کے نقاب اوڑھ کر ہماری رگوں میں زہر انڈیلتے رہے ۔

خاندانِ چوراشریف کے دو عظیم سپوت اور میرے بھائی جناب سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی اور جناب سیّد مطیع قادر گیلانی نے اِنتہائی تحقیق اور عرق ریزی سے باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد چوراہی گیلانی کے نسبِ اعلیٰ پر اُٹھنے والے اعتراضات کا مبسُوط جواب دے کر ایک عالَم پر مُہرِ سکوت ثبت کر دی ہے اور نسبِ اعلیٰ کی حقانیت پر ناقابلِ تردید ثبوت مہیا کر کے معترضین کی زُبانیں گُنگ کر دی ہیں ۔

کتاب ''اثبات النّسب'' میں جو اِختلاف اور اِعتراض سامنے آتے ہیں، مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ اِختلافات مبنی بر جہالت ہیں، اگر کوئی موضوع رِوایت خاندانِ چوراشریف کے کسی بزرگ کے ساتھ منسوب کر دی جائے، جس میں علمی اور فنّی لحاظ سے سُقم اور ضُعف ہو اور ثابت بھی ہو جائے کہ یہ دستاویز ایسے قد کاٹھ والے بُزرگ کے ساتھ منسوب کرنا درحقیقت اُس عظیم شخصیت کے ساتھ زیادتی ہے ۔ اِس بات کی تردید درحقیقت اُس عظیم ہستی کے عالمانہ وقار اور وجاہت کو مزید روشن کرے گی ۔

ہمارے لئے قرآنی اُسلوب ہی بہترین راستہ ہے کہ" وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔"اور پھر حکمِ رسول ﷺ یہ ہے کہ" تکلموا الناس علیٰ قدر عقولھم۔" جبکہ دوسرے گروہ کی مخالفت بر بنائے تعصّب اور اِحساسِ کمتری ہے۔ اِس گروہ کا تعلق اور طریقہ بالکل وُہی ہے جو تعلق اور طریقہ فرقۂ وہابیہ کا ہے، جو سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر توہین وتنقیص کا کوئی موقع بھی جانے نہیں دیتے۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی اِرادت اور عقیدت کا دم بھی بھرتے ہیں اور درپردہ خُبثِ باطن کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ عربی کا ایک محاورہ ہے:" المعترض کالاعمیٰ"اِعتراض کرنے والا اندھا ہوتا ہے۔ یہ لوگ اِحسان مندی اور نیازمندی کے اِحساس سے بیگانہ ہو کر عقل وشعور اور تعصُب کی آگ میں اندھے ہو گئے ہیں۔

باباجی علیہ الرحمۃ کے جوڑوں کی خاک کے طفیل اور آپ کے دسترخوان کے ٹکڑے کھا کر امیرِ ملت اور لاثانی کہلوانے والوں کی اَولاد فقط یہ سمجھ لے کہ باباجی علیہ الرحمۃ اور اُن کی اولاد رُوحانیت کا آسمان ہیں اور آسمان پر تھوکنے سے تھوک اپنے ہی منہ پر گرتا ہے۔

آخر میں اپنے بھائیوں، جناب سیّد بدر مسعو گیلانی اور سیّد مطیع قادر گیلانی کی اِن خدمات اور کاوشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور اُن کی علمی وفکری مَیدان میں مزید کامیابیوں کے لئے دُعاگو ہوں۔

پیر سیّد اسد اللہ شاہ غالب گیلانی

آستانہ عالیہ چُورا شریف

تقریظ

پیر سیّد اظہار احمد شاہ گیلانی

زیرِ نظر کتاب، مصنّفین کی انتہائی اہم کاوِش ہے۔ یوں تو ہر موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن انساب پر لکھی جانے والی کتابیں چند ایک ہی ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس موضوع پر قلم اُٹھانے سے پہلے نہ صرف گلی گلی بلکہ گھر گھر کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

مَیں اپنی طرف سے اور پورے خاندان کی طرف سے مصنّفین کو دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، جنھوں نے اِنتہائی عرق ریزی سے حضرت سیّد نور محمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر تحقیق کی اور اِسے معیار کی کسوٹی پر رکھتے ہوئے، حقیقت کو ثابت کر دیا۔ اور دِن رات کی محنت سے اِس قابل ہوئے کہ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، آئندہ جب بھی کوئی اِس موضوع پر لکھنا چاہے گا تو اس کتاب سے ضرور استفادہ کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اِس کتاب کو خاص وعام میں مقبول فرمائے، اللہ تعالیٰ مصنّفین کے علم میں مزید اِضافہ فرمائے اور دُنیا و آخرت میں سُرخرو رکھے۔ اُمیدِ واثق ہے کہ یہ کتاب اپنی نوعیت و افادیت کے لحاظ سے بہت مقبول ہوگی۔

پیر سیّد اظہار احمد شاہ گیلانی
سجادہ نشین، آستانۂ عالیہ چوراشریف

حضرت علامہ صاجزادہ پیر سیّد فیصل محمود شاہ گیلانی

آستانۂ عالیہ گیلانیہ چوُرا شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مَیں اِنتہائی شکرگزار ہوں جناب برادرِ اکبر پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی صاحب کا کہ انہوں نے موزوں موضوع کا انتخاب کیا اور مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ ہم سب کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔

پچھلے کچھ عرصے سے ساداتِ چورا شریف کے بارے میں جس طرح ایک منظّم سازِش کے ذریعے سادہ لوح عوام کے ذہنوں کو آلودہ کیا جارہا تھا، ضرورت تھی کہ کوئی مردِ حق عَلمِ مجدّدی لے کر اُٹھے اور حقیقت کو طشت از بام کر دے۔ یہاں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غیروں کی اِس سعیٔ لاحاصل نے کچھ ہمارے اپنوں کو بھی اتنا متاثر کیا کہ وہ بھی انہی کا راگ الاپنے لگے۔

پیر صاحب نے بہت مدلّل انداز میں ان سب کا توڑ کیا ہے۔ ان کی تحریر کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ فیضانِ شیخ احمد سرہندی مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا سُورج اب بھی پوُری آب و تاب

کے ساتھ سرزمینِ چوراشریف کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منوّر کررہا ہے۔حسب ونسب کی بنیاد پر تفاخُر کبھی بھی اہلِ حق کا شیوہ نہیں رہا۔حسب ونسب پر بے جا فخر کرنا زمانۂ جہالت کی بُرائیوں میں سے تھا۔جس کا حضوُر پاک ﷺ نے خاتمہ فرمادیا۔مگر یہاں اِس حقیقت سے بھی پردہ اٹھانا مقصود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہونا اور خود کو حضور ﷺ کی نسبت سے سیّد کہلانا ہرگز ہرگز برتری اور تکبّر کے زُمرہ میں نہیں آتا۔

مژدہ ہو اے ساداتِ کرام ! کہ تمہیں کائنات کی سب سے بڑی فضیلت حاصل ہوئی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت میں سے ہونا اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس فضیلت کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام نے دُعائیں کیں اور آپ تو وہ خوش قسمت ہیں جنہیں آقا ﷺ کی آل میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے۔آپ سے بڑھ کر کائناتِ ارضی میں کوئی خوش قسمت نہیں۔اِس اعزاز کا جتنا چرچا کر سکتے ہیں، کریں کیونکہ نعمت کے حصول پر خوش ہونا اور اس کا تذکرہ کرنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

ساداتِ چوراشریف اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کر سکتے ہیں، کریں کہ اس نے آپ کو اِس اِعزاز کے لئے چُن لیا۔آپ چُنیدہ لوگ ہیں، ببانگِ دُہل اِس اعزاز کا اظہار کریں اور اگر کوئی ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی عظمت کو کم کرنے کی سعیٔ لاحاصل کرتا ہے تو اس کی بھرپور مزاحمت کریں۔سازشی اور حاسد عناصر کو یہ باور کرادیں کہ غیرت سادات زندہ ہے۔قابلِ صدتحسین ہیں جناب پیر صاحب جنہوں نے علمی سطح پر تحقیقی طریقہ کار (Reseach Methodology) کا سہارا لیتے ہوئے حقیقت کو واضح کردیا۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ہر شخص کے لئے بالعموم اور مریدین باصفا کے لئے اِس کتاب کا مطالعہ لازم ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس Materialism اور Cut Throat

Competetion کے دَور میں جب تصوّف کے نام پر حرص وہَوَس کی دُکانیں سج چکی ہیں۔علم وعمل سے محروم،شریعت مطہرہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے والے اپنے اسلاف کے نام کو بیچنے والے پیشہ ورگدی نشین بن چکے ہیں۔کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کے آباءعلم وعمل کے حوالے سے یکتا تھے مگر یہ ان اعلیٰ لوگوں کی عصمت والی سفید چادر پر سیاہ دھبے ہیں،جنہوں نے اپنے اسلاف کو بدنامی کے سوا کچھ نہیں دیا۔اور بعض وہ کہ جن کا کوئی حسب ونسب ہی نہیں ایسے لوگ خانقاہی نظام کے زوال کا باعث بن رہے ہیں اور اس کا فائدہ منکرین تصوّف اُٹھا رہے ہیں اور ایسے بدخصلت افراد کی مثال پیش کر کے اہل حق کو بدنام کر رہے ہیں۔

مگر اس پرفتن دَور میں الحمدللہ چوراشریف سے روحانیت کا فیض جاری و ساری ہے۔یہاں جدید وقدیم علوم یکجا نظر آتے ہیں۔یہاں کے صاحبزادگان،فاضلین بھی ہیں،ڈاکٹر،پروفیسر اور بے مثال خطیب بھی ہیں اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کا ذریعہ بھی۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے جس کی طرف مصنف نے بھی اشارہ کیا ہے۔کہ حدیث رسول ﷺ میں نسب کی تبدیلی کرنے والے کو لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔

اکابرین چوراشریف کہ جن کی پاکیزہ زندگیوں کا ایک زمانہ معترف ہے،جن کی کیمیا اثر نگاہوں نے غیر مسلم افراد کو اسلام کی دولت سے مالامال کر دیا۔وہ بزرگانِ دین جو ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ تھے،جن کی صحبت ومجلس کی برکت سے لوگ وِلایت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو گئے۔یہ وہ اخیارِ اُمت ہیں کہ جن کے درخشاں کارناموں کو آج بھی سن کر قلوب واذہان میں سربلندئ دین،عظمت مصطفیٰ ﷺ اور غیرتِ ایمانی کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ایسے عظیم لوگ باطل اور طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہنے والے،'' اذا رءوا ذُکر اللہ '' کے مصداق اور لوگوں کو علم کی خیرات بانٹنے والے کیا روایتِ صحیحہ سے اتنے بے خبر تھے کہ ساری زندگی اس اعلیٰ نسب پر فخر کرتے رہے اور اس فخر کے شکر میں ربّ کے آگے سجدہ ریز رہے اور اپنی اعلیٰ

زندگی میں فقر و درویشی اور مسکینی کو اپنائے رکھا، فرمانِ رسول ﷺ ''اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی ہی میں دنیا سے اٹھا اور میرا مسکینوں کے ساتھ حشر فرما'' کے مطابق اور ''وللآخرۃ '' کے فرمانِ عالی شان پر کاربند رہے۔ اور ثُم الحمد اللہ اس کا عملی اظہار آج بھی سرزمینِ چورا شریف پر نظر آتا ہے۔ اس دعویٰ پر اتنی اعلیٰ ہستیوں کا قائم رہنا اور کتاب میں پیش کردہ تاریخی دستاویزات اس دعویٰ کے حق ہونے پر بیّن دلائل ہیں۔ ظنوا بالمومنین خیراً کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صالحین مومنین پر اچھے گمان کی توفیق عطا فرمائے اور اعلیٰ حضرت باباجی خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے گلستان کو تا قیامت آباد و شاد رکھے! آمین۔

والسّلام

صاحبزادہ علامہ پیر سیّد فیصل محمود شاہ گیلانی

زیب سجادہ آستانۂ عالیہ چورا شریف

تقریظ

حضرت علامہ پیر سیّد محمد اویس محبوب شاہ گیلانی آستانۂ عالیہ چُورا شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نسب السادات افضل من کل نسب

اللہ ربّ العزت کا فرمانِ عالیشان ہے :

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهۡرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيۡرًا ۝ (الفرقان)

''اور وہی ہے، جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا، پھر اس کے لئے نسب اور سسرال بنائے اور آپ کا ربّ قدرت والا ہے۔''

نسب کی تعریف

علامہ جمال الدّین ابن منظور افریقی ''لِسان العرب'' میں نسب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''نسب کا رشتہ انسان کے باپ کی طرف سے قائم ہوتا ہے'' ۔علامہ ابن الاثیر الجذری النّہایہ میں نسب کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

''نسب کا رجوع آباءَ کی جہت سے وِلادتِ قریبہ کی طرف ہوتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے نسب کا سلسلہ قائم کیا ہے تو انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کی نسبت سے آگاہ ہو اور اِس بات سے واقف ہو کہ اس کا مورثِ اعلیٰ کون ہے؟

اہلِ عرب نسب کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اِن میں کئی ایسے حضرات موجود تھے جو ماہرِ انساب کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے۔تاجدارِ صداقت، مرکزِ مہر وفا، وارثِ علومِ مصطفیٰ، خلیفہَ بلا فصل، حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صدیقہ کائنات اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بڑے اور منجھے ہوئے ماہرِ انساب تھے۔عرب والوں کا نام و نسب کی تحقیق کرنا اور اس کو بیان کرنے میں مہارت حاصل کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عربوں کو باقاعدہ نام و نسب کی تعلیم دی جاتی تھے اور نسب کی حفاظت کا سخت انتظام کیا جاتا تھا۔

سرورِ کونین، تاجدارِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی ہے ''تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم''(مشکوٰۃ شریف)، ''اپنے انساب کے بارے میں اتنا علم ضرور حاصل کرو کہ تم صلہ رحمی کر سکو۔'' علاوہ ازیں حضرت نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا شجرہَ مبارک حضرت عدنان تک بیان فرمایا ہے۔دُنیا میں سب لوگوں سے زیادہ افضل، اطہر، بابرکت، اقدس، اشرف اور بزرگی والا نسب سرورِ کونین ﷺ کا ہے۔یہ مبارک سلسلہَ نسب اتنی عظمت اور شان والا ہے کہ قیامت کے دن جب سب لوگوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اس سلسلہ کی عظمت اور برتری اس وقت بھی قائم و دائم رہے گی۔

امام حاکم اور امام طبرانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کل سبب و نسب ینقطع یوم القیامة الا ما کان من سببی و نسبی'' قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ حسب و نسب منقطع ہو جائے گا۔عظمت و شانِ نسب مِحمدی کی ایک اور نورانی کرن ملاحظہ کیجئے، سرورِ کون و مکاں ﷺ نے فرمایا:''ان اللہ اصطفیٰ کنانة من ولد اسماعیل و اصطفی قریشاً من کنانة و اصطفیٰ من قریشٍ بنی هاشم و اصطفانی من بنی هاشم'' (مسلم و ترمذی)۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے بنی کنانہ کو اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں

سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرف اِنتخاب بخشا اور پسندیدہ قرار دیا۔ سبحان اللہ!

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ رِوایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کافروں کے ناشائستہ الفاظ سن کر ممبر پر کھڑے ہوئے اور صحابہ سے پوچھا؛ مَیں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کی، آپ پر سلامتی ہو آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''مَیں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خلق میں پیدا کیا۔ پھر مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تو مجھے بہترین طبقے میں داخل کیا۔ پھر اُن کے مختلف قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں داخل فرمایا۔ پھر اُن کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے میں داخل کیا اور بہترین نسب والا بنایا (اس لیے میں ذاتی شرف اور حسب ونسب کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہوں)۔'' (ترمذی)

قرآن پاک میں بنی نوع انسان کو اقوام وقبائل میں تقسیم کرنے کی جو حکمت بیان کی گئی ہے وہ بھی یہی ہے کہ انسان اپنی قوم اور قبیلے یعنی باپ دادا کے ذریعے سے پہچانا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الناس انّا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ (الحجرات 13)

اے لوگوں ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں بڑی قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ تم آپس میں پہچان کرسکو بے شک اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اِس آیت مبارکہ میں دونوں باتوں کا اظہار فرما دیا گیا۔ یعنی یہ بات تو بلا شک وشبہ مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معیارِ قرب تو صرف اور صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہی ہے۔ لیکن اس

سے پہلے قبائل اور اقوام کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشارہ بھی دے دیا گیا ہے۔ کہ جہانِ زیست میں اقوام اور قبائل اہمیت ضرور رکھتے ہیں۔ مقصد واضح ہوا کہ انسان بااعتبار نسب اپنی قوم اور قبیلہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنا انتساب نہ کرے۔ ان اکرمکم (الخ) فرما کر یہ واضح کر دیا کہ محض اپنے نسب پر غرور اور گھمنڈ اور فخر کر کے کہیں انسان یہ نہ سمجھ لے کہ انسان کو برادری یا قبیلے کی وجہ سے نجاتِ اُخروی کی ضمانت مل گئی ہے۔

صدر الافاضل نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جانیں اور کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ نسب پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔ جہاں کہیں بھی اپنے نام ونسب، آباؤ اجداد کی وجہ سے دوسروں پر تفاخُر کو ظاہر کیا جائے گا، ممنوع ہوگا۔ اس لیے نسلی تفاخُر کی وجہ سے کسی کی تحقیر نہ کی جائے اور اگر غرور وفخر کئے بغیر اپنے آباؤ اجداد کے نسب سے آگاہی یا ان پر انعاماتِ الٰہی کے اظہار، یا اپنے آپ کو اپنے حقیقی صحیح آباء کی جانب منسوب کرنے کے لئے اپنا نسب بیان کیا جائے تو بالاتفاق یہ جائز ہے۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں علامہ حلیمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بنو ہاشم کی فضیلت کا جو بیان کیا ہے وہ بطور فخر نہیں بلکہ آپ نے ان کے مرتبہ ومقام کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا نیز یہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباؤ اجداد پر جو انعامات کیے، آپ نے بطور شکر اُن کا بیان فرمایا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت سیّدنا عبد اللہ سے لے کر حضرت سیّدنا آدم علیہم السلام تک سب کے سب پکّے سچّے مومن مسلمان تھے۔ کیونکہ انعاماتِ الٰہیہ نیک، برگزیدہ اور صاحبِ ایمان لوگوں پر ہی ہوتے ہیں۔ کما قال اللہ تبارك و تعالیٰ فی الفاتحہ۔ صراط الذین انعمت علیھم۔

اسی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جب جنگِ حنین کے موقع پر سیّد الکونین ﷺ نے اپنے

گھوڑے کو دُشمن کی طرف بڑھاتے ہوئے اعلان فرمایا تھا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

یہاں بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی نسبت، اپنے جدِّ اعلیٰ جناب عبد المطلب کے ساتھ منسوب کی لیکن بطور تفاخُر و تعصُب نہیں بلکہ بطور اظہارِ علوِ مرتبت و عظمت و شانِ عبد المطلب، وگرنہ "کلکم بنو آدم --" فرما کر سرکار نے بحیثیت انسان سارے امتیازات ختم کر دیئے اور لیس لاحد علیٰ احد فضل الا بدین و تقوٰی (رواہ احمد) فرما کر لوگوں کے ان مزعُومہ بُتوں کو پاش پاش کر دیا، جو قرابت نِسبی کے سراب میں بھٹکتے ہوئے علم و عمل سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ نسبی قرابت اُس وقت تک کام نہیں آئے گی جب تک عقیدہ و عمل کی پختگی نہ پائی جائے گی۔ فافھم و تدبر۔

کتاب رِشد و ہدایت قرآنِ کریم میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ادعوھم لاباءھم ھو اقسط عند اللہ (سورۃ الاحزاب ۔ ۵) انھیں ان کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر یہ بات سخت ممنوع فرمادی ہے کہ اُن کو ان کے باپ کے علاوہ پکارا جائے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کا فرمانِ عالیشان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اپنے باپوں سے اِعراض نہ کرو، سو جس شخص نے اپنے باپ سے اِعراض کیا تو یہ کفر ہے (بخاری شریف)۔ ایک اور حدیث پاک میں ارشادِ رسولِ ربّ العالمین ہے: ''جس نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ اس کا کوئی فرض اور کوئی نفل قبول نہیں فرمائے گا۔'' (مسلم شریف)

قارئینِ ذی وقار! اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نسب کی حفاظت کی کتنی اہمیت اُجاگر کی گئی ہے۔ نیک خصلت اور پاکیزہ صفات اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نسب کا تحفظ

کرے تا کہ کوئی اُن کی عزّت و ناموس اور آباؤ اجداد کے وقار کے منافی قدم نہ اُٹھا سکے۔

کتاب ہٰذا میں محترم والمکرم، برادرِ ذی وقار، پیر سیّد بدر مسعود شاہ صاحب گیلانی مجدّدی اس ذمّہ داری سے نہایت احسن انداز میں عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ ہمارے حضور، قبلہ عالم باواجی صاحب اور آپ کے جملہ صاحبزادگان، اولادِ پاک نے نسبی شرافت اور مجدّدی طریقت کا لحاظ کرتے ہوئے ہر دور میں مخلوقِ خدا کے لئے فیض رسانی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ حضور قبلۂ عالم نے نسبی قرابت کی وجہ سے حضور غوثِ پاک اور مجدّدی طریقت کے ساقی کی حیثیت سے، حضرت خواجہ سیّد بہاؤ الدین نقشبند بخاری اور حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس اللہ اسرارُہم کے فیض سے لوگوں کے دلوں کو روشن کیا ہے۔ میرے ایک محتاط اندازے کے مطابق پچھتر 75 سے زائد خانقاہیں حضور باواجی صاحب کی نگاہِ فیض سے قائم ہوئی ہیں۔ دیگر خلفاء اور مریدین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ آپ کے در سے گمناموں کو نام ملا، بے وقاروں کو وقار ملا، بے زروں کو زر ملا، بے قدروں کی قدر ہوئی، تنہا اور اکیلے انسان کو پوری جماعت نصیب ہوئی۔ لیکن باوجود اس شان و کاملیت کے اس قدر ادائے بے نیازی کہ آپ کے حلقۂ ارادت پر لوگوں نے اپنی پیری مریدی قائم کر لی اور ملک و ملت کے امیر بن بیٹھے۔ لیکن اِدھر اپنے ارادت مندوں سے محبّتوں کا ایسا دریا موجزن تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنی مسکراہٹِ دل نواز سے مزید ترقی درجات کے زینے طے کروا دیئے۔

اس جہاں میں اکثر محبّتوں کا صِلہ جفاؤں کی صورت میں ہی ملتا ہے۔ لیکن آج تک کبھی کسی نے اپنے محسن و مربّی کے حسب و نسب پر اُنگلی نہ اُٹھائی۔ صد حیف! کہ چند کوتاہ باطن ان نورانی کرنوں کو اپنے باطن میں زیادہ دیر قائم نہ رکھ سکے۔ ان ابن الوقت کاذبوں نے یقیناً بر بنائے حسد حضور قبلہ عالم کے نسب پاک پر زبانِ طعن دراز کی۔ لیکن اس بات کو بھول گئے

''اڑائے دھول چاند پر کب دھول پڑتی ہے''۔

اوراب یاد رکھیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی عزّت پر حرف نہیں آنے دیں گے۔

''گزر گیا اب وہ دَور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے''

اور یہ بات گوش گزار کرلیں۔

''سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اَب آشکار ہوگا''۔

ہمارے باواجی صاحب کے در کی خاک چھاننے والے اور حضور قبلۂ عالم کے جانوروں کی خدمت کرنے والوں کو آج لیلائے دشتِ جنوں بنا کر پیش کرنے والے ہر موقع پر کہتے ہیں''کہ موصوف جیسے ہی حضرت باواجی کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فوراً خلافت سے نواز دیا تو درویشوں نے عرض کی، اتنی جلدی اس کو خلافت کیسے مل گئی، حالانکہ ہم عرصۂ دراز سے یہاں موجود ہیں۔تو حضور قبلہ عالم نے فرمایا یہ بتّی اور تیل ساتھ لے کر آیا تھا، ہم نے صرف دیا سلائی دکھادی۔واہ رے حضرت واہ!

''جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے''۔

اگر یہی بات سچ ہے تو بقول بزرگانِ چوراشریف بارہ (12) سال تک حضور قبلۂ عالم کی گھوڑی کو چارہ کون ڈالتا رہا اور کیوں ڈالتا رہا؟ نیز اگر سب کچھ موصوف کے پاس موجود تھا تو ''بتّی اور تیل لے کر چوراشریف آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی دیا سلائی تو کوئی بھی دکھا دیتا۔''ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ''، ہمیں بہت مجبور ہو کر یہ انداز اختیار کرنا پڑا۔ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی عزّت سے بڑھ کر کسی کا کوئی خیال نہیں۔

نہ تم ہمیں چھیڑتے نہ یوں ہم صدا دیتے

ہمارے آباؤ اجداد کے ساتھ طریقت اور نسبی قرابت کے افتخار کو لوگوں نے سرمایہ سعادت جانا۔ پوری نقشبندی دُنیا کی توجہُ کا قبلہ باواجی صاحب کی ذاتِ گرامی کی طرف مبذول ہونا کس بنا پر تھا؟ کیا فقط اس بات پر کہ آپ تیراہ شریف سے ہجرت فرما کر چوراشریف منتقل

ہو گئے تھے؟ پیر ناروو ال کی اولاد بڑی شدّو مدّ کے ساتھ کہتی ہے کہ ’’سیّد نے پٹھان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔‘‘ لیکن علم و دانش اور تحقیق و تدقیق سے عاری یہ صاجزادگان اتنا نہیں جانتے کہ پٹھان کسی نسل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ صرف افغانستان اور اس کے گرد ونواح میں بسنے والے لوگوں کی پہچان بنا ہے۔ جیسے پنجاب میں رہنے والے کو پنجابی کہا جاتا ہے اَب اس کا کیا مطلب ہے کہ پنجاب میں دوسری کوئی قوم آباد نہیں۔ یہاں تو برادریوں کے انبار لگے ہیں۔اعوان، راجپوت، کشمیری، آرائیں، سادات وغیرہ کتنی ہی برادریاں ہیں لیکن کیا کیا جائے اس خبُثِ باطن کا جو عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے سرکارؐ کی ذات ابوجہل کو نظر نہ آتی تھی۔ وگرنہ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت زلفاں والے پیر اور اُن کے برادرِ مکرم حضرت خواجہ سیّد گل نبی شاہ گیلانی، (جو کہ امام الفقرا، حضرت خواجہ سیّد فقیر محمد گیلانی چوراہی ،مرشدِ گرامی نارووالی پیر) کے فرزندانِ گرامی ہیں۔اُن کی تعویذات کی کتب و خاندانی مخطوطات میں قلمی شجرۂ مبارکہ لکھا ہوا موجود ہے۔جس میں ان حضراتِ گرامی نے اپنے سادات ہونے کی نسبت ظاہر کی ہے۔لیکن بُرا ہو شیطان کا، جو انسان کو بہر حال گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

عرصہ ڈیڑھ سو (150) سال سے ہم بے وفائی و خود نمائی کے ستم سہتے آرہے ہیں۔لیکن قدرت کی طرف سے ہمیشہ یہ انتظام ہوتا رہا کہ ہر دَور میں باواجی صاحب کی اولادِ پاک میں سے کسی نہ کسی مردِ کامل نے آپ کے نسب پاک کے متعلق زبانِ طعن دراز کرنے والوں کے منہ میں لگام دی۔اَب جب انتہا ہوئی اور ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی صاحب کو یہ توفیق بخشی کہ اُنہوں نے باواجی صاحب کے نسبِ پاک کے متعلق تحقیق کر کے حاسدوں اور مخالفین کی خدمت میں یہ کتاب بطورِ ثبوت پیش کر دی۔ان کے اس کارنامے پر میں تو یہی کہوں گا۔

اَب بچاتے ہی پھریں اپنے گریبانوں کو
ہم نہ کہتے تھے مت چھیڑئیے دیوانوں کو

ان بدبختوں کا فرض تھا کہ وہ ہمارے دوہرے حق کو پہچانتے ایک حق نسبتِ سادات کا اور دوسرا حق شیخِ طریقت ہونے کی وجہ سے ۔ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں بعض علماٗ فرماتے ہیں ''سادات اگر چہ نسب میں بعید بھی ہوں اس کے باوجود ہم پر اُن کے حقوق ہیں ۔من جملہ یہ کہ ہم اپنی آرزؤں اور خواہشات پر اُن کی رضا کو مقدم سمجھیں اور اُن کی تعظیم و توقیر بجا لائیں''۔لیکن اِن نادانوں پر نفسانی خواہشات اور شیطانی آرزؤں کا ایسا غلبہ ہوا کہ رضامندی تو کیا تلاش کرتے تعظیم و توقیر تو کیا بجالاتے ،اُلٹا جس در کے ٹکڑے کھائے اسی کی طرف منہ کر کے عزانا شروع کر دیا۔

جناب والا! اَب مکافات عمل کا آغاز ہوا چاہتا ہے ۔آخر ایک دن یہ بات ظاہر ہونی تھی کہ ہمیں فاروقی النّسب ظاہر کرنے والے خود کیا ہیں؟ باواجی صاحب کے نسبِ پاک پر زبانِ طعن دراز کرنے کے لئے زر خرید آستین کے سانپوں ،طوطا چشم مولویوں اور فتنہ پرور پروفیسروں کا سہارا لے کر جب اپنا خون سفید کیا گیا تو ہمیں اِن کی اس دیدہ دلیری پر غُصّہ بھی آیا اور حیرت بھی ہوئی کہ

چہ دِلاور است دُزدے کہ چراغ بکف دارد

صاجزادہ سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی صاحب ،جو کہ خاندانِ عالیہ کی انتہائی قابلِ احترام شخصیت ،منکسر المزاج ، درویش صفت انسان ،عمِ محترم جناب پیر سیّد مسعود الحسن شاہ گیلانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ، الملقب بہ''صوفی صاحب'' کے فرزندِ ارجمند ہیں اور میرے ساتھ انتہائی محبّت ،شفقت ،مہربانی اور مروّت میں ہُو بہو اپنے والدِ گرامی کی تصویر ہیں،قابلِ صد تبریک و تحسین ہیں کہ خانوادہَ عالیہ چورا شریف کے تعاون ،بزرگوں کی دُعاؤں اور عزیزوں کی نیک

تمناؤں کی برکت سے اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور حضور قبلہٴ عالم باواجی صاحب کے نسبِ مبارک کا دفاع کرنے کا سہرا اَب کی بار اُن کے سر باندھا گیا اور درگاہ کے دشمنوں کو للکارتے ہوئے انہوں نے یہ اعلان کیا کہ

''اَب جگر تھام کے بیٹھو کہ ہماری باری آئی''

اور اس اعلان میں باواجی صاحب کی جُملہ اولادِ پاک ان کی ہمنوا ہے۔

مَیں ان کی اس تحقیق سے اور اس شجرہ مبارکہ کی صحت سے مکمل طور پر اتفاق کرتے ہوئے متوسّلین و معتقدینِ چورا شریف اور جملہ مریدین کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ اس کتابِ مستطاب کو اپنے حلقہٴ احباب میں نشر کر کے حضور باواجی صاحب کی روحانی توجّہات کے حقدار بنیں۔ چورا شریف کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے باواجی صاحب کی عزّت و عظمت کی پاسداری آپ کا اوّلین فرض ہے۔ دوسری جانب نمک خواری کے بعد نمک حرامی کر کے میر جعفر و میر صادق کی یاد تازہ کرنے والوں کی خدمت میں بقول شاعر عرض ہے،

اَب ہوائیں خود کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

الراجی الی اللہ الغنی

سیّد محمد اویس محبوب شاہ گیلانی مجدّدی

سجادہ نشین دربارِ عالیہ چورا شریف

دربارِ عالیہ چوُراشریف
کا مختصر تعارف

از

حضرت علامہ محمد خلیل مجددی
سانگلہ ہل

بانیٔ چوُرا شریف

حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

چوُرا

چوُرا ،اعوان کاشتکاروں کی ایک گمُنام بستی تھی ۔اس کے قریب سے ایک قدُرتی برساتی نالہ ریسی یا کَسّی بہتی ہے ۔ یاد رہے کہ مکاں کا شرف مکیں سے ہوتا ہے ۔اگر مکین نیک نام ہوتو بستی یا آبادی سعادت مند ہوجاتی ہے اوراگرکسی جگہ کوئی بدنام مکیں بن جائے تو وہ مقام بدنام ہو جاتا ہے ۔جیسا کہ خرقان قزّاقوں کی آبادی ہونے کے باعث بدنامِ زمانہ تھی ۔اس آبادی میں حضرت ابوالحسن علی بن حسین (خرقانی) رحمۃ اللہ علیہ حسبِ بشارت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تولدّ ہوئے ،وہیں تاحیات زندگی بسر کی تو وہ قصبہ خرقان شریف کے پرُسعادت نام سے شہرت پا گیا۔

بعینہٖ دارالارشاد ’’چورا شریف‘‘ تو محض ایک موضع ہے اس کی ساری شہرت باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی آماجگاہ اورمرکزِ نقشبندیہ مجدّدیہ ہونے کی وجہ سے ہے ۔اوراس مہبطِ انوارو تجلّیات کی وجہ سے مرجعِ خاص وعام ہے ۔جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے ۔

خلیفہ احمد فقیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باباجی، غوثِ زماں سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے چورا شریف قدم رنجہ فرمانے سے قبل اپنے آبائی مقام اخوندکوٹ تیزئی شریف میں قیام پذیر رہے۔ اسی آبادی ''چورا'' کا نمبردار خلیفہ احمد فقیر رحمۃ اللہ علیہ گاہے گاہے (وسطی) پنجاب سے آنے والے عقیدت مندوں کا قافلہ لے کر باباجی، غوثِ دوران، حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں وادیٔ تیراہ کی آبادی ''تیزئی شریف'' حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس قافلے کے سہارے کے بغیر دشوار گزار سنگلاخ، تنگ اور پُرخطر پہاڑی راستوں کو تن تنہا طے کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ اور وہاں کی زبان پشتو میں گفتگو کے بغیر قبائلی پٹھانوں کی آبادیوں کے درمیان سے کوئی کیسے سفر کرے۔

چُوراشریف

آستانۂ عالیہ چورا شریف وادیٔ پوٹھوہار کے سنگلاخ خطہ میں قدرت کی دلکشیوں، دل فریبیوں سے مزیّن، دل نواز مناظر کی حسین کی آماجگاہ ہے ؎

چورے کی نہیں گلیاں اوراقِ مصوّر ہیں
جو شکل نظر آئی تنویر نظر آئی

بلکہ سبطِ باباجیؒ کے ہر فرد میں باباجیؒ کی صوری، معنوی اور کرداری تصویر نظر آئی، فطرت نے ہر طرف طورِ سینا کی مقدّس وادی کی مانند اس سر سبز سطح مرتفع میں رُوح پرور مناظر بکھیر دیئے ہیں ؎

زُباں پر اے خدا! یہ کس کا نام آیا
فرشتہ لے کے پیغامِ سعادت میرے نام آیا

ایسے دلرُبا مناظر فطرت کا میدانی علاقوں میں تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی

ماحول، فطرت کی بجا طور پر عکاسی کرتے ہیں ۔

شورش سے بھاگتا ہوں ، دل ڈھونڈھتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

اسی لئے باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام کے لئے ایسی جگہ کاانتخاب فرمایا۔ عقیدت سے دیکھنے والوں کے لئے تو یہ مقام حد درجہ قدرومنزلت رکھتا ہی ہے ،عام تفریحِ طبع کی خاطر آنے والوں کے لئے بھی خصوصی طور پر جاذبِ نظر ہے اور اہلِ دل کے لئے تو عکسِ مدینہ ہے کیونکہ یہ ایک نائبِ رسول کی ابدی اقامت گاہ ہے۔

آبائے کرام

غوثِ زمان، حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی، حضرت سیّد محمد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ شیخِ کامل گزرے ہیں ۔انہوں نے طریقتِ نقشبندیہ مجدّدیہ، اپنے دور کے ولیِ کامل حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور اپنے شیخ کی نگرانی میں تربیّت ان کے خلیفۂ اجل خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے پائی ۔ان کے احوال اجمالاً پیش ہیں ۔

سیّد محمد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

سیّد محمد فیض اللہ گیلانی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی ’’اُستاذ العلماء‘‘ تھے ۔اس دَور کے کئی علماء و قاضی ان کے تلمیذانِ رشید تھے ۔آپؒ نے بھی اپنے والدِ گرامی سے ہی تحصیلِ علوم دینی اختیار کی۔ درس و تدریس سے فراغت کے بعد عین شباب میں سلطان احمد شاہ ابدالی (درانی) کی فوج میں شامل ہو گئے۔

شاہ جمال اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ جمال اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دورِ حیات میں سرخیلِ طریقۂ نقشبندیہ رہے۔

سلسلۂ طریقت

جناب عارف باللہ حضرت سیّد شاہ جمال اللہ، بن سیّد شاہ محمد روشن قدس سرہ، ارادت آورد بجناب قطب الزّمان سیّد قطب الدّین بن حضرت محمد اشرف حیدر حسین بن عنایت اللہ، و ایشان بجناب قیومِ رابع خواجہ محمد زبیرؒ بن شیخ ابوالاعلیٰ، و ایشان بجدّ ِ خود حجۃ اللہ خلیفۂ دوران، قیومِ ثالث حضرت محمد نقشبند ثانی، و ایشان بہ پدر خود قیومِ ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، و ایشان بہ پدر خود قیومِ اوّل حضرت مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ

فیضانِ مجدّدیہؓ

سیّد محمد فیض اللہ گیلانی تیراہیؒ، سیّد شاہ جمال اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی خِدمت میں حاضِر ہوئے تو پہلی ہی نگاہ میں منازلِ سلوک کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرلی ۔

حادثہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے

جب نگاہ سے نگاہ ملی تو شاہ جمال اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے جمالِ پُرتاثیر سے متاثر سے ہوئے بغیر نہ رہ سکے، آپ کے قدومِ میمنت لزوم میں آ گرے ۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

التجائے سالک

سیّد محمد فیض اللہ گیلانی تیراہیؒ نے داخلِ طریقہ نقشبندیہ ہونے کی درخواست کی ۔شیخ نے بکمال شفقت بیعت فرمالیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفۂ خاص خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے

ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا کہ بیعت اگر چہ میری طرف سے ہے لیکن اس کی تربیّت و تکمیل آپ کے ذمّے ہے۔

بشارتِ غوث دوراں : شیخ نے نسبتِ نقشبندیہ عطا فرمائی اور بشارت دی تھی کہ آپ کو نسبتِ نقشبندیہ سے اِس لئے نوازا ہے کہ آپ کی اولاد میں ایک قطبِ زماں و غوثِ دوراں تولّد ہوگا اور آپ کے ذریعے یہ نسبتِ نقشبندیہ مجدّدیہ اس قطب و غوثِ زماں کو پہنچے گی۔

بشارت (نائبِ مجدّدالفِ ثانی رضی اللہ عنہ)

حضرت سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادتِ باسعادت کے بعد والدِ گرامی خواجہ سیّد محمد فیض اللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ لختِ جگر ''نائبِ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ'' ہوگا۔ اور خاندانِ نقشبندیہ کو اس کے وجود سے ایسا فروغ حاصل ہوگا کہ پُوری دُنیا میں اس کے نوُر سے خلق اللہ فیضیاب ہوگی۔

اکتسابِ فیض

حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حسبِ بشارات مادرزاد ولی اللہ تھے۔ وِلایت کے آثار صغیر سنی سے ہی نمایاں ہونے لگے تھے۔ آپ نے دینی علوم اپنے والدِ گرامی سے ہی حاصل کر لئے اور علومِ شرعیہ متداوِلہ میں بلند پایہ قابلیت و صلاحیّت کے مقام پر متمکّن ہوئے۔ طریقت میں بھی اپنے والدِ گرامی سے بیعت ہو کر جلد ہی سلوکِ نقشبندیہ مجدّدیہ کی اعلیٰ منازل طے کر لیں اور خلافتِ مجددیہ کے فیضان سے ہر چہار سلاسِلِ طریقت اور چہاردہ خانوادہ ہائے سلاسل کی اجازتِ بیعت و مجازِ ترویج و اشاعتِ فیضان سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح آپ سلسلہ عَلِیّہ صدّیقیہ نقشبندیہ مجدّدیہ، قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں مجاز ہوئے، جو کہ حضرت شاہ جمال اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے امامِ ربّانی، مجدّد الف ثانی ، شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی

رضی اللہ عنہ سے ودیعت ہوئے تھے۔

عطائے منصبِ غوثِ دوراں، قطبِ زماں،

حضرت شیخ خواجہ سید نور محمد گیلانیؒ، بانیٔ چوُرا شریف

یہ خبر اولیاءَ اللہ میں تواتر کے درجے تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ آخری ایّام میں قریباً چھ (6) ماہ تک متوحّش و فکرمند رہے۔ اس دوران ایک روز بے قراری و بے چینی کو بھانپ کر ان کے پوتے نے عرض کیا کہ مَیں گزشتہ کئی روز سے آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں، کیا معاملہ ہے؟ آپ نے اسے ٹال دیا۔ کچھ روز بعد دوبارہ پوچھا تو پھر بات کو ٹال گئے کچھ دن بعد پوتے نے پھر استفسار کیا تو فرمایا: تمہاری تسکین کی خاطر ظاہر کئے دیتا ہوں کہ مجھے پوری دُنیا کی قطبیت و غوثیت عطا ہوئی ہے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ پوتا بھی فیض یافتہ تھا وہ اس رازِ معرفت کو واضح کروانا چاہتا تھا)۔

خواجہ صاحبؒ نے مزید فرمایا، اب میرا وقتِ آخر قریب ہے مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ مَیں یہ منصب کسی مناسب اہل کے حوالے کر جاؤں۔ میں کئی روز سے اولیاءَ اللہ پر نگاہ ڈال رہا ہوں کہ یہ امانت کس کے سپرد کروں۔ میرا خیال (خواہش) ہے کہ گھر کی دولت گھر میں ہی میں رہے لیکن چشتی اولیاءاللہ میں اب کوئی اس کا اہل نظر نہیں آرہا۔ اگر کوئی اس منصب کا اہل نظر آتا ہے تو نقشبندیہ میں اور وہ چورا شریف میں باباجی حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مَیں نے پوری رُوئے زمین کی قطبیت و غوثیت ان کے حوالے کر دی ہے۔ اب انہوں نے اس پر قبضہ جمالیا ہے۔ اور اس کو باہر نہیں جانے دیتے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ترجمہ۔زیادہ خوش کُن بات یہی ہے،کہ دلبر کا مخفی راز، درجہ ومقام یگانوں کی بجائے بیگانے یا غیر بیان کریں۔

شمس الدّین سیالوی ؒ کے خلیفہ کی حاضری

حضرت سیّدمحمدنور بادشاہ گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ(قطبِ زماں سیّد فقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے) کے خلیفہ جناب مولوی غلام محی الدّین صاحب سانگلہ ہل ،جو زندگی کی پچانویں بہار گزار رہے ہیں،وہ اس کے راوی ہیں کہ انہوں نے باباجی قطب وغوثِ زماں، حضرت خواجہ سیّدنورمحمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہَ اقدس کے پاس ایک عمر رسیدہ بزرگ کو مراقب پایا۔جب وہ اپنے شغلِ مراقبہ سے فارِغ ہوئے تو استفسار پر انہوں نے بتایا کہ وہ خواجہ شمس الدین چشتی سیالوی صاحب ؒ کے ارشاد و ہدایت پر یہاں حاضر ہوئے ہیں۔انہوں نے اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ شمس الدّین سیالوی رحمۃ للہ علیہ کے حوالے سے مندرجہ بالا حاضری کا واقعہ روایت کر کے مزید بیان کیا کہ چونکہ قطبیت وغوثیت یہاں منتقل ہو چکی ہے اس لئے عصرِ حاضِر کے قطبِ وقت سے فیضیاب ہونے کے لئے حاضِری دے رہا ہوں۔

نبیرہَ قطب عالم کی حاضری

محترم مولوی غلام محی الدین صاحب (مذکور) نے مشائخ چوراہیہ کے حوالہ سے یہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ قطبِ زماں ،حضرت خواجہ سلیمان تونسوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے راولپنڈی سے بذریعہ ٹرین واپس وطن تونسہ شریف جاتے ہوئے یہاں سے گزرے۔انہوں نے ولایتِ غوثِ دوران کے جذب وکشش کو محسوس کیا تو ہمراہیوں سے دریافت کیا کہ یہ کون سا مقام ہے؟ جواب ملا،یہ چوراشریف ہے۔اگلے ریلوے اسٹیشن ''لنگر'' پر اتر کر وہاں سے اپنے دوساتھیوں کے ہمراہ پیدل ''مرکزِ فیض'' چوراشریف تشریف لائے اور باباجیؒ کے مزارِاقدس

مہبطِ انوار و تجلّیات پر دیر تک مراقب رہے۔ حضرت خواجہ سیّد محمد معصوم بادشاہ گیلانی چوراہی (قطبِ عالم سیّد فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پڑ پوتے) کو پتہ چلا تو ان کو ملنے مزارِ اقدس پر تشریف لے آئے۔ جب وہ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو انہیں اپنی رہائش گاہ پر اِعزاز و اِکرام کے ساتھ لائے اور خاطر و مدارات کی۔ انہوں نے اپنے تاثرات میں بیان فرمایا:

''میں نے (مراقبہ میں) بہت (روحانی) پرواز کی لیکن باباجیؒ کے مقامات و درجات کی رفعت کو نہیں پاسکا''۔

ایسا کیونکر نہ ہو، غوثِ زمان کا مقام ہے۔ واپسی پر ان کو گھوڑے کی سواری مہیا کی گئی تو وہ اپنے ہمراہی عقیدت مندوں کے ساتھ ''لنگر'' ریلوے اسٹیشن پر جا کر پھر کسی ٹرین میں سوار ہوئے اور عازمِ وطن مالوف ہو گئے۔ مَثَل مشہور ہے

ولی را ولی می شناسد

ترجمہ: ولی اللہ کو ولی اللہ ہی پہچانتا ہے۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادت، سرحد کے آزاد قبائلی علاقے کی وادئ تیراہ کے مقام اخوند کوٹ تیزئی شریف 1179ھ مطابق 1765ء میں ہوئی۔ میاں احمد فقیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مخلصین کا بے حد اِصرار بڑھا تو آپ نے شفقت فرماتے ہوئے آمادگی کا اظہار فرمایا، اور 1284ھ میں موضع ڈراڈر سے 75 میل یا ایک سو بیس 120 کلو میٹر کے فاصلے پر چورا شریف ضلع اٹک تشریف لے آئے تو قدرتی برساتی نالہ ریسی یا کسّی کے کِنارے جہاں حسب الارشادِ مرشد ، میاں احمد فقیر نے گیارہ سال قبل مسجد اور رہائش گاہ یا ڈیرہ بنایا تھا، وہاں سکونت اختیار فرمائی اور صرف ڈیڑھ سال تک آبادی فرما کر 13 شعبان المعظم 1286ھ مطابق 1869ء عقیدت مندوں اور مرکزِ فیض مجدّدیہ کے تشنہ کاموں کو داغِ مفارقت دے گئے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یہاں حسبِ وصیت بغیر کسی قبُہ کے روضۂ اقدس قائم ہوگیا۔جولائی 1969ء میں پشاور کے حاجی فقیر محمد صاحب مرحوم نے اس پر صرف چھت ڈال دی، کہ گرد و غبار سے محفوظ رہے، لیکن ثقلِ گنبد سے اب بھی مبرّا ہے ؎

طورِ یک بار تجلّی گہِ سبحان گردید

ہست ہر لحظہ بریں روضہ تجلّی دگر

ترجمہ۔طورسینا، پرایک بار تجلی اللہ سبحانہ کی پڑی، اور یہاں ہے ہر لحظہ بار بار ویسی تجلّی پڑتی ہے

صورتش لوٴلوئے صافی ، چو قصورِ جنت

خاکِ آں پاک زمیں است چوں مشکِ ازفر

ترجمہ۔ اس کی صورت بڑے آبدار مصفیٰ موتیوں کی طرح ہے، جیسے جنّت کے محلّات میں ہیں، اس پاک زمین کی خاک تیز خوشبو والی خالص مشک کی طرح ہے۔

علمی ورثہ

حضرت باباجیؒ سیّد نور محمد گیلانی چوراہیؒ ، بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کی طرح اہلِ علم ولی اللہ تھے۔ محسوس و معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس کُتب کا بڑا اہم ذخیرہ تھا، جن میں سے سات نسخے اس فقیرِ حقیر کو دارالفیض چورا شریف کے ایک پیرزادہ صاحب نے کرم نوازی فرماتے ہوئے مشاہدہ کرائے۔ان کے علاوہ بھی کتب ہیں مثلاً باباجیؒ کا وصیت نامہ موجود ہے، اس کو شائع کرنا از حد لازم ہے۔

ایک قلمی نسخہ حضراتِ خورد، حضرت خواجہ سیّد شاہ محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدست مولوی مست علی، خلیفۂ مجاز باباجیؒ نقل کروایا تھا، وہ بھی بندہ نے مشاہدہ کیا ہے۔ اِس کے عَلاوہ حضرت پیر سیّد کبیر علی شاہ گیلانی مدظلہ العالی کے پاس کچھ قلمی نسخے موجود ہیں ان میں ایک کتاب جو محفوظ کرائی گئی ہے، وہ ''تحائف نوریہ'' ہے۔

مفتی گل رحیمؒ ۔ باباجیؒ سیّد نور محمد گیلانی غوثِ زمان رحمۃ اللہ علیہ جب ڈراڈر شریف سے چوراشریف تشریف لارہے تھے تو ان کے ہمراہ اپنے خاندان کے چند افراد کےعلاوہ ایک فرد مفتی گل رحیمؒ صاحب تھے۔ خاندان کے باقی افراد سات سال بعد انتظامات مکمل ہوجانے کے بعد حضراتِ خورد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چوراشریف پہنچے تھے۔ غوثِ زماں کے ساتھ وادیٔ تیراہ کی ایک بستی کے مفتی صاحب مذکور بھی شریکِ سفر رہے۔ دورانِ سفر جب دریائے اٹک (سندھ) پار کرلیا تو بیٹھے بیٹھے مفتی صاحب نے برمَلا کہا، رسول اللہ ﷺ کا معراج شریف کی رات جانا اور آنِ واحد میں واپس آنا سمجھ نہیں آتا، یہ قِصّہ یونہی بنا رکھا ہے دراصل معاملہ کچھ نہیں، بھلا کیسے ممکن ہے کہ عالَمِ بالا میں اٹھارہ (18) سال گزارے واپس آئے تو بستر گرم ہو، وضو کا پانی چل رہا ہو اور دروازے کی کُنڈی ہل رہی ہو۔

آپ خاموش رہے، نماز کا وقت ہوا تو مفتی صاحب کی بجائے خود اِمامت فرمائی۔ پہلی رکعت میں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ اور دوسری رکعت میں وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی (معراج شریف والی دو آیات) تِلاوت فرمائیں۔ دریا اُن کے سامنے تھا، سلام پھیرا تو پوچھا مفتی صاحب! دریا کہاں ہے؟ دیکھا تو تمام نمازی دریا سے پار تھے۔ فرمایا: آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہم دریا کیسے عبور کر آئے تو یہ کیسے پتہ چلے کہ رسول اللہ ﷺ کیسے گئے اور واپس آئے۔ مفتی صاحب قدموں میں گِر پڑے۔ غلط افکار و عقاید اور اولیاء اللہ کے خِلاف سوچنے سے توبہ کی، ساتھ ہی

بیعت ہونے کی درخواست کی، جس کو قبول فرمالیا گیا۔

رِوایت ہے کہ حضرت خواجہ سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ دورانِ سفر ’’بن‘‘ نزد ٹیکسلا، منزل پر رُکے، تو اپنی اونٹنیوں کو چرَنے کیلئے کھلا چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر میں ایک کِسان آیا، کہ آپ کی اونٹنیوں نے میری باجرہ کی فصل خراب کر دی ہے۔ آپؒ نے فرمایا، فصل آپ نے کاشت کی ہے، اس کے علاوہ جو گھاس کے ساتھ خود رَو جڑی بوٹیاں اُگ آتی ہیں، ان پر تو حیوانوں کا حق ہے۔ آپ کہیں تو مَیں ساتھ چلتا ہوں ورنہ خود جا کر دیکھ لیجیئے! اگر گھاس اور جڑی بوٹیوں کے علاوہ آپ کی فصل کا پتّا بھی کھایا ہو تو بتا دیں (میں ذمّہ دار ہوں)۔ ورنہ شکایت بے جا ہے۔ اُس نے جا کر دیکھا تو حیران رہ گیا اور خوشی ہوئی کہ انہوں نے باجرہ کی فصل کا کوئی پتّا نہیں کھایا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ تائب ہوا اور داخلِ سلسلہ ہو گیا۔

’’تحائفِ نوریہ‘‘

یہ کتاب، تصوّف وطریقت کے مقالات کا مسوّدہ ومخطوطہ، حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں سے ایک ہے۔ یہ مقالات تو باباجیؒ کے ہیں لیکن آپؒ نے مفتی گل رحیم صاحب سے مرتّب کرائے۔ ان میں سے اکثر مقالات کے شرُوع میں دو کاتبوں کی مہریں ثبت ہیں، جن کے اسمائے گرامی عبدُالصّمد مرید نقشبند اور محمدُ عمر ہیں۔ اس کتاب کے ہر مقالے کو تحُفہ کا نام دیا گیا ہے، تحُفہ اوّل، تحُفہ دوم اور تحُفہ سوم وغیرہ۔ اس میں تیرہ (13) تحائف کے علاوہ مزید مضامین بھی موجود ہیں۔ اِسی لئے اِس کتاب کا نام ’’تحائفِ نوُریہ‘‘ تجویز ہوا۔ ہر مقالہ میں طریقت کے نفیس سے نفیس تر اُمور پر بحث ہے۔ مندرج عبارات پر حوالہ جات بکثرت موجود ہیں۔ زیادہ تر انحصار مکتوباتِ مجدّد الفِ ثانیؓ پر کیا گیا ہے۔ کتابت شُستہ اور احسن انداز میں کی گئی ہے البتہ کتابت کی اغلاط موجود ہیں اس لئے مطالعہ نہایت احتیاط سے کرنا پڑتا ہے۔

نیابت عامہ

کسی عقیدت مند نے باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا کہ آپ کے بعد آپ کا نائب و جانشین کون ہوگا؟ تو آپ نے جواباً ایسا عمدہ و نفیس بلکہ فراخ دِلانہ فیصلہ فرمادیا کہ اس کی مثال مِلنا ممکن نہیں بلکہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیصلہ مجدّدی کمالات کا حامِل ہے۔آپ نے برمَلا اِرشاد فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مہمان اور دین کے پیاسے دُور و نزدیک سے اپنی تشنگی بجھانے اور فیوُضات سے سیراب ہونے کے لئے آئیں گے میری اولاد میں سے جو اُن کی زیادہ خدمت کرے گا وہ میرا نائب ہوگا۔

اندریں احوال مشائخ چورا شریف میں خلافت عام ہے مخصوص نہیں ہے ، اس لئے وہاں خلافت کا کوئی اختلاف و انتشار نہیں ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تقریظ

مفتی نوید نعیم مجدّدی الاظہری صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدك اللهم یا الله خلقتنا و هدیتنا وانقذتنا من النار والصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله صلی الله علیه و سلم لقد بلغت الرسالة و ادیت الامانة و نصحت الامة و محوت الظلمة صلی الله علیك و علیٰ اٰلك واصحابك اجمعین ۔کونوامع الصادقین

پیرِطریقت رہبرِشریعت پروُردہ آغوشِ وِلایت سیّد وسند ومرشدی ومربّی حضرت علامہ پیر سیّد بدرمسعود شاہ گیلانی مدظلہّ العالی کی طرف سے کتاب ''اثبات النّسب'' کامسوّدہ عنایت ہوا۔ یہ کتاب تاجدارِچوراشریف ،واقفِ حقیقت ورموز ،وارثِ وِلایت مجدّدیہ،قطب اقطاب حضورقبلہ و کعبہ باباجی سیّدنورمحمد گیلانی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہَ نسب پرلکھی ہے۔

حضورقبلہ باباجی سیّدنورمحمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نسب نامہ پر بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں ،جن میں اکثر کذّاب قسم کے لوگوں نے اپنی ذاتی دشمنی اورعِناد کی وجہ سے حضور باباجی علیہ الرحمہ کاشجرہ نسب ہی تبدیل کردیا۔ایسے لوگ خودکوباباجی علیہ الرحمہ کامریدبھی کہتے ہیں ۔یہ تو وہی بات ہوگئی کہ پیرصاحب میں آپ سے محبّت توبڑی کرتاہوں لیکن مجھے آپ کے صاحبزادے اچھے نہیں لگتے ،آپ کاادب توکرتاہوں لیکن آپ کے صاحبزادوں کانہیں کروں گااورآپ کے وِصال کے بعدمیں آپ کانسب نامہ ہی بدل دوں گا۔ایسے لوگ بتائیں کیاحضرت کے مریدرہ گئے؟ کیاان کی اس نازیباحرکت سے قبلہ باباجی علیہ الرحمہ ناراض نہیں ہوئے ہوں گے؟

ایسے مریدین جنہوں نے باباجی سیّدفقیر محمد گیلانی کے وِصال کے بعد سادات ِگیلانیہ چوراہیہ کا نسب نامہ ہی بدل دیا اور جس طرح کی باتیں ایسے لوگ کرتے ہیں اور خود کو مرید بھی کہتے ہیں کیا یہ متضاد باتیں کر کے وہ مردُود ِطریقت نہیں ہوئے؟

اب مجھے علی پور کے پیر حضرات ،جنہوں نے کئی مرتبہ باباجی سیّدفقیر محمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نسب نامہ کو تبدیل کیا لکھا لکھوایا پھر اس کو چھپوایا اور لوگوں کے سامنے نسب نامے کے متعلق زبان درازی کی، بتائیں ! کیا وہ اب بھی چوراشریف کے مرید ہیں؟

جس طرح کی زبان درازی پیر ظفر علی، علی پوری نے محمد فقیر کی موجودگی میں حضور باباجی سیّد نور محمد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے فرشتہ صفت بزرگوں کے نسب نامے کے متعلق کی اور خود کو چورا شریف کا خادم بھی کہا جاتا رہا، اس طرح کی اَخلاق سے گری ہوئی گفتگو خود کو پیر سمجھنے والوں کو کسی طور زیبا نہیں ۔ اپنے پیر خانہ کے وفادار وہ ہوتے ہیں جو جس کا کھاتے ہیں اس کے گیت گاتے ہیں ۔ اب مشائِخ چوراشریف نے ہی علی پوریوں کو خلافت دے کر پیر بنایا، کیا وہ اس بنایا تھا؟ کہ وہ اور ان کی اولادیں حضرت سیّد نور محمد گیلانی علیہ الرحمہ کے نسب پر طعن کریں۔

پرفیسر محمد اجمل چشتی گولڑوی صاحب جو بارہا چورہ شریف کے مشائخ پر زبان درازی کرتے رہے، وہ مجھے اس بات کا جواب دیں کہ ان کی اپنی تحریریں ہی ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتی ہیں ، جو پروفیسر صاحب آپ کے جھوٹ کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔ اللہ سے ڈرو، ابھی بھی توبہ کرلو۔ سچ کبھی نہیں چھُپتا۔

اللہ جل مجدہٗ کے بے پایاں کرم سے حضور باباجی کی نگاہِ ولایت کا صدقہ آج باباجی کی اولاد سے حضرت پیر سیّد بدر مسعود شاہ گیلانی صاحب اور قبلہ پیر سیّد مفتی مطیع قادر گیلانی صاحب نے جس تحقیق کے ساتھ حضرت قبلہ باباجی سیّد نور محمد گیلانی کے خاندان پر لگے ہوئے اعتراضات کا دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ جواب دیا ہے، وہ ناقابلِ تردید ہے۔

ان حضرات کی تحقیق ان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے، اپنی مثال آپ ہے۔ پوری کتاب میں کوئی بات بغیر حوالے کے نہیں، جو بات بھی لکھی گئی ہے، وہ قدیم ثبوت اور پورے حوالوں کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ الحمدللہ! ان حقائق کی روشنی میں یہ کتاب حق اور سچ پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم ''سچوں کے ساتھ ہو جاؤ'' کے بمصداق اب لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ سچ اور سچوں کا ساتھ دیتے ہیں یا اس کے برعکس لوگوں کا۔

جب یہ کتاب چھَپ کر مارکیٹ میں آجائے گی تو یہ اپنے قارئین کے لئے بڑی دلچسپ اور دل و دماغ کو روشن کر دینے والی ثابت ہوگی۔ نسب نامے پر مارکیٹ میں بہت ساری کتابیں موجود ہیں لیکن جو تحقیق و تخریج قبلہ پیر صاحب نے فرمائی ہے، مَیں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ قبلہ پیر صاحب زید مجدہٗ کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا سایہ تا دیر قائم دائم فرمائے! (آمین بجاہ نبی الامین)

جھاڑوکش دربارِ مشائخ چوراہی

محمد نوید نعیم مجدّدی الاظہری

صدر مدرّس و مفتی جامعہ رضائے حبیب، حافظ آباد۔

مشائخ چوراشریف کا شجرہ نسب

حضرت خواجۂ خواجگان سید نور محمد گیلانی چوراہی بن سید
فیض اللہ تیراہی بن سید خان محمد گردیزی بن سید علی ولی محمد بن سید شیخ
سلیمان بن سید شیخ سلطان بن سید شیخ الاسلام عبدالسلام بن سید
عبدالرسول بن سید موسیٰ بن سید حسین بن سید ظہیرالدین ابوسعود
میر شہاب الدین احمد متقی بن سید محی الدین ابونصر محمد بن سید عماد
الدین ابوصالح نصر بن سید عبدالرزاق بن سید شیخ عبدالقادر جیلانی
بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابی عبداللہ بن سید یحییٰ
الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ
الجون بن سید عبداللہ المحض والمجل بن سید حسن مثنیٰ بن حضرت سیدنا
امام حسن رضی اللہ عنہ بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
واز مادر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ